اللہ ری دھوم داغ کا دیوان ہو جو طبع	اک شور تہنیت ہے زمانے مین جابجا
عاشق بگوش ہوش ذرا تو بھی سن اسے	ہاتف یہ کہہ رہا ہے مضامین دلکشا ۱۲۹۶ھ

قطعہ تاریخ ریختہ طبع با استعداد احسان علیخان احسان ساکن مصطفےآباد

چھپا میرے اوستاد کا جبکہ دیوان	ہوا اک زمانے مین یہ شہرت افزا
جو پوچھے کوئی اسکی تاریخ احسان	تو کہہ دو ہین گلدستہ فرحت افزا ۱۲۹۶ھ

قطعہ تاریخ طبع نکتہ سنج حافظ غلام رسول صاحب دہلوی متخلص بہ ویران شاگرد شیخ ابراہیم ذوق

طبع چون ساختہ دلچسپ مرتب دیوان	دل احباب شد از دیدن او خرم و شاد
ہر یک از بسکہ بیاگرم مضامینش یافت	سال او گفت کہ صیاد درا داغ بداد ۱۲۹۶ھ

قطعہ تاریخ ریختہ قلم گوہر رقم شیخ الٰہی بخش صاحب خوش رقم نصیب متخلص بہ غریب

گشت بصد فرخی طبع چو دیوان داغ	آنکہ بود در سخن ماہر و شاگرد ذوق
بہر تاریخ او کرد تجسس غریب	داد ندا ہاتفش دفتر ارباب شوق ۱۲۹۶ھ

قطعہ تاریخ خامہ عنبر شمامہ از سید جلیل احمد صاحب شمسوانی متوسل یاسین متخلص بہ جلیل

شگفت گلہاے او کار داغ	از نو تازگی یافت جان سخن
جلیل از پے سال تاریخ طبع	بگفتم ببین بوستان سخن ۱۲۹۶ھ

ایضاً

بہ آراست دیوان داغ سخن	نسیم بلاغت بہار فصاحت

قطعۂ تاریخ نتیجۂ طبع رسای سخنور یکتا منشی صابر حسین صاحب صبا

خوشا نظم داغ سخن سنج یکتا | کہ فرد است در عالم بے مثالی
بتاریخ طبعش صبا خوش رقم زد | کہ گنج معانی مضامین عالی

١٢٩٦ھ

ایضاً

شدہ از جلوہ طبع مطبوع عالم | کلام دل افروز داغ سخن کو
صبا گفت تاریخ در سال طبعش | کہ گنج معانی مضامین نیکو

١٢٩٦ھ

ایضاً

کلام نواب میرزا خان کیوں نہو مطبوع دیکھکر | مزا معانی میں سحر کا ہے مذاق جادو بھرا ہوا ہے
مجال کسکی صبا جو ایسی بنائے تاریخ بے تکلف | بیان ہے سوز اور ساز عاشق زبان معشوق کی ادا ہے

١٢٩٦ھ

قطعۂ تاریخ نتیجۂ طبع رسای سخنور بے ہمتا منشی گوبند لعل صاحب صبا

ریخت از باد نفس گنج سخن در گوش خلق | گرد دیوانے مرتب طبع گردون گرد داغ
از پے ترتیب طبعش چون نمودم فکر سال | از سروش آمد بگوشم گنج یادآور داغ

١٢٩٦ھ

قطعۂ تاریخ جواہر رقم در فن شعر مشتاق منشی بہاری لعل صاحب مشتاق

زہے شاعر نغز گفتار داغ | کہ در شاعری سے کند ساحری
پے طبع دیوانش جستیم سال | چکید از قلم نسخۂ شاعری

١٢٩٦ھ

قطعۂ تاریخ نتیجۂ طبع وقاد صاحبزادہ محمد عطاء اللہ خان صاحب عاشق ساکن مصطفیٰ آباد

ایضاً

ہوا مطبوع دیوان جناب داغ ان روزون
ستارہ کیون نہ چمکے پایۂ والا ہے مطبع کا
منیر آج اسکے لکھنے کی کہی تاریخ نورانی
ید بیضا ہے الحاصل یہی ہو سال مطبع کا

ایضاً

۱۲۹۶ھ
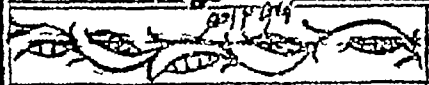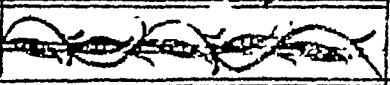
مبارک ہو اہل سخن لو یہ عید
چھپا ہے خوش اسلوب دیوان داغ
دل و جان سے ارباب انصاف کو
زیادہ ہے محبوب دیوان داغ
یہی ہے منیر اسکی تاریخ طبع
کہ مطبوع و مطلوب دیوان داغ

۱۲۹۶ھ

قطعہ تاریخ رنجیدہ طبع شاعر نازک خیال سید ضامن علی صاحب جلال

باغ دیوان داغ کا پھولا پھلا
تازہ مژدہ صبا یہ لائی آج
طبع کے سن جلال نے لکھے
بوئے گلزار داغ آئی آج

قطعہ تاریخ از سخنور سراپا کمال سید کاظم علی صاحب مثال

دیوان کو کر چکے مرتب
جب حضرت داغ عالم افروز
کیا خوب لکھی مثال تاریخ
ہے جملہ کلام داغ دل سوز

قطعہ تاریخ نتیجہ طبع سراپا لطافت محمد عظمت علیخان صاحب متخلص بہ عظمت

دیوان ہے یا ہے نسخۂ اعجاز عیسوی
معنی ہین تازہ تازہ مضامین عجب عجب
عظمت جو یہ کلام ہوا زیب گوش خلق
تاریخ اسکی ہین نے کہی در منتخب

قطعہ تاریخ نتیجۂ فکر سلیم منشی شیخ امیر اللہ صاحب تسلیم دام فیضہ

حضرت داغ کا چھپا دیوان
سو تکلف کا ہے بیان سلیس
فکر تاریخ ہے تو اے تسلیم
جلد کہدے کلام داغ نفیس

بہ سخن وری کہ داد و دہش اسقدر کہ بس — کیا کیا دیا ہے دولت مال و خزانہ آج
۱۲۸۲ھ

پیدا کہاں ہے لعل خوش آب آج کوہ مین — یکتا رہا صدف مین نہ گوہر کا دانہ آج
۱۲۸۲ھ

پیہم ہے سجدہ ریز نہان فرق فرقدان — کیا کیا ہوا بلند ترا آستانہ آج
۱۲۸۲ھ

کچھ سہم کے نہیب سے تھرائے شکل بید — لچکے جو مدعی پہ ترا تازیانہ آج
۱۲۸۲ھ

موج عطا سے پاس ہوا خواہ شادمان — حاسد کا دم بھی تن سے ہو بیشک روانہ آج
۱۲۸۲ھ

قطعہ تاریخ چکیدہ کلک گہر سلک تدبیر الدولہ مدبر الملک منشی مظفر علیخان بہادر بہادر جنگ متخلص بہ اسیر لکھنوی -

باغ ابراہیم ہے دیوان داغ — خار اعدا کو دیا اس باغ نے
مصرعہ تاریخ یہ لکھا اسیر — کیا جلایا حاسدون کو داغ نے

قطعہ تاریخ ریختہ فکر آسمان پیمائے نظیری نظیر منشی سید اسمٰعیل حسین صاحب متخلص بہ منیر سلمہ القدیر

ہست مانند قمر نور فشان این دیوان — کہ نذیر ست نظیرش بجہان چشم نجوم
جلوہ گر گشت چو این شمع شبستان جمال — کرد نظارہ چو پروانہ ز ہر سمت ہجوم
وصف دیوان تاریخ رقم کرد منیر — اوج عرش سخن و گوہر پاک منظوم
۱۲۹۶ھ ۱۲۹۶ھ

ایضاً
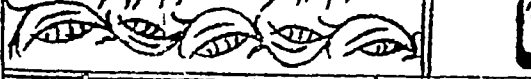
ہے یہ دیوان کہ گلدستہ الہام منیر — باغ فردوس سے ہم رنگ ہے سراپا نظم
گلفشان ہو گئے یون عیسوی و ہجری سال — خلد روح افزا مضمون و چمن پیرا نظم
۱۸۶۹ ۱۲۹۱ھ

بہادر فردوس مکان تا ترا ہ از کلکتہ

کیا ولیعہد اور نواب آ گئے آج
برج حشمت سے دو کوکب یہ آ گئے

دو مسیحا آئے بہر درد جگر
خاطر طالب کے دو مطلب یہ آ گئے

دو قمر اکبار آ گئے ہیں نظر
تھا زبانوں پر یہی جب شب یہ آ گئے

قمر وہ اس آمد کا ہے سامان زیست
جان میں جان آ گئی گویا جب یہ آ گئے

بہر استقبال میں پہونچا مگر
کون جانے کون آگے کب یہ آ گئے

گوش بر آواز لب پر یہ دعا
مجکو شنوا دو کہیں یارب یہ آ گئے

دیکھکر گرد سواری یک بہ یک
منتظر ہوں بول اٹھے سب یہ آ گئے

ایک کی تھی ایک سے تکرار یہ
میرا جذبہ شوق لایا جب یہ آ گئے

داغ نے بھی پیشکش تاریخ کی
شان شوکت جاہ و اقبال اب یہ آ گئے

تعریف جشن زیبا جاہ و اہتمام ملکہ ۱۲ھ
تہنیت جشن نایاب ۱۲ھ ۱۲ھ

بھر کر شراب صاف پلا آج جام میں
۱۲۸۱ھ
ساقی ہے انجمن کی زبانوں پر ترانہ آج
۱۲۸۲ھ

رنگین بدل زمانہ تعجب نہیں گر آپ
۱۲۸۲ھ
شادی کا زہرہ رنگ ہے ... شادیانہ آج
۱۲۸۲ھ

پریوں کا جمگھٹا اور حسینوں کا جلسہ ہے
۱۲۸۲ھ
کیا ایک رنگ پر ہے یہ جشن شہانہ آج
۱۲۸۲ھ

فانوس جھاڑ آئینے تصویر لیمپ بھی
۱۲۸۲ھ
جمگھٹا ہے بزم جشن میں دیوان خانہ آج
۱۲۸۲ھ

سارا ہے جلوہ گھر علیخان کے دم سے آج
۱۲۸۲ھ
... ہے جشن شاہانہ آج
۱۲۸۲ھ

آفاق کیا تھا کرم سے کیا بحال
۱۲۸۲ھ
حاتم کا ... جہان سے فسانہ آج
۱۲۸۲ھ

جمشید کی جبین پہ یہ خط ہو کے مٹ گیا
یان قصر خوش نگار کا نقش و نگار عیش

گر تلخ بھی سنائے تو یون جی کو لطف آئے
جیسے شراب تلخ سے ہو خوشگوار عیش

کیا تیرے بزم عیش کی کیفیتین لکھون
جس جا ہو بحساب خوشی بیشمار عیش

گر ہے خوشی رفیق تو ہمدم ترا نشاط
گر دوست خرمی ہے تو یار دلکا یار عیش

دن عیش رات عیش سحر عیش شام عیش
گے دوستدار عیش گے غمگسار عیش

ہے لاکھ لاکھ جان سے عہدے تری خوشی
ہے لاکھ لاکھ جان سے تجھپر نثار عیش

آرام کیون رہے نہ رعیت کو بے شمار
سرکار مین حضور کے ہے اہلکار عیش

کرتا ہون اب دعا پہ قصیدے کو ختم مین
شاید کہ اس دعا سے ہو میرا بھی یار عیش

پھولین پھلین نہ عیش مین کیونکر ترے مدعی
ہو تیرے دشمنونکے کلیجے مین خار عیش

جلتے ہین تیرے عیش سے از بس بہت حسود
بنتا ہے انکی جان پہ برق و شرار عیش

کھٹکے نہ پاس جیسے ترے دوستونکے رنج
یون تیرے دشمنون سے کرے زینہار عیش

جبتک رہے جہان مین یارب خوشی کی دھوم
جبتک خوشی کے ساتھ رہے نامدار عیش

جبتک رہے زمانہ الہی پئے نشاط
جبتک ہو روزگار پئے روزگار عیش

جبتک ہے آسمان کے لیے گردش سعید
جبتک اس آسمان کا کرین اختیار عیش

جبتک رہے یہ باغ جہان اک بہار ہے
جبتک کرے ہزار چمن مین ہزار عیش

یارب رہے ہمیشہ ہم آغوش عیش سے
تو ہمکنار عیش ترا ہمکنار عیش

یہ داغ مدح خوان ہے نمکخوار و جان نثار
ہون اسکو اک نگاہ سے تیری ہزار عیش

قطعہ تاریخ تشریف آوری جناب مستطاب نواب محمد یوسف علیخان صاحب

مطلع وہ لکھ کہ جسمین بند نے سر بسر سرور ۔ شیکے ہر ایک لفظ سے بے اختیار عیش

مطلع

ہین دست بستہ واسطے تیرے ہزار عیش ۔ تیری خوشی مطیع تو خدمت گذار عیش

اللہ ری تیری نشہ کی سرشاری سرور ۔ جسکا اوتار عیش ہے جسکا خمار عیش

ٹھہرا ازل سے تا بہ ابد تیرے واسطے ۔ کرتا ہے ورنہ چار گھڑی کب قرار عیش

مرہم پذیر عہد مین تیرے ہوا تمام ۔ جمشید کے زمانہ مین تھا دلفگار عیش

دیکھا جو آنکھ کھول کے آئی نظر خوشی ۔ ہے تیرے روئے صاف کا آئینہ دار عیش

ہے روشنی جہان مین نشاط و سرور کی ۔ چمکا ہے تیرے عہد مین خورشید وار عیش

آکر ترے زمانہ مین اسکے کھلے نصیب ۔ مدت سے کھینچتا تھا بڑا انتظار عیش

کیا خانقاہ و میکدہ عشرت کدے ہین سب ۔ صوفی کرین خوشی تو کرین بادہ خوار عیش

ہے رنگ رنگ عیش مگر تیرے عہد مین ۔ ہے زہد گر کہین تو کہین پرہیزگار عیش

تیری زبان ہلی کہ جہان ہو گیا نہال ۔ رہتا ہے تیرے حلم کا امیدوار عیش

اسکا کہین نشان تو کیا نام ہی نہ تھا ۔ تو نے کیا ظہور ہوا آشکار عیش

پوری پڑے نہ محفل جمشید مین کبھی ۔ جبتک نہ تیرے بزم سے لے مستعار عیش

رہنا بہشتیون کو ہو جنت مین اک عذاب ۔ گر خلد سے ہو بزم کا تیری دوچار عیش

مست شراب عیش ہین سب تیری بزم مین ۔ اک ہوشیار ہے تو بہت ہوشیار عیش

جز عیش کسکو بار تری بارگہ مین ہے ۔ ہے عیش ہی کے واسطے لوٹی بہار عیش

شمع جمال پر ترے پروانہ ہے خوشی ۔ جام نشاط ہی سے ہے بس بادہ خوار عیش

آہو ہے شیر عہد مین تیرے پلنگ پر ۔ صحرائی وحشیون کو ہے تاکو ہسار عیش

جوش نشاط و فرط خوشی سے عجب نہین
دیکھا جو مین نے حال زمانیکا اسطرح
حیران ہوا کہ بار خدا ماجرا ہی کیا
مجھسے کہا یہ دل نے کہ حیران ہی کس لیئے
یہ بھی کوئی گھڑی تھی خوشی کی جو آگئی
تو غمزدہ ہے آپ سے نادان کسلیئے
گذرے جو دم خوشی سے تو غافل گذار دے
گر عیش ہو نصیب تو بندہ ہو عیش کا
گر بس چلے تو ہاتھ سے مینائے مئی نہ رکھ
ٹھہرے جو کوئی دم تو نصیحت اسے سمجھ
ڈر انقلاب دہر سے کر غم سے اجتناب
یہ دوستی کرے تو اسی کی ہے دوستی
لیکن بشر کو چاہیے انجام کا خیال
غم بھی خوشی کیساتھ ہے انسانکیواسطے
معشوق و بادہ سیر چمن بزم دوستان
تکیہ نہ کر تو اسیر کہ دائم رہونگا شاد
تدبیر کوئی چاہیے عیش دوام کی
کر مدح اُس رئیس ذوی الاقتدار کی
جمشید عصر کلب علیخان فلک جناب

آخر کو غمزدون کے دلون پر ہو بار عیش
یعنی کہ اک جہان کا ہے کاروبار عیش
دیتا ہے کس کو یہ فلک کینہ کار عیش
دنیا مین ہین ہزار طرح کے ہزار عیش
غم اڑ گیا جہان سے ہوا غمگسار عیش
کر تو بھی خوب عیش جو ہو سازگار عیش
ہوتا ہے کس کے واسطے یان بار بار عیش
خصلت تری نشاط ہو تیرا شعار عیش
جی بھر کے خوب پی لے کہ ہو خوشگوار عیش
عاشق کے دل کیطرح سے ہی بیقرار عیش
غم دل سے دور پھینک کے کر استوار عیش
گر دوستدار ہے تو ترا دوستدار عیش
اسیر رہے نظر کہ ہے ناپائدار عیش
اسیر نہ بھول تو کہ ہوا خوب یار عیش
دنیا مین چار دنکے لیے ہین یہ چار عیش
یہ عیش چار دنکا ہے بے اعتبار عیش
تقدیر سے نصیب ہون تجھکو ہزار عیش
جسکی ثنا سے ہو تجھے اب سازگار عیش
ہوتا ہے جسکی ذات سے صاحب وقار عیش

ترے الطاف بے پایان ہون مین منفعل لیکن
نہین ہوتا ادا مجھسے ترا حق نمک خواری

مگر ہان اس سہارے پر گذر جائے گذر جائے
ترا شیوہ کرم کرنا مری خصلت وفاداری

سراپا وصف ہی تو وصف تیرا داغ کیا لکھے
دعا پر ختم کرتا ہے قصیدہ کو بتا جاری

رہین جبتک الٰہی مہر و ماہ و کوکب و اختر
رہے جبتک الٰہی اس زمین پر چرخ زنگاری

میسر خیر خواہون کو تو عیش جاودانی ہو
ترے بد خواہ کو حاصل ہمیشہ ذلت خواری

پیے تلوار تیری ہر گھڑی خون دل اعدا
ترا خنجر کرے دائم ترے دشمن کی غمخواری

دعا آٹھون پہر ہے ہفت اقلیم آئے قبضے مین
ترے قلعے کی ٹھہرے ربع مسکون چار دیواری

ایضاً

ہی روز جشن کیون نہ کرے روزگار عیش
ایک ایک غم کے بدلے ہین سو سو ہزار عیش

رنگین نشاط سے ہی سپید و سیاہ دہر
ہے ابلق زمانہ یہ گویا سوار عیش

اس غمکدہ کو چرخ نے عشرت کدہ کیا
اب دیکھیے دکہائیگا کیا کیا بہار عیش

سارے اسیر درد و الم غم سے چھٹ گئے
طوق گلو کے بدلے گلے کا ہی ہار عیش

اہل زمین کو زیر فلک جوشش نشاط
آسودگان خاک کو زیر مزار عیش

اللہ رے ایکی گرمی ہنگامہ سرور
کیا کیا نکالتا ہے دلون کا بخار عیش

رحمت سے حق کی دور رہین جنتی کی طرح
گر آج دوزخی کو ملین بیشمار عیش

لکھا کسی نے بھول کے گر کوئی حرف غم
نکلا زبان خار سے بے اختیار عیش

لائے لگا نہال محبت گل مراد
بنتا ہے نخل غم کے لیے برگ و بار عیش

ہر مردہ دل کے واسطے آب حیات ہی
دہوتا ہے دل سے تیرہ دلونکے غبار عیش

دام خوشی مین سب کو گرفتار کر لیا
کرتا ہے غمزدون کے دلونکا شکار عیش

ترا غنچہ اڑا لے تو صبا اڑ کر کہاں جائے
تری تحقیق سے ہو شمع کا بھی چور فراری

نہ کیوں ہو تیرے دستور العمل سے شادماں عالم
کرم کرنا تری عادت جفا سے تجھکو بیزاری

بگولا بھی ہوا بر شکل گنبد بن کے قائم ہو
یہاں تک کم ہوئی خانہ خرابی خانہ سماری

ملی درد جفا کو اندنوں خدمت امینی کی
دل عشاق کی کرنی پڑی کسکو خبرداری

مقابل ہیں ترے خواہان ہزیمت ہو اگر دشمن
کرے زخموں سے تیری تیغ انکے تن پہ گلکاری

ترے ڈر سے عدو کے روسیہ کے یوں بہے آنسو
کہ چھوٹے جسطرح سے خون سودا کی پچکاری

سمندر میں سمندر ہوں صدف میں ہوں شرر پیدا
جو چمکے آتش قہر و غضب کی تیرے چنگاری

تری محفل کا جو ساماں ہے ثانی نہیں رکھتا
کھلیں جمشید کی آنکھیں اگر دیکھے یہ تیاری

تری بزم طرب انگیز و عشرت خیز ایسی ہے
تمنا جسکی کرتے ہیں پریزادان فرخاری

یہ وہ سرکار عالی ہے کہ جس سے فیض پاتے ہیں
بدخشانی و طہرانی و شیرازی و بلغاری

یہ وہ درگاہ والا جاہ ہے جسکی سلامی ہیں
حجازی و عراقی رومی و چینی و تاتاری

سخن فہم و سخن گستر سخندان و سخن پرور
تجھی سے حسن کو رونق تجھی سے حسن نثاری

زباں کھولے نہ مثل شمع جلکر خاک ہو جائے
سنے سحبان وائل بھی اگر یہ نغز گفتاری

ترے فیل فلک رفعت کی شوکت پر یہ لازم ہے
مشابہ کیجئے کہسار سے اسکی گرانباری

گرانباری ہے ایسی وہ سبک رفتار ہے ایسا
نفس کو جسطرح سینے میں حاصل ہو سبکباری

ترے اسپ پری پیکر کی چالاکی کا کیا کہنا
نہیں آتی تصور میں کبھی جسکی تیز رفتاری

وہ پہونچے اسطرح اک جست میں مشرق سے مغرب تک
کہ جیسے آہ عاشق ہو رسا تا چرخ زنگاری

مرا کیا منہ جو تیری طرح پوری ہو سکے مجھسے
کہ تیرا وصف بیحد اور میری طبع ہے عاری

ہنر آیا نہ مجھکو کوئی اور آیا تو یہ آیا
مرا ہے کام ناکامی مرا ہے کار مکاری

دل عشاق کو معشوق ارمانوں سے لیتے ہین
وہ ہے الفت کے سودے کی جہاں ہین گرم بازاری

سر در بادۂ عشرت سے میکش مست و بیخود ہین
اٹھا کر طاق پر رندون نے اپنی رکھدی ہشیاری

کرے گر میکشی کو منع وہ اس دور عشرت مین
کرم سے شیخ کو دینی پڑے اولٹی گنہگاری

جراحت کے عوض راحت ہوئی اس دور مین پیدا
بنا مرہم دل افگاران غم کا چرخ زنگاری

زمانے کا جو بدلا رنگ تو اسکا یہ باعث ہے
ہوا ہے مسند آرا آج وہ فخر جہانداری

امیر المسلمین کلب علیخان خسرو دوران
وہ فیاض زمان جس سے ہی چشمۂ فیض کا جاری

مہ اقبال و دولت آفتاب ثروت و شوکت
جہان جود و ہمت آفتاب عدل و دینداری

فریدون فر و رستم رزم و جم بزم و فلاطون عقل
سکندر جاہ و حاتم بذل و دارا سے سپہداری

لکھون اک مطلع دلچسپ ایسا مدح حاضر مین
کہین احسنت سنکر جسکو سب اشخاص دربار ی

مطلع

ترے ابر کرم نے کی جو عالم مین گہر باری
تو آب گوہر خوش آب سے دریا ہوا جاری

بنا لبیک سکہ سیم و زر پر آج وہ دن ہے
حریم دل مین مفلس کے نہ بیٹھا ذاغ ناداری

زلال لطف کی تاثیر سے منٹجاے شور ایسا
یقین ہے اب نہ نکلے حشر تک کوئی کنوان کھاری

ترا دل بادۂ پرزار سے خالی نظر آیا
جو ہے تو نشۂ عرفان ہے چشم شوق مین طاری

ہوا ہی خواب و بیداری کا عالم ایک صورت پر
تری شب کو سحر کہیے تری غفلت کو ہشیاری

جو وہ تھے ماہ کنعان تو ہے مہر عالم امکان
ہوا ہے تجھمین اور یوسف مین فرق خواب و بیداری

وہ تیرا عہد ہے علم و عمل سے شاد رہتے ہین
فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری

جہان مین امن کیسا ہے کیا تری ظل حمایت نے
کہ اک عالم ہے امیں الله الله ری نگہداری

کسی کا دل تو کیسا آنکھ بھی دکھتی نہین دیکھی
مٹائی عدل نے تیرے یہانتک مردم آزاری
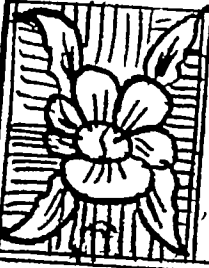
الٰہی پھر اسے آباد و شاد دیکھیں ہم
الٰہی پھر اسے حسب مراد دیکھیں ہم
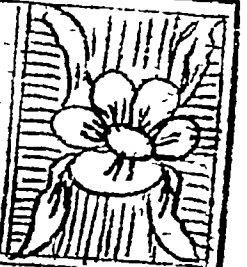
قصائد در مدح حضرت ظل سبحانی خلیفہ رحمانی خادم حضرت ختمی پناہی حاجی حرمین شریفین مشیر قیصر ہند جناب ہلال رکاب نواب کلب علی خان بہادر فرزند دلپذیر دولت انگلشیہ رئیس اعظم طبقۂ اعلائے ستارۂ ہند دام ملکہم و اقبالہم

کہاں وہ عقدۂ لاحل کہاں وہ سخت دشواری
ہوئی پابند آزادی سے اب میری گرفتاری

ترقی پر مرا طالع بلندی پر مرا اختر
ہوئی معدوم میرے بخت کی اژدر نگونسازی

تلافی ہو گئی حسرت کی عشرت از رہے قسمت
مبدل ہو گئی آسانیوں سے میری دشواری

نہ آشفتہ دماغی ہے نہ وہ برہم مزاجی ہے
گئی میری پریشانی مٹی آشفتگی ساری

نہ وہ سر میں مرا سودا نہ وہ دہمین مری وحشت
نہ وہ ٹکڑے ہیں کلیجے کے نہ وہ مژگاں کی خونباری

شگفتہ دل مرا اتنا کہ جتنا تنگ دل غنچہ
مجھے وہ خواب راحت جسقدر نرگس کو بیداری

طبیعت میں مری ایسی نزاکت ہے لطافت ہے
کہ مضمون میان یار بھی زنجیر ہے بھاری

زمانے نے یکایک چھوڑ دی سب ظلم کی عادت
فلک نے یک قلم موقوف کر دی ہے ستمگاری

تہی دست ستم ہو کر فلک کا حال ایسا ہے
کہ جیسے خسرو محتاج کو ہو سخت ناچاری

ہنرمندوں کو ہے اپنے ہنر سے بہرہ دانی
طبیعت اہل ہمت کی کسی فن میں نہیں عاری

ستمگاروں کا دل بھی ہے مثال مہر نورانی
کہ داغ تیرگی دھوتا ہے آب رحمت باری

بگڑ گئے ہین یکایک بنے ہوے کیسے

بنا ہے خال سیہ رنگ مہ جمالون کا
جو زور آہون کا لب پر تو سور نالون کا

دو ورتا ہوا ہے قدر است نونہالون کا
عجیب حال دگرگون ہے دلی والون کا

کوئی مراد جو چاہی حصول ہی نہ ہوئی
دعاے مرگ جو مانگی قبول ہی نہ ہوئی

غضب ہے بخت بد ایسے ہمارے ہو جائین
جو دانہ چاہین تو خرمن شرارے ہو جائین

کہ لین جو لعل و گہر سنگ پارسے ہو جائین
جو مانگین پانی تو دریا کنارسے ہو جائین

پیئین جو آب بقا بھی تو زہر ہو جائے
جو چاہین رحمت باری تو قہر ہو جائے

جہاز ایسا تباہی مین آگیا اپنا
رہا نہ آہ زمانے مین آشنا اپنا

ملا نہ بخت تری تک کہین پتا اپنا
بجز خدا کے نہین کوئی نا خدا اپنا

کسی سے دوبے ہوئے ایسے کب نکلتے ہین
یہان سے حضرت الیاس بچ کے چلتے ہین

ہے محاسبہ پرسش ہر نکتہ دانون کی
جو نوکری ہے تو اب یہ ہے نوجوانون کی

تلاش ہر سیاست ہے خوش زبانون کی
کہ حکم عام ہے بھرتی ہے قید خانون کی

یہ اہل سیف و قلم کا ہو جبکہ حال تباہ
کمال کیون نہ پھرے دربدر کمال تباہ

کہانتک آہ لکھون اسکا ل بربادی
کسی کو قید محن سے نہین ہے آزادی

کہانتک آہ کہون آسمان کی جلادی
کہ دل ہے داغ داغ ہے دل ہر کوئی ہے فریادی

برنگ بوئے گل اہل چمن چمن سے چلے
غریب چھوڑ کے اپنا وطن وطن سے چلے
نہ پوچھو زندوں کو بیچارے جس چلن سے چلے
قیامت آئی کہ مُردے نکل کفن سے چلے
مقام امن بھی ڈھونڈھا تو راہ بھی نہ ملی
یہ قہر تھا کہ خدا سے پناہ بھی نہ ملی

جو تھی تو انھی کاکل کے زہر کی گرمی
جو تھی تو شعلہ عذاران شہر کی گرمی
نہ دیکھی جو نگہ خشم و قہر کی گرمی
اُٹھائیں ہائے وہ جلتی دوپہر کی گرمی
تپش سے ریگ بیاباں بھی آفتاب ہوئی
زمین مگر کُرہ نار کا جواب ہوئی

جگہ جگہ تھے زمیندار دار کی صورت
چڑھے ہی آتے تھے سر پر بخار کی صورت
بلا سے کم نہ تھی ہر اک گنوار کی صورت
چھپی نہ اُن سے ہر اہل دیار کی صورت
کسی جگہ جو کوئی ہوکے بیقرار آیا
تو اہل فتنہ یہ بولے کہ لو شکار آیا

زبان جو بدلیں تو صورت بدل نہیں آتی
ملیں جو خاک بھی منھ پر تو مل نہیں آتی
کسی طرح کسی پہلو سے کل نہیں آتی
پکارتے ہیں اجل کو اجل نہیں آتی
جو سر کو چھوڑیں تو پتھر پڑے سرکتے ہیں
جو لوٹیں کانٹوں پہ کانٹے الگ کھٹکتے ہیں

پیادہ پا ہوں رواں شہسوار صد افسوس
لہو کے گھونٹ پئیں بادہ خوار صد افسوس
ذلیل و خوار ہوں اہل وقار صد افسوس
ہزار حیف دل بیقرار صد افسوس
چھپے رہیں یار الم سے تنے ہوئے کیسے

یکا یک اک جہان کو ہلاک کر ڈالا
غرض کہ لاکھ کا گھر اُسنے خاک کر ڈالا

جلیں ہیں دھوپ میں شکلیں جو ماہتاب کی تھیں
کھنچیں ہیں کانٹوں میں جو پتیاں گلاب کی تھیں

کھلایا زہر ستمگر نے پان کے بدلے
پلایا خون جگر بیچوان کے بدلے
نصیب دار ہوئی بے نشان کے بدلے
ملا نہ گور گڑھا بھی مکان کے بدلے

یہ دعوت فلک کینہ ساز تو دیکھو!
پھر اُس پر اُس ستم آرا کے ناز تو دیکھو!

زمین کے حال پہ اب آسمان روتا ہی
ہر اک فراق مکیں میں مکان روتا ہے
گدا و شاہ ضعیف اور جوان روتا ہے
غرض یہاں کے لیے اک جہان روتا ہے

جو کہیے جوشش طوفان نہیں کہی جاتی
یہاں تو نوح کی کشتی بھی ڈوب ہی جاتی

لہو کے چشمے ہیں چشم پُرآب کی صورت
شکستہ کاسۂ سر ہیں حباب کی صورت
لیے ہیں گھر دل خانہ خراب کی صورت
یہاں یہ حشر میں تو یہ عذاب کی صورت

زبان تیغ سے پرسش ہے دادخواہوں کی!
رسن ہے طوق ہے گردن ہے بیگناہوں کی!

یہ وہ جگہ ہے کہ عبرت پہ عبرت آتی ہے
یہ وہ جگہ ہے کہ حسرت پہ حسرت آتی ہے
یہ وہ جگہ ہے کہ آفت پہ آفت آتی ہے
یہ وہ جگہ ہے کہ شامت پہ شامت آتی ہے

یہ وہ جگہ ہے جہاں بیلسی بھی ڈر در جائے
یہ وہ جگہ ہے اجل خوف کھائے مر مر جائے

یہ شہر وہ ہے کہ سایا بھی نور تھا جس کا
چراغ رشک تجلی طور تھا اس کا

فلک تھا خوبی و حسن و جمال کا دشمن
عدوے اہل کمال و رکمال کا دشمن

صباح عشرت و شام وصال کا دشمن
غضب ہے اب تو ہوا جان و مال کا دشمن

یہ مفت بو جو تلاشی ہے نقد جان کے لیے
خضر بھی روئینگے اب عمر جاودان کے لیے

خدا پرستون کا شیوہ جفا پرستی ہے
بجاے ابر کرم مفلسی برستی ہے

جو مال مست تھے اب انکو فاقہ مستی ہے
بتنگ جینے سے ہین ایسی تنگدستی ہے

غضب مین آئی رعیت بلا مین شہر آیا
یہ پر ہے نہین آئے خدا کا قہر آیا

زبان سے کہتے ہوا ئے دین دین لعین
وہ جانتے ہی نہ تھے چیز کیا ہی دین مبین

جو مانا دین تھا کوئی تو کوئی گنگا دین
کیے ہین قتل زن اور بچے کیسے کیسے حسین

روا نہ تھا کسی مذہب مین جو وہ کام کیا
غرض وہ کام کیا کام ہی تمام کیا

عجیب شکل گل و گلستان نظر آئی
جب اٹھ کے تازہ خو بچگان نظر آئی

پڑین جدھر کو نگاہین خزان نظر آئی
تو کوئی عیش کی صورت نہ یان نظر آئی

وہ گل رخان سمن بر کے قہقہے نہ رہے
وہ بلبلان خوش الحان کے چہچہے نہ رہے

فلک نے قہر و غضب تاک تاک کر ڈالا
تمام پردۂ ناموس چاک کر ڈالا

دے اجازت تو رہوں تا بقیامت ممنون
آرزو ہے جو مروں بھی تو یہیں دفن بھی ہوں
ہے جگہ تھوڑی سی درکار ترے کوچے میں

دوست دشمن میں بھی تیری ادا پر مائل
خنجر رشک سے ہر ایک ہوا ہے بسمل
تمکو پروا نہیں غمگین ہو کوئی خوش دل
گر رہی ہیں ترے ابرو کے اشارے قاتل
آج کل چلتی ہے تلوار ترے کوچے میں

بے کہے اور سنے کیا ہو وفا کا اظہار
عار سن لے سے تجھے ہو اُسے کہنا دشوار
داغ نے آج یہ دیکھا ہے کہ ہو کر ناچار
حال دل کہنے کی نا سمجھ جو نہیں پاتا بار
پھینک آتا ہے وہ اشعار ترے کوچے میں

شہر آشوب

فلک جناب ملائک جناب تھی دلی
بہشت و خلد سے بھی انتخاب تھی دلی
جواب کاہے کو تھا لاجواب تھی دلی
مگر خیال ہے دیکھا تو خواب تھی دلی
پڑی ہیں آنکھیں وہاں جو جگہ تھی نرگس کی
خبر نہیں کہ اسے کھا گئی نظر کس کی

یہ شہر وہ ہے کہ انس و جان کا دل تھا
یہ شہر وہ ہے کہ ہر قدردان کا دل تھا
یہ شہر وہ ہے کہ ہندوستان کا دل تھا
یہ شہر وہ ہے کہ سارے جہان کا دل تھا
رہی نہ آدمی یہاں سنگ و خشت کی صورت
بنی ہوئی تھی جو ساری بہشت کی صورت

یہاں کی شام تھی مانند صبح نورانی
یہاں کے ذرے میں تھی مہر کی درخشانی
یہاں کے سنگ سے تھا ترہ لعل رمانی
یہاں کی خاک سے ہوتا تھا آئینہ پانی

تو نے غرفے سے جو کچھ ہمکو دکھایا جھلکا	ہو گئے بیخود و بیہوش ہم اے ہوش ربا
اب کہان جائین کدھر جائین ترے در کے سوا	دیکھکر تجھکو قدم اُٹھ نہین سکتا میرا

بن گئے صورتِ دیوار ترے کوچے مین ہ

ہے محبت بھی تری قہر خلا آخت تیری	کر دیا ایک زمانے کو اسی نے بیتاب
کفر و اسلام ہوا دونون گھر ومین نایاب	دیر ویران ہے ترے عہد مین کعبہ ہی خراب

جمع ہین کافر و دیندار ترے کوچے مین

کیا خبر ہے تجھے کس حال مین مین کیسا ہون	جادۂ راہ کہ مین نقش قدم ہون کیا ہون
آسمان ٹوٹ پڑے مجھپہ جو اُٹھنا چاہون	پانون پھیلائے زمین پر مین پڑا رہتا ہون

صورتِ سایۂ دیوار ترے کوچے مین

خاک سے کتنے ہم آغوش پڑے رہتے ہین	بیخود و غافل و بیہوش پڑے رہتے ہین
صورت میکش و بینوش پڑے رہتے ہین	روز یان سیکڑون بیہوش پڑے رہتے ہین

ہے مگر خانہ خمار ترے کوچے مین

آرزو ہے دل بیتاب کی فریاد سُنے	کہ ترے کان تک آواز ہماری پہونچے
پر جو اندیشہ ہے یہ بھی کوئی پہچان نہ لے	پاسبانون کی طرح رات کو بیتابی سے

نالے ہم کرتے ہین اے یار ترے کوچے مین

تھی نہ اُمید ہمین ایسی فسون سازی کی	اسنے تو چھوٹتے ہی ہم سے دغا بازی کی
ہائے کمبخت نے کیسی خلل اندازی کی	روز ہی روز ہی عشق نے یہ تفرقہ پردازی کی

ہم ہین زندان مین دل زار ترے کوچے مین

شکل فرہاد جنون پیشہ و مثل مجنون	خاک برباد کرے میری نہ چرخ واژون

یار ہے زود خشم و تیز مزاج
ٹل آتا نہین کچھ اس کا علاج
جس کے غصے سے ہو جہان تاراج
اسکو دیکھا ہے جو مکدر آج
بھر گئی سرمہ غبار سے آنکھہ

چار آنسو بھی جب بہائے ہین
عشق نے رنگ کیا دکھائے ہین
دل کے ٹکڑے مژہ پر آئے ہین
اشک خونین نے گل کھلائے ہین
آج آئی ہے کس بہار سے آنکھہ

نگہ یار ہے غضب قاتل
جس کو دیکھا وہ ہوگیا بسمل
اس بلا سے نجات ہے مشکل
کیا بچے ناوک نظر سے دل
چوکتی ہے نہین شکار سے آنکھہ

بزم مین کوئی انجمن آرا
دے وہ بھر بھر کے ساغر صہبا
مہربان ہو اگر تو کیا کہنا
دو بدو یون ہے میکشی کا مزا
جام سے لب ملے تو یار سے آنکھہ

اللہ اللہ رے ناز کے دماغ
ہوگیا عیش جاودان سے فراغ
گل ہی گل سوجھتے ہین باغ ہی باغ
نشہ تیرا اوتر گیا اے داغ
کھل گئی غفلت خمار سے آنکھہ

مخمس بر غزل شیخ امام بخش ناسخ مغفور لکھنوی

پہلے تھا دخل یہ دشوار ترے کوچے مین
اب تو ہے مجمع اغیار ترے کوچے مین
کہ صبا کو بھی نہ تھا بار ترے کوچے مین
روز ہے گرمی بازار ترے کوچے مین
جمع ہین سیر کے خریدار ترے کوچے مین

گو فرق صبح شام ہی ظلمت کو نور سے
ہو جائے رات دود دل ناصبور سے
دونون کا ہے ظہور ہمارے ظہور سے
دکھلائین روز حشر کو ہین اسطور سے
اپنے سیاہ نامہ کی طولانیون مین ہم

کیا خاک طے ہو وادئ عشق کے مانند راہ شوق
زنجیر پاؤن مین ہے گردن مین اپنے طوق
سارے جہان کے تیرہ روون پر ہے اُسکو ذوق
جا سکتے ضعف سے کوچے مین اُسکے ذوق
بہ جائین کاش گریہ کے طغیانیون مین ہم

خمسہ مصنف بر غزل خود

تھی پریشان انتظار سے آنکھ
شکر ہے ہو گئی قرار سے آنکھ
نہین ملتی تھی ایک یار سے آنکھ
لڑ گئی یار گلعذار سے آنکھ
اب نہین چھپتی ہزار سے آنکھ

توبہ کیا اور اتقا کیسا
یہ نظر بازیان ہین سخت بلا
تاکنا جھانکنا ہمیشہ رہا
دید کا بھی ہے کیا برا لپکا
نہین رہتی ذرا قرار سے آنکھ

ٹپکی پڑتی ہے اک محبت سے
صاف ہے آئنہ کی صورت سے
خود بخود چھا رہی ہے الفت سے
کچھ وہ حیرت سے کچھ وہ حسرت سے
خوب بنتی ہے انتظار سے آنکھ

جب مری قبر پر گذر کیجیے
کام جب کیجیے دیکھ کر کیجیے
یہ تغافل نہ اس قدر کیجیے
تودۂ ناوک نظر کیجیے
کیون چُرا لی مرے مزار سے آنکھ
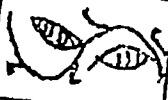
کچھ ہو بلا سے اپنی کہ ہین فانیون مین ہم

ملتی جو موت چاہتے پروردگار سے — افسوس ہے کہ وقت گیا اختیار سے

ہے ہے نہ مر گئے قلق انتظار سے — کیون جی کے ہجر مین ہوئے شرمندہ یار سے

اب مر رہے ہین اسکی پشیمانیون مین ہم

پھر دوڑے ہاتھ جیب و گریبان کو ہو لذیذ — پھر نکلے پانون خار مغیلان کو ہو لذیذ

کہسار کو خوشی ہو بیابان کو ہو لذیذ — پا کوبیون کو مژدہ ہو زندان کو لذیذ

پھر ہین جنون کے سلسلہ جنبانیون مین ہم

زاہد کا خوف ہو نہ خطر خوش ہین رات دن — پیتے ہین چھپکے شام و سحر خوش ہین رات دن

ساغر کش خیال خوش ہین رات دن — پوشیدہ اُن نگاہون مین ہین سرخوش رات دن
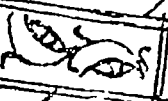
شرب یہود کرتے ہین نصرانیون مین ہم

سترِ خفی جو خاک کے پتلے مین بھر دیا — کیا جانئین اسکو جن و ملک ہے یہ بھید کیا

یان اہل معرفت کو بھی ملتا نہین پتا — مطلب ہے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا

جون خط سرنوشت ہین پیشانیون مین ہم

ہمکو ملی ہے قسمت تصویر آئینہ — حیرت ہی اپنی حیرت تصویر آئینہ

پھر بولے کب ہے طاقت تصویر آئینہ — ہین آئینہ مین صورت تصویر آئینہ

آئینہ رو کے سامنے حیرانیون مین ہم

کیا مشت پر کی باد صبا راہ بر نہ ہو — لیجائیون وصال گلشن [illegible]

پر حکم ہے جدا کوئی بازو سے پر نہ ہو — بیم کدورت دل صیاد گر نہ ہو
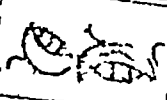
کیا کیا اور آئین خاک پرافشانیون مین ہم

ایمان کی یہ ہے نہو ایمان ہی بجا | ہو وہ عزیز سورۂ یوسف سے بھی سوا

رکھدین تری شبیہ جو کنعانیون مین ہم

ہے امتحان سوز محبت تمھین فضول | چودہ طبق جو ہون کرۂ نار کیا حصول
خورشید اس چراغ کا ادنیٰ ہے ایک پھول | دوزخ بھی جائے نعرۂ ہل من مزید بھول

لائین جو آہ کو شرر افشانیون مین ہم

بھاگے دوائے عشق سے تاثیر کی طرح | تدبیر سے خلاف ہین تقدیر کی طرح
حلقے ہین کب کسی کے رہے تیر کی طرح | زنجیر مین بھی نالۂ زنجیر کی طرح

جوش جنون سے رہتے ہین جولانیون مین ہم

بیتاب و خوفناک و سراسیمہ و تباہ | کیا کیا پھرے کہان سے کہانتک گئے ہم آہ
دارالامان ہمارے لیے ہوگی دادخواہ | پائی نہ تیغ عشق سے ہمنے کہین پناہ

قرب حرم مین بھی تو ہین قربانیون مین ہم

تیغ جفا کے دل پہ نہین ہین نشان کہ ہین | کیا جانئین چارہ گر نہین انکو گمان کہ ہین
اور ہین جو چاک سینہ کے ظاہر ہین ہان کہ ہین | سینے کی چاک سینے کی فرصت کہان کہ ہین

مصروف زخم دل کی نمکسرانیون مین ہم

آنکھین اگر ہون خشک کلیجا تو تر رہے | اس اوس ہی سے پیاس بجھے یہ اگر رہے
اب کیا رہے کہ مثل چراغ سحر رہے | غم بھی نہین جگر مین رہا اسقدر رہے

سرگرم روز عشق کی مہمانیون مین ہم

شارع کا قول کچھ ہے تو کہتا ہے کچھ حکیم | سچ یہ کہ ایک کی بھی نہین رائے مستقیم
ہمسے جو پوچھیے تو خدا سکا ہے علیم | کیا جانین ہم زمانہ کو حادث ہے یا قدیم

نہ چھوڑونگا کبھی ہاتھون سے زلف عنبرین برسون
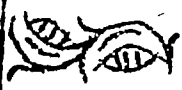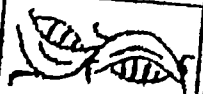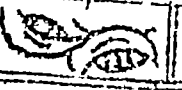
الجھایا ہے دیکھین تقدیر نے بیٹھے ہین ہم تھک کر
قیامت تک نہ اٹھین گے اگر بیٹھا ہون شور محشر
یہی چوکھٹ یہی سر ہے یہی کوچہ یہی بستر
ابھی بیٹھے ہین شاید کسی دن آؤ تم باہر
نہ جائینگے تمہارے در سے دم بھر کو کہین برسون
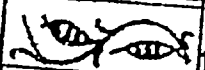
قضا سر پر ہمارے وقت کی ہے منتظر ہر دم
نکلتا ہی نہین تیری تمنا مین ہمارا دم
نہ مرتے ہین نہ جیتے ہین پڑے ہین کس بلا مین ہم
ترے کوچے مین ٹھیرے ہین [illegible] ہے پیر نزع کا عالم
گھڑی ساعت کا قصہ ہمنے دیکھا ہی نہین برسون

کرے گا داغ کے مانند آداب کوئی بھی
وہی عاجز ہوا تو سکے گا تاب کوئی بھی
گلا رکھے گا زیر خنجر پر آپ کوئی بھی
جفا ہے اسکی ٹھہرے گا نہ اے نواب کوئی بھی
رہین گے دیکھ لینا کوے جانان مین ہمین برسون

مخمس بر غزل خاقانی ہند سلطان الشعرا شیخ محمد ابراہیم ذوق دہلوی استاد مصنف

آزاد مثل سرو تھے بستانیون مین ہم
افتادہ مثل خاک بیابانیون مین ہم
وارستہ ہو کے پھنس گئے نادانیون مین ہم
پابند جون دخان ہین پریشانیون مین ہم
پابستہ ہین کسیکی زلف کے زندانیون مین ہم

الجھاؤ ہین تصور خاطر نشستہ مین
سوجھے ایک تار رگ جان خستہ مین
بندش شکست کی ہے دل فکر بستہ مین
ہوتی نہ یاد زلف تو خط شکستہ مین
لکھتے الف شکن کی نہ پیشانیون مین ہم

[illegible] نظر فریب ترا حسن مہ لقا
صل علیٰ پکار اٹھین شیخ و پارسا

سنے تقدیر کا رونا تجھے قسمت کا رونا ہے	نہ ہنسے میرے رونے پر یہ وہ آفت کا رونا ہے

کہ جسکو دیکھ کر رویا کیے روح الامین برسون

چھپایا راز دل کس کس طرح ہمنے محبت مین	مگر کیا کیجیے بدنامیان تھین اپنی قسمت مین
یہی تھا ایک رسوائی کا پردہ اس مصیبت مین	اڑا مین دھجیان ہاتھون نے اسکی جوش وحشت مین

رہی تھی دیدۂ غمناز پر جو آستین برسون

پتا میرا کہین بھی صورت عنقا نہ پائین گے	کرینگے لاکھ میری جستجو اصلا نہ پائین گے
نہ پائینگے نہ پائینگے مجھے حاشا نہ پائین گے	کیا عشق کمر نے بے نشان ایسا نہ پائین گے

عدم مین بھی اگر ڈھونڈھین گے مجھکو ہمنشین برسون ہا

جراحت وہ جراحت ہے کہ جو ہو تازہ و گلگون	لہو جاری رہے اس سے برنگ دیدۂ پرخون
پھر ان تلوار دم اور قاتل کو دعائین دون	رفاقت لذت زخم جگر تیری مین جب جانون

کہ مرقد مین بھی میرے منہ سے نکلے آفرین برسون

حیا نے اسکو دی ہے رخصت گفتار بھی شاید	کبھی خوش ہوگئے ہون اس سے کچھ اغیار بھی شاید
کیے ہون جھوٹے سچے وعدۂ دیدار بھی شاید	ہوے ہونگے کسی سے وصل کے اقرار بھی شاید

رہی ہم سے تو اس بے رحم کافر کی نہین برسون

وہ شان مغفرت جبتک نہ رنگ اپنا دکھائے گی	عبادت کام آئے گی نہ طاعت کام آئے گی
کوئی یہ حرف سا ہی میرے لکھے کو مٹائے گی	نصیبون مین جو لکھی ہے برائی وہ نہ جائے گی

اگر رگڑون گا در پہ کعبہ کی نقش جبین برسون

ڈرایا یون انھین نیچا نہ منکر عین ہمت سے	نہین ہے کھیل بچپن ہی مین کھیلنا انکا شرارت سے
تلافی مین کرونگا تم ہو واقف میری عادت سے	اسیر دام گیسو دل ہوا تھا یون بھی وحشت سے

اے دل اس باغ کا ہوگا چمن آرا کیسا

بھو دکھانا ہے دکھانا گل کی عوض آج شباب ‖ مین نہین وہ کہ جو موسیٰ کی طرح لاؤن نہ تاب

مجھسے دیدار طلب ہونگے جہان مین کیاب ‖ ذوق دیدار مین بیخود ہون مگر مجھسے حجاب

اٹھ گیا بیچ سے جب مین ہی تو پردا کیسا

قیس صحرائی و فرہاد تھا کوہستانی ‖ پاس ننگون کے دھرا کیا تھا بجز عریانی

ایسے سامان ہون تو کس چیز کی ہو حیرانی ‖ تپش و زاری و تنہائی و سرگردانی

گھر مین سب کچھ ہمین موجود ہے صحرا کیسا

جوشش عشق نہانی ابھی دیکھی کیا ہے ‖ شدت اشک فشانی ابھی دیکھی کیا ہے

ہے تمھین سیر دکھانی ابھی دیکھی کیا ہے ‖ میرے اشکونکی روانی ابھی دیکھی کیا ہے

آگے تو نوح کے طوفان مین ہے دریا کیسا

تھا مین اک بندۂ آسائش و صد عیش طلب ‖ مجھکو کیا غم سے غرض اور الم سے مطلب

آسمان ٹوٹ پڑا ہائے ستم وائے غضب ‖ اور دکھ درد اگر ہون تو بھگت لون یارب

مجھکو بخشا ہے غم حوصلہ فرسا کیسا

جسمین انصاف ہو ضد ہو نہ طبیعت مین ذرا ‖ لوگ دکھ درد بیان کرتے ہین اس سے اپنا

لطف کیا اے دل نادان اُسے سمجھانے کا ‖ جو ستمگار نہ ہو معتقد مہر و وفا

کیا وہ سمجھے کہ غم عشق ہے ہوتا کیسا

بھولے ہی جاتے ہین قیس کے مرجانے کو ‖ جان دیتے نہین دیکھا کسی دیوانے کو

خیر سے کھیل سمجھتے ہین وہ مرجانے کو ‖ شمع پر دیکھے گرتے ہوئے پروانے کو

یو سمجھتے ہین کہ یہ ہوتا ہے تماشا کیسا

مرنے کی اپنی روز اڑاتی خبر غلط

کیونکر برابر آنکھ کے نرگس کو مانیے
کس طرح بڑھ کے خلد سے مجلس کو مانیے
سارے بیان میں ہے غلطی کس کو مانیے
آیت نہیں حدیث نہیں جس کو مانیے
ہے نظم نثر اہل سخن سر بسر غلط

جو عرض کی تھی داغ نے آخر وہی ہوا
کوئی خفا ہو آپ کو ہے چھیڑ کا مزا
دیکھا نہ آخر آج وہ بدخو برس پڑا
یہ کچھ سنا جو اسمیں نہ ظالم ستم کیا
یہ کیوں کہا کہ دعوے الفت مگر غلط

خمسہ دیگر

مدعی کون وہاں دخل کسی کا کیسا
اپنے سایے سے بھی بچتا تھا وہ کیسا کیسا
دیکھتے دیکھتے پلٹا ہے زمانا کیسا
جلوہ جم جاتا ہے ہر شخص کا نقشا کیسا
سادہ دل ہے وہ بت آئینہ سیما کیسا

طعن کرتے ہیں زلیخا پہ نہ تھی اسکی نظر
اور فرہاد تھا مزدور کہ ڈھوئے پتھر
میری شامت ہی دکھلاؤں جو آنکھیں داغ جگر
میں تو کس گنتی میں ہوں ہو لئیں کا قصہ مشہور
کہتے ہیں یہ بھی اک انداز ہے سودا کیسا

لوگ ہمسائے کے سب جمع پریشان خاطر
لاش پر روتے ہیں ہوتا نہیں قاتل ظاہر
انکی سنیے تو حقیقت ہے نہایت نادر
کرکے خون ایک کا جا بیٹھے گھر میں اندر چھپ کر
پوچھتے ہیں کہ مرے در پہ ہے غوغا کیسا

یوں تو چیزیں ہیں جہان میں بہت ایسی ویسی
دیکھیے چشم حقیقت سے ہر شئے کی شبیہ
کس نے دیکھی ہے بجز اسکے تجلی ایسی
جلوہ گر حسن بتان کی ہے نمائش کیسی

ولہ

مین رطب کو دیکھون تو وہ یابس ہو جائے
پرکھون زر خالص کو اگر مس ہو جائے
ہاتھون مین مرے آکے درم داغ بنے
قارون بھی مرے سائے مفلس ہو جائے

ولہ

کہتے تھے نہ عشق بت خود کام کرو
پہلے ہی سے اندیشۂ انجام کرو
بیتابی دل کی ہے شکایت ناحق
اے داغ بس اب قبر مین آرام کرو

ولہ

کیا جانے کوئی زاہدون کی گھاتون کو
تمیز ذرا چاہیئے ان باتون کو
دن کیون نہ بڑھے رات نہ کیونکر کم ہو
روزون کے عوض کھاتے ہین یہ راتون کو

ولہ

نواب سے کی جو قدر دانی میری
اے داغ گذر گئی جوانی میری
لیکن یہ خبر نہ تھی کہ وقت پیری
مر مر کے کٹی زندگانی میری

ختمہ

واضح رہے کہ حق تصنیف دیوان گلزار داغ کا باضابطہ رجسٹری ہو گیا
کوئی صاحب قصد طبع و انتخاب نہ فرمائین فقط

العبد

محمد نور احمد مالک مطبع [illegible] بہادر لکھنؤ محلہ [illegible]

غم اٹھانے کے واسطے دم ہے
زندگی ہے اگر تو کیا غم ہے

آئے ہیں وہ رقیب کے گھر سے
اک خوشی ہے تو ایک ماتم ہے

کہتے ہو کچھ کہو کہوں کیا خاک
جانتا ہوں مزاج برہم ہے

گریۂ بے اثر کی کچھ حسرت
ہم ہیں اور آج چشم پرنم ہے

کیا نئے دوستوں سے بگڑے آج
دشمنوں کا بھی اور عالم ہے

مجھکو دیکھا تو غیر سے یہ کہا
عمر اس نوجوان کی کم ہے

گر خوشی ہے تو وصل کی ہے خوشی
غم اگر ہے تو ہجر کا غم ہے

اک جہان مہربان ہوا تو کیا
مہربانی تری مقدم ہے

سنتے ہیں داغ کل وہ آئے تھے
یار سے اب تو ساز باہم ہے

رباعیات

لبریز ہے حسرتوں سے میرا سینا
ہر روز نئے ہیں خون جگر کا پینا
کرتا ہوں دعا کہ یا الٰہی اب تو
منظور نہیں ہے اس طرح کا جینا

ولہ

بیگانہ یہاں ہر اک یگانہ دیکھا
اپنے مطلب کا سب زمانہ دیکھا
جسکو دیکھا غرض غرض کا اپنے
دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا

ولہ

دنیا میں کب انسان کی حاجت نکلی
حسرت ہی رہی کوئی نہ حسرت نکلی
جیسے تھے قیامت کی توقع پہ ہم
خود وقت کی محتاج قیامت نکلی

۱۶ ۳۸۹

باطن کی خبر خدا کو ہے داغ
ظاہر میں وہ مہربان بہت ہے

کعبے کی ہے ہوس کبھی کوئے بتان کی ہے
مجھکو خبر نہین مری مٹی کہان کی ہے

سنکر مرا فسانہ انھین لطف آگیا
سنتا ہون اب کہ روز طلب قصہ خوان کی ہے

پیغامبر کی بات پر آپس مین رنج کیا
میری زبان کی ہے نہ تمھاری زبان کی ہے

کچھ تازگی ہو لذت آزار کے لیے
ہر دم مجھے تلاش نئے آسمان کی ہے

جان بر بھی ہو گئے ہین بہت مجھسے نیم جان
کیا غم ہے اے طبیب جو پوری وہان کی ہے

حسرت برس رہی ہے ہمارے مزار پر
کہتے ہین سب یہ قبر کسی نوجوان کی ہے

وقت خرام ناز دکھا دو جدا جدا
یہ چال حشر کی یہ روش آسمان کی ہے

فرصت کہان کہ ہمسے کسی وقت تو ملے
دن غیر کا ہے رات ترے پاسبان کی ہے

قاصد کی گفتگو سے تسلی ہو کس طرح
چھپتی نہین وہ بات جو تیری زبان کی ہے

جور رقیب و ظلم فلک کا نہین خیال
تشویش ایک خاطر نامہربان کی ہے

سنکر مرا فسانۂ غم اس نے یہ کہا
ہو جائے جھوٹ سچ یہی خوبی بیان کی ہے

دامن سنبھال باندھ کمر آستین چڑھا
خنجر نکال دل مین اگر امتحان کی ہے

ہر ہر نفس مین دل سے نکلنے لگا غبار
کیا جانے گرد راہ یہ کس کاروان کی ہے

کیونکر نہ آتے خلد سے آدم زمین پر
موزون وہین وہ خوب ہے جو جس جہان کی ہے

تقدیر سے یہ پوچھ رہا ہون کہ عشق مین
تدبیر کوئی بھی ستم ناگہان کی ہے

۳۴ ۹

اردو ہے جسکا نام ہمین جانتے ہین داغ
ہندوستان مین دھوم ہماری زبان کی ہے

غم اٹھانے کے واسطے دم ہے
زندگی ہے اگر تو کیا غم ہے

آئے ہیں وہ رقیب کے گھر سے
اک خوشی ہے تو ایک ماتم ہے

کہتے ہو کچھ کہوں کیا تاکے
جانتا ہوں مزاج برہم ہے

گریہ ہے اثر کی کچھ حسرت بھی
ہم ہیں اور آج چشم پرنم ہے

کیا سنئے دوستوں سے بگڑے ہے آج
دشمنوں کا پھر اور عالم ہے

مجھکو دیکھا تو غیر سے یہ کہا
پھر اس نوجوان کا ہی غم ہے

گر خوشی ہے تو وصل کی ہو خوشی
غم اگر ہے تو ہجر کا غم ہے

اک جہان مہربان ہوا تو کہا
مہربانی تری مقدم ہے

سنتے ہیں داغ کل وہ آئے تھے
بار ہے اب تو سب کو کیا ہم ہے

رباعیات

لبریز ہے حسرتوں سے میرا سینا
ہر روز تجھے ہے خون جگر کا پینا
کرتا ہوں دعا کہ یا الٰہی اب تو
منظور نہیں ہے اس طرح کا جینا

ولہ

بیگانہ یہاں ہر اک یگانہ دیکھا
اپنے مطلب کا سب زمانہ دیکھا
جسکو دیکھا غرض کا اپنی
دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا

ولہ

دنیا میں کب انسان کی حاجت نکلی
حسرت ہی رہی کوئی نہ حسرت نکلی
جیسے تھے قیامت کی توقع پر ہم
جو وقت کی محتاج قیامت نکلی

۱۶ ۳۹

باطن کی خبر خدا کو ہے داغ
ظاہر مین وہ مہربان بہت ہے

کعبے کی ہے ہوس کبھی کوئے بتان کی ہے
مجھکو خبر نہین مری مٹی کہان کی ہے

سنکر مرا فسانہ انھین لطف آگیا
سنتا ہون اب کہ روز طلب قصہ خوان کی ہے

پیغامبر کی بات پر آپس مین رنج کیا
میری زبان کی ہے نہ تمھاری زبان کی ہے

کچھ تازگی ہو لذت آزار کے لیے
ہر دم مجھے تلاش نئے آسمان کی ہے

جان بر بھی ہو گئے ہین بہت مجھسے نیم جان
کیا غم ہوا ای طبیب جو پوری وہان کی ہے

حسرت برس رہی ہے ہمارے مزار پر
کہتے ہین سب یہ قبر کسی نوجوان کی ہے

وقت خرام ناز دکھا دو جدا جدا
یہ چال حشر کی یہ روش آسمان کی ہے

فرصت کہان کہ ہمسے کسی وقت تو ملے
دن غیر کا ہی رات ترے پاسبان کی ہے

قاصد کی گفتگو سے تسلی ہو کس طرح
چھپتی نہین وہ بات جو تیری زبان کی ہے

جور رقیب و ظلم فلک کا نہین خیال
تشویش ایک خاطر نامہربان کی ہے

سنکر مرا فسانۂ غم اُس نے یہ کہا
ہو جائے جھوٹ سچ یہی خوبی بیان کی ہے

دامن سنبھال باندھ کمر آستین چڑھا
خنجر نکال دل مین اگر امتحان کی ہے

ہر ہر نفس مین دل سے نکلنے لگا غبار
کیا جانے گرد راہ یہ کس کاروان کی ہے

کیونکر نہ آتے خلد سے آدم زمین پر
موزون وہین وہ خوب ہے جو سنتے جہان کی ہے

تقدیر سے یہ پوچھ رہا ہون کہ عشق مین
تدبیر کوئی بھی ستم ناگہان کی ہے

۳۶ ۹

اردو ہے جسکا نام ہمین جانتے ہین داغ
ہندوستان مین دھوم ہماری زبان کی ہے

کیا نزاکت ہے کہ آئینے میں
عکس کے ساتھ کھنچا جاتا ہے

ناز سے کھینچ نہ مجھ پر تلوار
غیر مشتاق ہوا جاتا ہے

ایک ہے تیری نگہ میری آہ
کہیں ایسوں سے رہا جاتا ہے

حسرتیں دل کی مٹی جاتی ہیں
قافلہ ہے کہ لٹا جاتا ہے

راہ میں گر نہ پڑے خط یارب
نامہ بر شل ہوا جاتا ہے

داغ کو دیکھ کے بولے یہ شخص
آپ ہی آپ جلا جاتا ہے

تلوار تری رواں بہت ہے
تھوڑا بھی تو امتحاں بہت ہے

اے داور حشر کل کہوں گا
دن کم ہے یہ داستاں بہت ہے

کچھ آہ کے حوصلے نکلتے
نیچا مگر آسماں بہت ہے

بگڑا ہے مرے مزاج کا رنگ
بیتاب مزاجداں بہت ہے

اے نامہ بر آنہ جائے آفت
چالاک تری زباں بہت ہے

دامن پہ ترے لگی رہے خاک
اتنا ہی مرا نشاں بہت ہے

دل تنگ سہی پر اے تمنا
مرنے کو یہ مکاں بہت ہے

جنت میں کہیں گے تیرے عاشق
تکلیف ہمیں یہاں بہت ہے

سونیکے لطف کس سے اٹھیں
بچھاو غم دو جہاں بہت ہے

انکار رقیب سے بھی ہوگا
یہ فقرا تمھیں رواں بہت ہے

اک کوہ گراں ہے عشق لیکن
اسکو دل ناتواں بہت ہے

الفت میں نہیں ہے صبر نایاب
یہ چیز بلا گراں بہت ہے

جنون سے کیا ہمین تعلی ہین شرمساری ہے — کہ پیرہن سے جو نکلے تو ہم کفن مین رہے

رہا نہ دامن یوسف مین داغ عصیان کا — اگرچہ خون کے دھبے تو پیرہن مین رہے

زبان دے نہ عدو کو کہ یہ تو وہ شئ ہے — ترے دہن مین رہے یا مرے دہن مین رہے

رہے علحدہ شیرین تو اے فلک افسوس — نفاق خسرو پرویز و کوہکن مین رہے

ملا وہ اس مین لعاب دہن کچھ اے ساقی — کہ تازگی بھی ذرا سی مئے کہن مین رہے

۳۸۶ — ۱۴

مسافری مین جب آرام پاؤگے اے داغ
کہ تم سفر مین رہو آسمان وطن مین رہے

زمانہ ہے خفا مجھسے کہ تم سے — گلے پڑ رہے گلا مجھسے کہ تم سے

ستم سے باز آؤ ورنہ اک دن — یہ پوچھیگا خدا مجھسے کہ تم سے

مجھے معلوم تھا یا تمکو معلوم — وہ راز افشا ہوا مجھسے کہ تم سے

نہ کہنا پھر کہ ہم قاتل نہین ہین — ہوا خون حنا مجھسے کہ تم سے

رقیبون سے یہ کہتا ہون سر بزم — وہ بیٹھے ہین خفا مجھسے کہ تم سے

چھپا کیون چاند بدلی مین شب وصل — اسے آئی حیا مجھسے کہ تم سے

خدا جانے محبت کو سر حشر — پڑیگا واسطہ مجھسے کہ تم سے

۳۸۷ — ۹

مرا کہنا نہ مانا داغ تم سے
انھون نے کی دغا مجھسے کہ تم سے

ذکر میرا اگر آ جاتا ہے — سن کے وہ صاف اڑا جاتا ہے

غم ترا حصہ ہے میرا لیکن — دل چرا کر اسے کھا جاتا ہے

تھک گیا درد بھی اٹھتے اٹھتے — اب کلیجے مین رہا جاتا ہے

افسانۂ غم انکو سناؤن نہ سناؤن
ڈرتا ہون کہ وہ خواب مین ڈر کے اٹھینگے

چھیڑا ہے اگر تذکرۂ عشق تو سن لو
یہ قصہ تو پورا ہی بیان کر کے اٹھینگے

دنیا ہی مین کر پرسش مظلوم الٰہی
بت حشر مین اٹھینگے تو پتھر کے اٹھینگے

میکش تو چلے جائینگے جنت سے نکلکر
جبتک نہ مزے بادہ ساغر کے اٹھینگے

بیکار ہے تقلید رہ شوق مین سچ ہے
معلوم نہ تھا پاؤن نہ رہبر کے اٹھینگے

دیکھینگے وہ جب ناز سے ہان نالہ کرونگا
فتنے یہ برابر سے برابر کے اٹھینگے

قاتل ترے کشتون کا سنبھلنا نہین آسان
وہ روز جزا بھی بھر بھر کے اٹھینگے

۳۷۲

ہم لطف کے بندے ہین خدا کی قسم اے داغ
ہمسے نہ کبھی ناز ستمگر کے اٹھینگے

۹
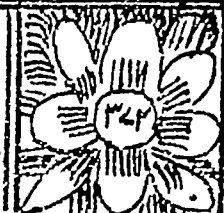
نہ سمجھا تھا کہ گذری اُس بت خودسر کو سمجھاتے
پگھلکر موم ہو جاتا اگر پتھر کو سمجھاتے

ہماری کون سنتا ہے وگرنہ ہم تو رخصت
ادھر کچھ دلکو سمجھاتے ادھر دلبر کو سمجھاتے

چکھا دیتے مزہ منھ پھیر کر رک رک کے چلنے کا
جو بس چلتا تو اپنے ہاتھ سے خنجر کو سمجھاتے

تری رفتار کا انداز جیسے ہو وہ سیکھے کیونکر
دبا کر کسطرح ہنگامۂ محشر کو سمجھاتے

ہوئے ملزم ہمین سمجھا کے تم اے حضرت ناصح
سمجھکر بندہ پرور ایسے دانشور کو سمجھاتے

یہ ظالم تو ہزارون کوس ہمسے دور رہتا ہے
اگر ملتا تو کچھ ہم چرخ بداختر کو سمجھاتے

خدا جانے کہان سے راہ الفت مین کہان تک
جو ہوتا ہوش کچھ ہمکو تو ہم رہبر کو سمجھاتے

اگر یہ جانتے دعوی کرینگے بت خدائی کا
تو اول ہی سے ہم کیا جانے کیا کافر کو سمجھاتے
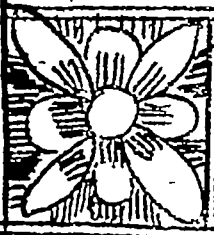
شب فرقت تڑپنا داغ کا دیکھا نہین جاتا
گذر جاتی ہے ساری رات سارے گھر کو سمجھاتے

وصل میں بھی اُس سراپا ناز سے کیونکر بنے
ہر نگہ تلوار جسکی ہر مژہ خنجر بنے

کیا خبر تجکو ستم کرتا ہے کیا تیرا بگاڑ
اُسکے دل سے پوچھ جسپر تیغ کھینچی جا پہ بنے

آرزو ہے حشر کے دن کان رکھکر وہ سنیں
نامۂ اعمال میرا شوق کا دفتر بنے

خانہ ویرانی مری منظور ہے تو آئیگا
روز نکلے ہے رہ رو اُسکے دل میں میرا گھر بنے

عارض روشن کی پرتو سے عجب کیا ایکدن
گر چمک کر آئینہ اقبال اسکندر بنے

دشمنوں کی جان پر کیونکر گرے یہ برقِ آہ
کسطرح سے آسمان میرا دل مضطر بنے

روزِ فردا ہو گی تیری رہگذر سے فتنہ خیز
ہر زمیں کو یہ لیاقت کب ہے جو محشر بنے

دُر دمے سے شہر بگاڑا تو نے ای زاہد عبث
میکدہ جنت نہیں جو بادہ اطہر بنے

رشک تو دیکھو مصور کے قلم کرتا ہے ہاتھ
اُسکی صورت ہے اگر تصویر بھی بہتر بنے

گر وہ منہ آیا کیے تا دیر بیٹھے تو رہے
داغ اُنکی بزم میں دانستہ ہم اکثر بنے

۹

کیا رات دن ہے فکر کسی تازہ جور کی
کہتے ہیں اپنی آپ نہ سنتے ہیں اور کی

کیا ناگہان جفائیں تری یاد آگئیں
بھولے سے اپنے حال میں جب بیٹھے غور کی

آزردگی جو دل سے ہو تو گلہ نہیں
رنجش بھی اک ادا ہے مگر اور طور کی

اُس فتنہ گر کو رحم کیسا ضد آگئی
جب ہم نے آہ کی تو جتا اُٹھے اور کی

کیفیت زمانہ جمشید دیکھ لیں
ساقی پلا شراب کہیں اگلے دور کی

کہتے ہیں دیکھکر وہ مہ مصر کی شبیہ
اچھی ہے ایک شکل حسیں اپنے طور کی

دنیا میں ایک یاس کا معشوق سے گلا
ہیں اُسکا خواستگار طلب اُسکو اور کی

پھر عمر تا بہ آئے تو وہ کریں کہکے
اچھا ہوا علاج کیا اچھی غور کی

اُس بت کی جو یاد آئی ہمیں خلد بریں میں
اُف کر کے جگر تھام لیا اشک بھر آئے

میری شب غم اُنکی شب وصل عدو ہی
جب یاں سحر آئے تو وہاں بھی سحر آئے

تجھسے تو ستمگر ترے ارماں ہی اچھے
تو جا کے نہ آیا کبھی یہ عمر بھر آئے

فرصت جو ملی دفن سے پھر رنج کسے تھا
ہنستے ہوئے ساتھ اُنکے مری نوحہ گر آئے

موت آئی ہوئی ٹل بھی گئی آج تو پھر کیا
کیا عمر رواں ہے کہ نہ بار دگر آئے

کم حلقۂ گیسو سے دام تصور
جانے کبھی نہ دوں اُسکو وہ ابکی اگر آئے

ہر دل کی طلب ہے غم یار پریشان
جب ایک ہی مہماں ہو کس کس کے گھر آئے

ترسیں گی اسے بھی شب فرقت مری آنکھیں
رونا بھی حقیقی تنک ہے کہ خون جگر آئے

۳۶۷

اے داغ گلہ غیر سے کیا بزم میں تمکو
جب دوست کہے آپکے دشمن کدھر آئے

۷

اول تو ہے دور وہ نالوں سے ہمارے
پاس آئے تو گھبرائے سوالوں سے ہمارے

یہ کہتے ہیں بلبل سے وہ گل ہاتھ میں لیکر
تو کچھ ادا کر اسے گالوں سے ہمارے

کیا برہنہ پا دشت میں لاکھوں بھی نہ ہونگے
کانٹوں نے مگر چھیڑ ہے چھالوں سے ہمارے

دیتا تو ہے یاس کہ محشر میں کہو تم
بولے نہ کوئی چاہنے والوں سے ہمارے

ہر وقت نئی ذہن ہے ہمیں تازہ تصور
جاؤ گے کہاں بچکے خیالوں سے ہمارے

کہتی ہیں وہ آنکھیں صف مژگاں کو بڑھا کر
ہے کون جو روکش ہو رسالوں سے ہمارے

۳۶۸

اے داغ فلک دشمن ارباب ہنر ہے
ظالم کو خبر ہو نہ کمالوں سے ہمارے
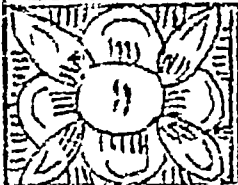
۱۱

کام دور چرخ میں بگڑے ہوئے اکثر بنے
تجھسے ستمگر جب بگڑ جائے تو پھر کیونکر بنے

ترے کوچے مین جو ہم بادیدۂ تر بیٹھتے
چارہ گر بھی ہمنشین تھا اُنکو ناصح بھی تھا
ہائے بیتابی شب وعدہ ترے مہجور کی
ہو گئی محفل تری کیا بے ادب بیقاعدہ
غیر کے ہمراہ پھرتے ہو خدائی خوار تم
جب کیا شکوہ کہ محفل مین رہے ہم بیٹھتے دور
گھر سے باہر ہی نہین آتے وہ خلوت دوست ہائے
جسکی قسمت مین ہو گردش کسطرح بیٹھے کہین

جوش طوفان سے زمین مین سیکڑون گھر بیٹھتے
ورنہ بیتابی سے ہم کیا جانتے کیا کر بیٹھتے
اکثر اُدھر اُٹھتے ہمنے دیکھا اُسکو اکثر بیٹھتے
جو کھڑے رہتے تھے وہ اب ہین برابر بیٹھتے
عار آتی ہے ہمارے پاس دم بھر بیٹھتے
اُسنے جھنجلا کر کہا کیا میرے سر پر بیٹھتے
بیٹھتے چھپکر تو میرے دل کے اندر بیٹھتے
ہمسے آوارہ ترے کوچے مین کیونکر بیٹھتے

۳۶۶

داغ تمنے کیون کیا ہے نام وحشت کا خراب
اس سے تو بہتر یہی تھا چین سے گھر بیٹھتے

۱۸

سب سے پہلے مقابل مرے داغ جگر آئے
پھر رنج کا منھ کو رنہ لے نامہ بر آئے
وہ اپنے تصور سے یہان پیشتر آئے
حورون سے ملا لیکن کسی شوخ کی صورت
کوئی ہو ترا شیفتہ ہو یہ نہ ہو وہ ہو
عادت ہی ہوئی رنج کی گو مرگ عدو کا
حسن آئینۂ عشق ہو عشق آئینۂ حسن
رہ رہ کے وہ پچھتائین کہ کیون اُسکو ستایا
وہ کہتے ہین فرصت نہین ہمکو سیادعاء
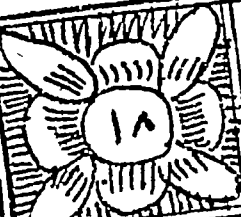
خورشید قیامت کو بھی تارے نظر آئے
ایسا نہ ہو الزام اُدھر کا اِدھر آئے
ارمان بھرے دل مین الٰہی اتر آئے
دم بھر کو اگر چرخ سے جنت اُتر آئے
دل جلنے اگر دل کیطرح سے جگر آئے
رونے سے ہمین کام کسی کی خبر آئے
مین تجکو نظر آؤن مجھے تو نظر آئے
تھم تھم کے مری آہ مین یارب اثر آئے
تم صبر کو اپنے ہی بلا لو اگر آئے

یہ بزم چھوڑ کے کیا جائین ہم جہنم کو
ترے بلانے سے لے رشک حور ہم آئے

گئے تھے پیر خرابات کی خرابی کو
وہان سے نشۂ صہبا مین چور ہم آئے

یہ خوف اہل وطن تھا کہ دشت غربت تک
وطن سے بچتے ہوئے دور دور ہم آئے

ہزار بھیج چکے ایک نامہ بر نہ پھرا
گئے تھے کہکے یہ سب اے حضور ہم آئے

۳۶۱ — ۹

ہزار شکر ہمین داغ حج نصیب ہوا
قصوروار گئے بے قصور ہم آئے

جسکے پہلو مین ہو تم اسکا نصیب اچھا ہی
میری دانست مین تجھسے بھی رقیب اچھا ہی

مرض عشق بھی آفت ہے وگرنہ ہم نے
کی دوا اسکی سنا جسکو طبیب اچھا ہی

بیٹھے ناوک کی طرح اٹھے قیامت کی طرح
یہ ادب جسنے سکھایا وہ ادیب اچھا ہی

شہسواران رہ عشق کو پہونچا کب خضر
ہم غریبون کا یہ بیچارہ غریب اچھا ہی

اسکے سنتے تو یہی ہین کہ ہنرمند نہین
کیون تجھے دیکھکے کہتے ہین نصیب اچھا ہی

آپ سنتے ہی نہین ہائے مرا افسانہ
سو طلسمون مین یہ احوال عجیب اچھا ہی

اے دہن تیرے لئے حرف دعا بہتر ہے
اے زبان تیرے لئے ذکر حبیب اچھا ہی

شیخ کو تاک کے رندون نے کہا آہ یہین
مال یہ جبہ و دستار و جریب اچھا ہی

۳۶۲ — ۱۵

جو مصاحب ہون وہ اس رمز کو سمجھین اے داغ
دور رہنا ہے برا اور قریب اچھا ہے

جو عمل وحشت سے کرون کیا سخت مشکل گھر مین ہی
گور مین کافر کا مردہ ہے کہ یہ دل گھر مین ہی

آئینہ مین عکس سے اپنے وہ لڑجاتے مگر
بس نہین چلتا کہ خود یا مقابل گھر مین ہی

تنگ ہے گو نور اس نگاہ شوخ کو نہ سمجھے حیا
اسکو آسانی سفر مین اور مشکل گھر مین ہی

تیرے مجبور کے پہلو ہی مین پائے ہمنے
سر بستر کبھی تکیے نہ سرہانے پائے

(۳۵۹)
داغ کی لاش سر راہ گذر ہے پامال
مرتبے خوب تمہارے شہدا نے پائے
(۱۱)

اونکے خیال مین جو ذرا ہم بہل گئے
کیا رشک ہے وہ اپنی تصویر سے جل گئے

سب حسرتون کا پاس نے کھٹکا مٹا دیا
جینے خلش تھی ولین وہ کانٹے نکل گئے

پیچھے ہی پرائی آگ مین پڑتا نہین کوئی
ہمراہ کوہ طور کے موسے نہ جل گئے

ہم کیا کہین گذرتی ہے کسطرح زندگی
دو چار بار آئے تو دم بھر بہل گئے

اب تک وہی زمین ہے وہی آسمان ہے
دو چار دن مین وہ نہ رہے تم بدل گئے

تھا سادہ جب ہوئے تو رہے محو آئینہ
ناگاہ کوئی آ جو گیا جھٹ سنبھل گئے

کیا برف ہو گیا ہے دم سرد سے بدن
دیکھی جو نبض ہاتھ طبیبوں کے گل گئے

بیزار جس سے تھے یہ وہی دل ہے میری جان
اب کیا ہوا کہ دیکھتے ہی تم مچل گئے

اب یہ کیا ہے کہ کسی سے ملاتے نہیں نظر
لاکھون ہماری آنکھ سے جلنے نکل گئے

مرنے کے ساتھ کوئی بھی مرتا نہیں کبھی
فرقت مین رفتہ رفتہ سب احباب ٹل گئے

(۳۶۰)
احباب ڈھونڈھتے ہین پریشان ہین رفیق
کیا جانئے آج داغ کدہر کو نکل گئے
(۹)

عدم سے دیکھنے رنگ ظہور ہم آئے
بلا نہ جسکے لیے اتنی دور ہم آئے

ہر ایک شیشہ [illegible] کے پھر اسپر ہم آئے
پہ کسی بلا مین دل ناصبور ہم آئے

حبیب یاد کی آنکھوں پہ ہو کے سی نظر آتی ہے
پکارتے ہین یہ ناز و غرور ہم آئے

لکھا ہوا [illegible] مرتے [illegible] دیکھلو آکر
ملا جواب کہ اب تو ضرور ہم آئے

مے کے پینے سے گر تو لوں توبہ
آرزو ہی نجات جاتی ہے

دل لگی کا مزا جب آتا ہے
ہستی بے ثبات جاتی ہے

نگہ یار غیر کی جانب
کوئی بے التفات جاتی ہے

خوب آتا ہے لطف آزادی
جب یہ قید حیات جاتی ہے

۳۵۶ — ۹

کیا کروں داغ وصل میں شکوہ
بات کہتے میں رات جاتی ہے

دل چرا کر نظر چرائی ہے
لٹ گئے لٹ گئے دہائی ہے

ایکدن مل کے پھر نہیں ملتے
کس قیامت کی یہ جدائی ہے

اے اثر کر نہ انتظار دعا
مانگنا سخت بے حیائی ہے

میں یہاں ہوں وہاں ہے دل میرا
نارسائی عجب رسائی ہے

اس طرح اہل ناز ناز کریں
بندگی ہے کہ یہ خدائی ہے

پانی پی پی کے توبہ کرتا ہوں
پارسائی سی پارسائی ہے

وعدہ کرنے کا اختیار رہا
بات کرنے میں کیا برائی ہے

کب نکلتا ہے اب جگر سے تیر
یہ بھی کیا تیری آشنائی ہے

۳۵۷ — ۱۰

داغ ان سے دماغ کرتے ہیں
نہیں معلوم کیا سمائی ہے

دل کی کلی نہ تجھ سے کبھی اے صبا کھلی
چمپا کھلی گلاب کھلا موتیا کھلی

بیخود شب وصال عدو میں وہ مست ہی
اب تک حنا بندھی جو کھلی بھی تو کیا کھلی

جام شراب ہاتھ سے ساقی نے رکھ دیا
جب مینہ برس کے دھوپ چمن میں ذرا کھلی

گئے ہیں اور یہ کہتے گئے ہیں
بہل جاؤ گے اپنے ہمنشین سے

قیامت کا تو وعدہ ادھر یہ انکار
کلیجا پک گیا تیری نہیں سے

عدو کی بات آپ جانتے ہو
خدا محفوظ رکھے اس یقین سے

مری بربادیوں کی مشورت کو
فلک چھپ چھپ کے ملتا ہے زمین سے

لگا دو تیر بھی انکار کے ساتھ
چلے گا کام کیا خالی نہیں سے

ڈھلا سارا بدن سانچے میں گویا
ذرا اوترا نہیں ظالم کہیں سے

پڑا ہوں منہ لپیٹے میکدے میں
حجاب آتا ہے مجکو اہل دین سے

یہ جانِ ناتوان لیجئے وہ دیجئے
بدلتی ہیں نگاہ شرمگین سے

الٰہی وہ زمانہ پھر دکھا دے
کہ وہ واقف ہوں کچھ مہر وکین سے

ٹپکتا ہے عرق بن بن کے آنسو
عیاں ہے گریہ قسمت جبین سے

شبِ وعدہ زبان تھک تھک گئی ہے
کہاں تک قصہ خوانی ہمنشین سے

نہیں آتا تجھے گر اے تمنا
نکلنا سیکھ لے جان حزین سے

ہمارے سامنے شکوہ عدو کا
ہماری گھات اے ظالم ہمین سے

بتاؤں نام اے دربان تجھے کیا
یہ کہدے کوئی آیا ہے کہیں سے

مرا احمد ملے محشر میں مجھکو
کرون گا عرض رب العالمین سے

۵۵
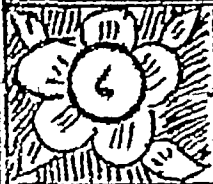
کبھی دیکھا ہے استاد داغ کو خوش
چلے آتے ہیں یہ حضرت وہیں سے
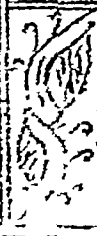
۴

وہ جو بولیں تو بات جاتی ہے
چپ رہیں تو رات جاتی ہے

سائے حوروں کے ہیں شہید ترا
کیا عدم کو برات جاتی ہے

ہائے ناہد چلدیا تو بزم سے تشنہ کام | تیری دعوت کو شراب خوشگوار آنے کو تھی

۲۵ — ۲۶

ہے گران جنس فناہی داغ گیا ہر ایک شے
اب روپئے کو بھی نہین ملتی جو چار آنے کو تھی

وہ آئے خندہ پشیانی کہین سے
تبسم ہے عیان چین جبین سے

ملے کیا کوئی اوس پردہ نشین سے
چھپائے نہ جو صورت آفرین سے

شفا ہو عیسیٰ گردون نشین سے
ہماری بندگی پونہچے یہین سے

کسی کا رشک حور دن کو آنہیں
نکلوا دے نہ فردوس برین سے

شب وعدہ عدو کر اسے نزاکت
قسم ٹوٹے نہ میری نازنین سے

اوسے افسانۂ غم ڈرتے ڈرتے
سنایا کچھ کہین سے کچھ کہین سے

وہ آئے کیون کہ طرز بے وفائی
اڑا کر لیگئے جان حزین سے

مرے لاشے پر اونسے مسکرا کر
لین آنکھین عدو کی آستین سے

نگاہ کرم کو جب برق حبا نون
کہ بلجائے اس آہ آتشین سے

اثر تک دسترس کیونکر ہو یارب
دعا نے ہاتھ باندھے ہین یہین سے

اونہون نے دل لیا ہے مفت وہ بھی
بڑی حجت سے نفرت سی نہین سے

سدا ہین بیشہ وحشت
گریبان کم نہین ہے آستین سے

بنایا تجکو اور ایسا بنایا
کہے کیا کوئی صورت آفرین سے

فرشتے کیا لکہین اوسکی بُرائی
اوڑے ہین ہوش زلف عنبرین سے

تمہین بیداد گر اللہ کی شان
جفا کی داد مین چاہون تمہین سے

تمہارے گھر مین ہے اوسکا ٹھکانا
گیا گذرا ہو جو دنیا و دین سے

آب بقا نے گرچہ بہت روک تھام کی
پیری چلی نہ خضر علیہ السلام کی

ساقی نہ رسم ترک ہو شرب مدام کی
پہلے چھڑک زمین پہ تو قاضی کے نام کی

کیا جانے خط میں کیا ہے کہ قاصد ہے چال
پوچھی جو صبح کی تو کہی اوسنے شام کی

جس خط پہ یہ لگائی اوسیکا ملا جواب
اک مہر میرے پاس ہے دشمن کے نام کی

اللہ رے غرور کہ آئینہ دیکھکر
اینٹھی ہی عکس سے نہ شکایت سلام کی

ہو گرچہ بادشاہ رقیب سیاہ رو
خالق نگہ بنائی نہ صورت غلام کی

صبح شب وصال نہ جانے دیا اونہیں
فرصت نہ آسمان کو ملی انتقام کی

افسانہ فراق میں گذری شب وصال
جب صبح ہوگئی تو کہانی تمام کی

رکھنا الگ بچا کے رقیبوں سے اے فلک
آزار میرے حق کا جفا میرے نام کی

تیری ہی یاد ہے انہیں تیرا ہی ذکر ہے
دل اپنے کام کا نہ زبان اپنے کام کی

یہ چھیڑ دیکھنا کہ دم شکوۂ فراق
تائید ہو رہی ہے ہمارے کلام کی

۲۵۲

اے داغ قتل ہوکے ملا رتبہ شہید
ہوتی ہے اب زیارت وہاں میرے نام کی

۱۱

ہر ایک بے نمود کی اوس میں نمود ہے
موجود ہے وہی جو عدیم الوجود ہے

کیا قبر نازنیں کی ترے سنگ نمود ہے
افسوس فاتحہ ہے نہ جسکی درود ہے

اوس شعلہ رو کے رخ پہ جو خط کی نمود ہے
کیا آتش خلیل کا یارب یہ دود ہے

پوشیدہ اوسکا حسن ہوا کب نقاب سے
پردے میں بھی ہر اک طرح کی نمود ہے

روز نخست لیں مری آہوں نے چٹکیاں
رنگ اسلیئے فلک کا ازل سے کبود ہے

کیا دل دیا اگر نہ دیا جوہر قبول
ایسے بھی ہیں کہ جنکو زیاں ہے نہ سود ہے

دیکھتا جا ادھر او قہر سے ڈرنے والے
نیچی نظریں کئے محشر میں گذرنے والے

راہ دیکھینگے نہ دنیا سے گذرنے والے
ہمتو چلتے ہیں ٹھہر جائیں ٹھہرنے والے

قلزم عشق سے ای خضر ہمیں خوف نہیں
بیٹھ کر تہ میں ابھرتے ہیں ابھرنے والے

اس گذرگاہ سے پونچیں تو کہیں منزل تک
جیسی گذریگی گذارینگے گذرنے والے

منھ نہ پھیرا جگر و دل نے صف مژگان سے
سچ تو یہ دو بھی بڑے ہوتے ہیں مرنے والے

ہوئے لبریز نہ چھلکے کا مرا ساغر دل
میکدے سو ہوں اگر لاکھ ہوں بھرنے والے

ایک تو حسن بلا اس پہ بناوٹ آفت
گھر بگاڑینگے ہزاروں کے سنورنے والے

کیا جہاں گذرا ئیں بھی لگی ہی گذری
مول لیجاتے ہیں غم یاں سے گذرنے والے

قتل ہونگے ترے ہاتھوں سے خوشی اسکی ہے
آج اترائے ہوئے پھرتے ہیں مرنے والے

تیرے گیسوے پریشان نہ کریں سودائی
سر نہ ہو جائیں کسی کے یہ بکھرنے والے

آہ کے ساتھ فلک سے یہ ندائیں آئیں
جل گئے سایۂ طوبیٰ میں ٹھہرنے والے

حشر میں لطف ہو جب ان سے ہوں دو دو باتیں
وہ کہیں کون ہو تم ہم کہیں مرنے والے

کشتی نوح سے بھی کود پڑوں طوفان میں
دیں سہارا جو مجھے پار اترنے والے

خوش نوائی نے رکھا ہمکو اسیر اے صیاد
ہمسے اچھے رہے صد قفسیں اترنے والے

کیا ترے کاکل شبگوں کی بلائیں لینگے
بوالہوس تیرگی بخت سے ڈرنے والے

ہستے رہی قہر رہی جبر رہی کبر و غرور
بت خدا ہیں مگر انصاف نہ کرنے والے

غسل میت کی شہیدوں کو ترے کیا حاجت
بے نہلائے بھی نکھرتے ہیں نکھرنے والے

حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے
اور ہونگے تری محفل سے ابھرنے والے

مین نے عرض کی آنا جنازے پہ مرے
وہ یہ سنتے ہی رہے اور لیے گئے دل چھین کر

بولتے ہو موت کے معنی پہ تم لفظ وصال
غیر ترے فیض سے محسود عالم ہو گیا

پہلے تو بولے وہ اچھا پھر کہا اٹکا ہے
ہم یہ کہتے ہی رہے دیکھو پرایا مال ہے

اور کبھی تو اک محل پر اسکا استعمال ہے
جیتے دیکھا بول اٹھا ہائے کیا اقبال ہے

۲۴۴

فرض ہی کیا یہ کہ ہر مرد پہ ہوتا ہو عذاب
بلکہ ہستی سے عدم مین داغ تو خوشحال ہے

۱۷

کیا تھا جرم وفا لذت سزا کے لیے
خدا کرے نہ کسی کا امیدوار وصال

جو ہو لباس ہو تجھ سا ہی جامہ زیبا ہو
مری خبر کو وہ آئین تو جلد آئین کہین

بڑا مزہ ہو جو محشر مین ہم کرین شکوہ
غرض جہان سے کیا لے فلک سے رہتے

اثر تو لوٹ لیا بات بات نے تیری
زبان جلا لی گئے قطع ہاتھ پہونچون سے

مرے مزار کو تو وہ کیا ہے تیرون سے
رقیب سے کبھی تو برسون مین بات کرتے

شریر آنکھ نگہ بیقرار چتون شوخ
صفت کا رتبہ یہان ذات سے سوا دیکھا

ملے تو حشر مین لیلون زبان ناصح کی

ستم کے لطف اٹھائے مزے جفا کے لیے
دعائین مانگتے ہین ترک مدعا کے لیے

بنا نہ دامن محشر تری قبا کے لیے
فرشتے کہتے ہین کیا حکم ہے قضا کے لیے

وہ منتون سے کہے چپ رہو خدا کے لیے
غریب خانہ ہے موجود ہو بلا کے لیے

رہا نہ کچھ بھی مری عرض مدعا کے لیے
یہ بند و بست ہوئے ہین مری دعا کے لیے

بہانہ یہ ہے کہ روزن کیے ہوا کے لیے
یہ فکر ہے انھین افزائش جفا کے لیے

تم اپنی شکل تو پیدا کرو حیا کے لیے
دعا ہے تجھ سے زیادہ تری بقا کے لیے

عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لیے

۲۱

مجرم عشق کو کیا حکم ہے اے داور حشر
داغ جنت مین رہے یا کہ جہنم مین رہے

هر بات ہے شوخ فتنہ گر کی
شوخی ہے مزاج مین نظر کی

تاثیر ہوئی ہے کس نظر کی
وہ آنکھہ نہین ہے نامہ بر کی

بے چین ہے جان بے خبر کی
چٹکی ہے غضب تری نظر کی

آنا نہ شب وصال آ مرگ
مہمان ہے عمر رات بھر کی

مقبول ہو دعائے عاشق
ہر دم ہے یہی دعا اثر کی

سویا ہے مجھی کو خواب مین بھی
جب آنکھہ لگی ہے نوحہ گر کی

خاطر ہے تری عدو کی خاطر
گو اپنے خلاف تھی مگر کی

زانو پہ ترے رہا تھا جب سے
لیتا ہون بلائین اپنے سر کی

کیون آئی صبا تری گلی مین
پھرنے والی ہزار گھر کی

کچھہ کہتی ہے اپنی بدگمانی
سن لی ہے اونھون نے نامہ بر کی

سب اسکی نظر کو دیکھتے ہین
تعریف کرین مرے جگر کی

امید سزا ہین رات دن مین
گنتا ہون خطائین عمر بھر کی

اب میری عوض اسے سنبھالو
ملتی نہین نبض چارہ گر کی

رہتی ہے بہ رنگ شمع مردہ
وہ آہ کہ جان تھی اثر کی

کیا بات ہے خیر ہو الٰہی
رکتی ہے زبان نامہ بر کی

تلوار مجھی کو ہے مری آہ
وہ بھی ظالم تری کمر کی

کچھہ صبر کیے سے بن نہ آیا
یون بھی تو بہت دنون بسر کی

مرے خرابے میں آکر وہ چوکڑی بھولے
کہ پھر نہ خانہ خرابی کو گھر کی راہ ملے

ترا دل آئے کسی پر تو عرش ہلجائے
اثر تلاش میں ہی اسطرح کی آہ ملے

تمھارے کوچے میں ہر روز وہ قیامت ہی
کہ سایہ ڈھونڈھ رہا ہے کہیں پناہ ملے

ترا غرور سمایا ہے اسقدر دلمین
نگاہ بھی نہ ملاؤن جو بادشاہ ملے

سر برہنہ مجنون پہ آشیان ہی تاج
نہ رکھے سر پہ جو فغفور کی کلاہ ملے

فلک کیطرح جفائیں نہ کیجیے ہر روز
اسیکی قدر ہے نعمت جو گاہ گاہ ملے

تمھارے حسن سے کیا رتبہ ماہ کنعان کو
وہی تو چاند ہے جسے ڈوبنے کو چاہ ملے

سب اہل حشر جب اپنے کیے کو پائین گے
بڑا مزہ ہو جو مجکو مرا گناہ ملے

کرو نہیں عرض اگر جان کی امان پاؤن
کہون پتہ کی اگر قہر سے پناہ ملے

یہ سمجھے مرے کی لڑائی ہے مزے کا ملاپ
کہ مجھسے آنکھ لڑی اور پھیر نگاہ ملے

ہوا ہے دود جگر سے یہ گھر مرا تاریک
کہ موت ڈھونڈھتی پھرتی ہے کوئی راہ ملے

نہ اسکو صبر نہ تاثیر کا پتا یا رب
جلا دیا ہے مجھے خاک مین یہ آہ ملے

بلا سے دعوی الفت نہ پیش کرتے ہم
ملے ہوئے ہین جو دشمن سے وہ گواہ ملے

نکھڑے آہ مری جان لیکے چلتی ہو
سفر کرے جو مسافر کو زاد راہ ملے

مثل سنی ہے کہ ملتے سے کوئی ملتا ہے
ملے تو آنکھ ملے دل ملے نگاہ ملے

قمر کو جامۂ شب تو بصر کو پردۂ چشم
کئی لباس ترے نور کو سیاہ ملے

اثر کہاں سے ملے جب پھوٹ ہو باہم
الگ الگ رہے دونون نہ حرف آہ ملے

لگا کے پاؤن نہین اسکی وڑاؤن قاصد کو
اگر مجھے ترے توسن کی گرد راہ ملے

اس انقلاب مین ڈھونڈھو جو مشک اور کافور
تو یہ سفید ملے اور وہ سیاہ ملے

وہ ستم سے ہاتھ اُٹھائے کیوں وہ کسی کا دل دُکھائے کیوں

کوئی اس میں مر ہی جائے کیوں اُسے اپنے کام سے کام ہے

ہوئیں مدتیں کہ نہیں خبر وہ کدھر ہیں اور ہیں ہم کدھر

نہ ہے نامہ بر نہ پیامبر نہ سلام ہے نہ پیام ہے

دل و دین کا جس کو نہ پاس ہو یہی نامراد ہے دیکھ لو

۲۳۸ جسے داغ کہتے ہیں اے بتو اسی روسیاہ کا نام ہے

خوب اب دیکھ لیے طور تمہارے ہم نے
دن مصیبت کے گزارے تو گزارے ہمنے

رہی برہم ہی تری زلف پریشان کی طرح
کام بگڑے ہوئے ہر چند سنوارے ہمنے

جان و دل آپ سے واللہ نہیں ہمکو عزیز
جان و دل آپکے صدقے میں اتارے ہمنے

پاس غیروں کو بٹھا کر یہ دکھایا تم نے
سر پہ دیکھے نہ ترے چلتے ہوئے آرے ہمنے

چوٹ کیا کیا نہ لگی دل پہ ہمارے لیکن
در بدر درد محبت کے سہارے ہمنے

تنگیٔ گوشۂ زندان کے جو ہم خوگر تھے
گور پر بھی نہ کبھی پاؤں پسارے ہمنے

کچھ تو پایا ہے محبت کی مصیبت میں مزا
عیش و آرام کئے ترک سارے ہمنے
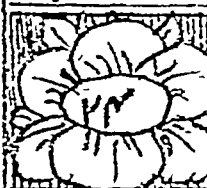
۲۳۹ مطلب اے داغ نہیں دیر و حرم سے ہمکو
بستر اپنا تو کیا سب سے کنارے ہمنے ۲۴۰

بھلا ہو پیر مغاں کا ادھر نگاہ ملے
فقیر ہیں کوئی جاؤ خدا کی راہ ملے

کہاں تھے رات کو ہمسے ذرا نگاہ ملے
تلاش میں ہو کہ مجرم بنا کوئی گواہ ملے

قریب میکدہ مجکو جو خانقاہ ملے
گلے ثواب کے کیا کیا مرا گناہ ملے

وہ روز حشر ہے دنیا نہیں کہ راہ ملے
کہاں چھپو گے جو دو چار داد خواہ ملے

شہادت دشمنون کی تنگ ہے شوق شہادت کو
مرا محضر بنائین دست اپنی ہی گواہی سے

سیہ کاری سے میری کاتب اعمال حیران ہین
کہ اسکا نامہ اعمال لکھین کس سیاہی سے

نہ دہوا آب دضو سے داغ پیشانی کو اے زاہد
ارے ناداں یہ دہبہ مٹے گا رو سیاہی سے

گران بار محبت دفن ہین زیر زمین اکثر
الٰہی کسطرح یہ بوجہہ اٹھا پشت ماہی سے

سراسیمہ پریشان مضطرب آشفتہ و حیران
مرا قاصد تو آیا لیکن آیا کس تباہی سے

شہِ درویش خونے لطف پایا دین و دنیا کا
یہ دولت لی گدائی سے وہ دولت بادشاہی سے

بہی ہے سرمۂ چشم ملائک دیکہنا رتبہ
اوڑی ہے گرد راہِ عشق مین جو یا راہی سے

مبارک دوستونکو آئین بیٹھین بزم عشرت مین
جناب داغ اچھے ہو گئے فضل الٰہی سے

ترے وعدے کو بتِ حیلہ جو نہ قرار ہے نہ قیام ہے
کبہی شام ہو کبہی صبح ہو کبہی صبح ہے کبہی شام ہے
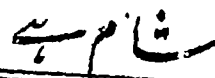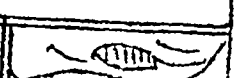
مرا ذکر اُن سے جو آگیا کہ جہان مین ایک ہے با وفا
تو کہا کہ مین نہین جانتا مرا دور ہی سے سلام ہے
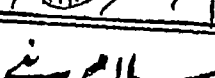
یہین کوئی دم جو لڑائیان لین ہی ان نگاہون سے درمیان
تو ہمارے دل کا بہی مہربان کوئی پل مین قصہ تمام ہے
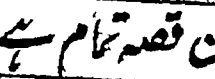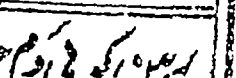
کبہی دیکہہ تو سر رہگذر کہ تڑپتے کتنے ہین خاک پر
نہ چل ایسی چال تو فتنہ گر کوئی یہ بہی طرز خرام ہے
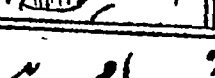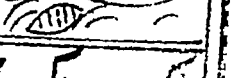
ادہے آج دیکہکے جلوہ گر مجھے آئی قدرت حق نظر
کہ یہ شمس ہے کہ یہ ہے قمر کہ وہ حور وش لب بام ہے
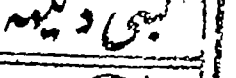
۳۴۵ — ۱۴

داغ آزاد منش وہ ہیں کہ اے بندہ نواز
آپ کا بندہ رہیں اور رہیں آزاد رہے

یار کا پاس نزاکت دل ناشاد رہے
نالہ رکتا ہوا گھٹتی ہوئی فریاد رہے

کے گھڑی چین سے تو اے ستم ایجاد رہے
تیرے سینے میں جو میرا دل ناشاد رہے

وعدۂ حشر پہ کیا صبر ہو تم کہدو گے
ایسے ہنگامے میں جانے کا دن کیا یاد رہے

کوئی مشتاق شہادت نہ کہیں رہ جائے
بس بہت ہو چکی ہر اک شخص پہ جلاد رہے

کہدو یا عیش و قفس اپنی وفاداری کی
دل طلب تھی یا دست ہم نہ اتنے آزاد رہے

دیکھ لی سیر حرم حضرت زاہد ہم نے
آپ کا کعبہ رہا بتکدہ آباد رہے
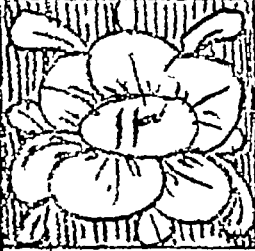
یہ رہا عرش پہ ابرا سے جو حضرت دل نے کہا
میں نہ کہتا تھا کہ سینے ہی میں فریاد رہے

تنگ آیا جو مرے منھ کو کلیجا آیا
کوئی دن کاش یہ خو لب فریاد رہے

باہم اک وعدۂ فردا پہ تو سمجھ جائیں گے
کہ تری بھول کی عادت ہے مجھے یاد رہے

اس دل تنگ میں کس کس کو جگہ دوں یارب
غم رہے وہم رہے فریاد رہے یاد رہے

دل کا ہم عشق سے ویرانہ اُگلا جاتا ہے
کہیں محروم نہ ظالم تری بیداد رہے

تنگ آیا تو مرے منہ سے شکایت نکلی
لب پہ آئی ہوئی کیونکر ستم ایجاد رہے

۳۴۶ — ۱۱
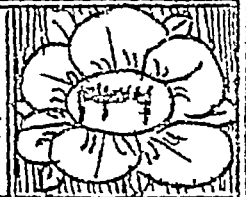
تم نے اے داغ ہمیشہ ہی کیا ہے اُن کا
یہ سخن یاد رہے یاد رہے یاد رہے
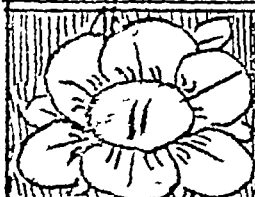
مزا لیتے ہیں ہر ظلم کو وہ عذر خواہی سے
گنہگاروں کو نفرت ہو گئی ہے بیگناہی سے

جفا کے بعد وہ اچھے طور قہر الٰہی سے
مجھے کہتے ہیں جلدی آؤ کیجو دادخواہی سے

نہ آنکھیں کو ہیں قاتل سے لاشیں ناتوانوں کی
فلک تک نکلے ہی چھو لئے نسیم صبح گاہی سے

قتل کر چارہ گر جو صحت ہو
سر اگر ہے تو درد سر بھی ہے

چشم سفاک اسطرف بھی نگاہ
دل کے پہلو ہی مین جگر بھی ہے

کیا کرون برق ہی جو تو آئے آہ
تجھ مین کمبخت کچھ اثر بھی ہے

اسکے انداز سن لیے قاصد
عشوہ گر ہی تو فتنہ گر بھی ہے

لکھ کے خط اب چھپا پھر اگر گھر
کچھ تو دنیا مین نامہ بر بھی ہے

کیسے گھبرائے وہ جو مین نے کہا
لٹ گیا دل مرا خبر بھی ہے

دولت اصل ہے وصال کہان
نفع کے ساتھ ہی ضرر بھی ہے

دل ہمارا طریق الفت مین
راہزن بھی ہے راہبر بھی ہے

تو ہے ای داغ اور کہیں یار
خانہ آباد تیرا گھر بھی ہے

کون تسلیم کے جھگڑے نہ عبث شاد رہے
کچھ کبھی یان بھی نہین گھر آباد رہے

قلب آزاد اگر ہو تو ہو آزاد کی ساتھ
ایک ہی یاد نے گلگشت مین دلشاد رہے

شکل بے خار سے بنجا سے مصور تصویر
دیکھ کے تجکو تیہ بہزاد نہ بہزاد رہے

اسکے سینے مین سفینے سے کیے کیہ نکلین
جو نہ آزاد رہے اور نہ آزاد رہے

کوئی پہلو تو ہے کروٹ کے پلٹ جانے کا
آنکھ سے وہ نہ رہو لب سے جو ارشاد رہے

ہوں وہ ناکام تمنا جو اثر تھا پھر گئے
چھپے دامن مین چھپا سے مری فریاد رہے

دیتے شہرت نہ تمہی چھپے طبیعت نہ رکی
جانے والے نہ کبھی تو دل ناشاد رہے

غنچہ مین بھی نہ لگا دل تیرے دیوانوں کا
یان رہے وان ہے ویران ہی برباد رہے

رنج وہ رنج ہی جسمین نہ تجکو شہو لین
عیش وہ عیش ہے جسمین نہ خدا یاد رہے

تغافل کی جو ٹھہرے آج قاتل فیصلا ٹھہرے
نہین تلوار تک فقرہ کوئی چلتا ہوا ٹھہرے

تسلی دلکو جو دیتے ہین کیسے لوگ ہین یا رب
جگر ہی جب نہ ٹھہرے تو جگر پر ہاتھ کیا ٹھہرے

مسیح و خضر کو کیا ہین دونون ہم تو جب جانین
جو دل گرتا ہوا سنبھلے جو دم جاتا ہوا ٹھہرے

اوڑا جاتا ہے میرا رنگ کیا لکھون نہین خط مین
پریشانی نہ ٹھہرنے دے تو مضمون کیا ٹھہرے

بہار بے خزان دیکھی ہے کسنے دکھا دین ہم
جو اسکی طبع مین آئے باغبان کے آگے نا ٹھہرے

کہان جور و ستم کا حشر مین پھر عشق کا دعوے
مزا دیکھو ترے آگے جو کوئی بیٹھا ٹھہرے

مری افتادگی نے آسمان پر مجھکو پہنچایا
زمین پر وہ نہ ٹھہرے جو تمہاری خاک کیا ٹھہرے

وہی انسان ہو رہا ہے اسکے ہم قائل ہین
بھلا وہ ہین جو بھلا ٹھہرے برے وہ ہین جو برا ٹھہرے

مزہ دیکھا نہین دنیا کا زاہد تمنے دنیا مین
کبھی تو بادہ نوشی کی بھی اے مرد خدا ٹھہرے

صبا تجکو تو غنچے چٹکیون ہی مین اوڑا دیتے
جو نکہت خود ہو آوارہ تو ٹھہرائے سے کیا ٹھہرے

ابھی سیاہ آہ و نالہ و فریاد پیچھے ہے
قدم آگے نہ رکھے عرش اعلے پر رسا ٹھہرے

تری آنکھین بھی آنسو کے لین اپنے ٹھہرنے کو
ٹھہرتی ہے اگر تو چشم دشمن مین حیا ٹھہرے

متاع شوق بھی ہے مایۂ الفت بھی کہتے ہین
اگر لیجئے تو سودا کچھ ہمارا آپکا ٹھہرے

شب وعدہ جب آپ سے شکوہ تاخیر کرتا ہون
تو کہتے ہین کہ ہم انسان کیا ٹھہرے ہوا ٹھہرے

رہا روز جزا کے بعد کا غم مجکو محشر مین
کہ انکو تو یہ ٹھہرے رات کو کیا جانے کیا ٹھہرے

قسم ہے اوسکی یہ مرضی نہین اے داور محشر
کہ مجرم داغ ٹھہرے اور دشمن بیٹھا ٹھہرے

11

شوق دیدار و فکر سر بھی ہے
ہمکو عشاق پر نظر بھی ہے

اب ادھر بھی ہے دل ادھر بھی ہے
مرتے جیتون کی کچھ خبر بھی ہے

پھوٹا دل کی وہیں بھر آئی
جب ہنسی آئی آنکھ بھر آئی

جا شب ہجر وہ سحر آئی
تو ہی جانے کی پھر اگر آئی

آئینہ کیوں ہوا جمال ترا
اپنی صورت مجھے نظر آئی

صبح سے تمکو آرہی ہے ہنسی
خواب میں کس کی چشم تر آئی

تھی شب وصل کس قدر کوتاہ
شام گذری کہ بس سحر آئی

اب کہاں تک سناؤں قصۂ غیر
میری آنکھوں میں نیند بھر آئی

تم سے تو واسطہ ہی کچھ نہ رہا
اب طبیعت رقیب پر آئی

میری امر قدپہ مجھسے کہتے ہیں
کیوں تجھے نیند اس قدر آئی

صدمہ پہونچا جگر کا دل تک داغ
ایک کی چوٹ ایک پر آئی

مطلب کی تم سنو تو ذرا کوئی کچھ کہے
جب ہم سنے خفا ہو تو کیا کوئی کچھ کہے

سوچا جواب کیا مرے حاضر جواب نے
تاکید ہے کہ روز جزا کوئی کچھ کہے

ہم آپ چھیڑ چھیڑ کے کھاتے ہیں گالیاں
کانوں کو پڑ گیا ہے مزہ کوئی کچھ کہے

بندے ہیں ہم تو عشق کے اے شیخ و برہمن
پروا نہیں ہمیں بخدا کوئی کچھ کہے

کمبخت نامراد تو مدت سے ہے خطاب
جی چاہتا ہے اس سے سوا کوئی کچھ کہے

ناصح کہے جسے یہ ہمارا نہیں عمل
جو جی میں آگیا وہ کیا کوئی کچھ کہے

اے داغ اسکی بزم میں ہم گل کھلائیں گے
اس کا ہے انتظار ذرا کوئی کچھ کہے

مرے کوچہ [illegible] تاکس [illegible] بچا بچا ٹھہرے
بڑھی ہے [illegible] دم بھر یہ بیٹھکر ذرا ٹھہرے

بٹھا کے بزم میں اپنی سبک نہ کر اتنا | نہ لے اڑیں کہیں ظالم مرے حواس مجھے

وہ چشم مست ہو گلشن میں گل سے لڑتی ہے | اشارہ کرتی ہے بلبل کہ اک گلاس مجھے

وہ شب کو شیشے میں چمکے جو عکس کاکل سے | بلا بلا کے بٹھاتے تھے اپنے پاس مجھے

غضب میں آ گئے جنت کے رہنے والے کیا | اداس ہو گئے سب دیکھ کر اداس مجھے

رقیب سے سر محفل کلام ہوتے ہیں | سمجھ لیا ہے ستمگر نے بدحواس مجھے

دیا ہے زہر مرے چارہ گر نے تنگ آ کر | دوا تو خوب ملی ہے جو آئے راس مجھے

بتا دیا غم فرقت نے سن کے دل ایسا | کہ موت سے نہیں آتی کبھی ہراس مجھے

۳۲۹

صنم پرست کو اے داغ شیخ کیا سمجھے
جو برہمن ہو تو جانے خدا شناس مجھے

۹
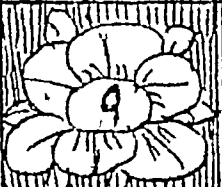
کون غمخوار الٰہی شب غم ہوتا ہے | اب تو پہلو میں مرے درد بھی کم ہوتا ہے

کیفیت خاص ہے گویا مری مجبوری کی | حال جو یار کا ہنگام قسم ہوتا ہے

کس تبسم سے ملی جاتی ہیں آنکھیں دیکھو | کس مسرت سے مری موت کا غم ہوتا ہے

رشک ہے اپنے خط شوق پہ مجھکو کہ وہاں | وہی مضمون سر دشمن کو رقم ہوتا ہے

غیر کا دل کہیں تلووں کے تلے تو نے ملا | فتنہ ہر ایک ترا نقش قدم ہوتا ہے

حشر میں پوچھتے پھرتے ہیں وہ ایک ایک سے یہ | یاں کہیں بھی کسی عاشق پہ ستم ہوتا ہے

یاد آ جاتے ہیں جب زخم محبت کے مزے | شربت خضر بھی حق میں مرے سم ہوتا ہے

خانہ غیر کی آرائش و زیبائش کیا | سوچ لیجے کہیں دوزخ بھی ارم ہوتا ہے

۳۳۰

رہ گیا چھیڑ کے میں قصہ غم جب یہ سنا
داغ اس سر کی قسم مجکو الم ہوتا ہے

۹

عمر بھر تو نے بھلائی کبھی چاہی میری
جیتے جی مینے برائی کبھی چاہی تیری
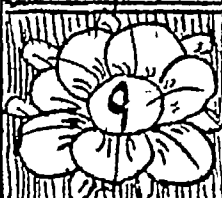
دونون ہاتھونسے جگر تھام لیا ناصح نے
مینے فریاد جو کی داد جو چاہی تیری

ڈرتے ڈرتے وہ مرا حال طبیعت کہنا
پردے پردے مین وہ دزدیدہ نگاہی تیری

ناصحا کہدے محبت مین خدا لگتی کچھ
مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

نظر آئی تہ مجھے بعد فنا شکل عذاب
اتنی گہری تو ہوا سے تیرہ سیاہی تیری

سچ تو یہ ہے کہ برا حال برا ہوتا ہے
غیر نے مجھ سے کہا ہائے تباہی تیری

۲۲۷

ہمنے اے داغ سفارش ہین کی کونسی کی
پر برائی تری تقدیر نے چاہی تیری

۹

صبر کیا آئے مجھے سانس بمشکل آئے
تو تو انسان ہے پتھر پہ اگر دل آئے

کسقدر رہتی نگہ شوق کو قاتل کی تلاش
جب نظر مجکو فرشتے دم بسمل آئے

ہائے وہ جان بچانے کا زمانہ نہ رہا
اب تو اس بات کا رونا ہے کہین دل آئے

خواب مین بھی کبھی تنہا نہین دیکھا مجکو
دلمین بھی آئے تو اغیار کے شامل آئے

غیر معشوق ہو تجھسا بھی تو الفت نکرون
ایسا آتا ہے تو مجھپر ہی مرا دل آئے

اس نزاکت پہ گئے غیر کے گھر مینہ مین تم
ہم اگر مینہ مین آئے تو بمشکل آئے
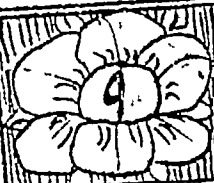
مل گئے راہ مین مجکو یہ بڑی خیر ہوئی
لوگ جو دیکھتے شب کو تری محفل آئے

کیا کہین کس سے کہین جاکے وہان کیا گذری
یار کہتے ہین مبارک ہو تمہین مل آئے

۲۲۸
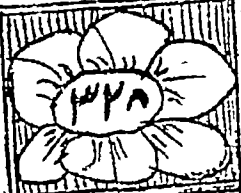
جسکو ہو داغ بہت حسن و شجاعت پہ غرور
میرے نواب بہادر کے مقابل آئے

۹
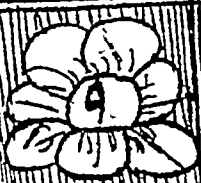
سنبھالکر کوئی لیجائے اُسکے پاس مجھے
بٹھا کے دیتی ہے اک اک قدم پہ یاس مجھے

دغا شوخی شرارت بیحیائی فتنہ پردازی
تجھے کچھ اور بھی آتا ہے کس کس سا نہ آتا ہے

سکندر آئینے سے جام سے جم خوش ہوا تنہا
کوئی میکش کو دیکھے ہاتھ جب پیمانہ آتا ہے

بھرے کچھ آنکھوں میں آنسو پڑی کچھ حلق میں جا کے
قفس میں پے بہ پے مجھکو آب و دانہ آتا ہے
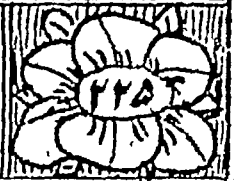
۲۲۵
وہی جھگڑا ہے فرقت کا وہی قصہ ہے الفت کا
تجھے اے داغ کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے

کسطرح ظاہر کروں حسرت جو لاکھوں دل میں ہے
جسطرح تجھ میں ہیں یوں ہی آرزو یوں دل میں ہے

دعوت مژگان کروں مہمانی پیکان کروں
آہ میں کیا کیا کروں اک قطرۂ خوں دل میں ہے

یا تو ایسی تمکنت یا ہے یہ وحشت اسقدر
یا جنوں سر میں ہوا یا کوئی مجنوں دل میں ہے

دیکھتے رہ جاؤگے گر کوئی بسمل گیا
جو تمہاری آنکھ میں ہے یاں وہ افسوں دل میں ہے

کیا کرینگے اہل محشر میرے داغوں کا شمار
عشق کی دولت سے گویا گنج قاروں دل میں ہے

آرزوے عیش سے کیا ہو جو قسمت میں نہ ہو
پھر نہیں ہے تجھمیں اے بخت واژوں دل میں ہے

اس محبت کا برا ہو ایک دم راحت نہیں
دل بکد سینے میں ہے جان محزوں دل میں ہے

کس مصیبت میں پڑا ہوں میں قسم تحریر شوق
وہ سما سکتا نہیں خط میں جو مضموں دل میں ہے

۲۲۶ ۱۱
ہاں ذرا اے جوش وحشت جا لئے کر پڑا ہی داغ
خار صحرا یاد میں ہے شوق ہاموں دل میں ہے
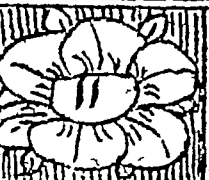
کچھ تو لی زلف نے کچھ شب نے سیاہی تیری
بٹ گئی بخت سیہ خوب تباہی تیری

دم اظہار محبت ٹھہر اے نالہ دل
اور الٹی ہو جائے نہ کمبخت گواہی تیری

یوں تو اے ابر بنا ہی نہیں ملتا تیرا
توبہ کرتے ہی جھلکتی ہے سیاہی تیری

جب کہی دار پہ منصور نے اپنی ہی کہی
میں نے تا عمر جز بات نباہی تیری

ہے سبب طول مدعا افسوس
ساری دنیا پیامبر نہ ہوئی

نہین معلوم کسکے دل مین ہی
کبھی ظاہر تری کمر نہ ہوئی

غیر محفوظ ہے ہر آفت سے
شادنی بہی تو عمر بھر نہ ہوئی

نہین سر کار عشق پر الزام
مین برا تہا مری بسر نہ ہوئی

خاک میخانہ تہی اسی قابل
یہ زمین آسمان پر نہ ہوئی

دل سے باتین بہت رہین شب غم
بات کرنے مین بہی سحر نہ ہوئی

دل جلے دفن ہو گئے جس مین
ابر سے وہ زمین تر نہ ہوئی

۳۲۴ — ۱۵

کیا تلون مزاج ہو اے داغ
چار دن بہی کہین بسر نہ ہوئی

مجہے اے اہل کعبہ یاد کیا میخانہ آتا ہی
ادہر دیوانہ جاتا ہی ادہر مستانہ آتا ہے

نہ دل مین غیر آتا ہے نہ صاحبخانہ آتا ہی
نظر چارون طرف ویرانہ ہی ویرانہ آتا ہے

تڑپتا لوٹتا اوڑتا جو بیتابانہ آتا ہی
یہ مرغ نامہ بر آتا ہی یا پروانہ آتا ہے

مری مژگان سے آنسو پونچھتا ہی کس لیئے ناصح
ٹپک پڑتا ہی خود جو اس شجر مین دانہ آتا ہے

یہ آمد ہی کہ آفت ہی نگہ کچھ ہے ادا کچھ ہے
الٰہی خیر مجہسے آشنا بیگانہ آتا ہے

وہ نازک ہین تو کیا اپنے سے خنجر پہیر نہین سکتا
تجہے کچھ ننگ بہی اے ہمت مردانہ آتا ہے

ترا کوچہ ہی وہ دار الشفا بیمار وحشت کو
پہری آتی ہی بنجاتا ہی جو دیوانہ آتا ہے

دم تقریر یا لے حلق مین ٹہریان چبہتی ہین
زبان تک ٹکڑے ٹکڑے ہو کر میرا افسانہ آتا ہے

رخ روشن کے آگے شمع رکہکر وہ یہ کہتے ہین
ادہر جاتا ہے دیکہین یا ادہر پروانہ آتا ہے

جگر تک آتے آتے سو جگہ کرتا ہوا آیا
ترا تیر نظر آتا ہے یا مستانہ آتا ہے

تیرے جلوے کا تو کیا کہنا مگر
دیکھنے والے کو دیکھا چاہیے

کاش دیکر کچھ گرہ سے ہو نجات
تجکو زاہد دین و دنیا چاہیے

دل کی جانب سے تغافل کیون ہوا
قرضدارون پر تقاضا چاہیے

وعدۂ فردا پہ بھی جیتے نہین
کہتے ہین وہ وقت دیکھا چاہیے

۲۲۳

کیون نہین دیتے تسلی داغ کو
اُس سے لیجئے گر تمنا چاہیے

۲۱

نگہ شوق بے اثر نہ ہوئی
تجکو پردے مین بھی نظر نہ ہوئی

ہم نے تقلید خضر کی لیکن
چلتے پھرتے بھی تو بسر نہ ہوئی

تارے گنتے ہو شام سے شب وصل
کیا کروگے اگر سحر نہ ہوئی

دل ویران مین دم رہا قائم
کبھی بستی ادہر ادہر نہ ہوئی

ماتم غیر مین تمھین دیکھا
ورنہ یہ عید کس کے گھر نہ ہوئی

شب فرقت کے دیکھنے والے
ایسے سوئے کہ پھر خبر نہ ہوئی

وائے بیگانگی طبیعت کی
کہ ادہر سے کبھی ادہر نہ ہوئی

اس نزاکت سے قول اُسنے دیا
ہاتھ کی ہاتھ کو خبر نہ ہوئی

وعدہ اُسنے کیا وفا نہ کیا
دل کو تسکین ہوئی مگر نہ ہوئی

حال وہ کیا جو حشر مین نہ کہا
بات وہ کیا جو وقت پر نہ ہوئی

کسکے جلوے نے کر دیا محجوب
آنکھ کے سامنے نظر نہ ہوئی

کبھی اُسنے امید الفت ہو
کبھی یہ فکر ہے اگر نہ ہوئی

عشق مین ذوق اپنا اپنا ہے
دلمین کیفیت جگر نہ ہوئی

بنا حلقہ زلف آغوش شوق / گرفتار اُنکی کمر ہوگئی

ملے ٹھوکرون ہی مین اہل نیاز / ہماری جبین سنگ در ہوگئی

نہ آئے محبت کے کوچے مین خضر / خدا جانے کیونکر بسر ہوگئی

ستم ہوگیا راز دل کھل گیا / چھپاتے چھپاتے خبر ہوگئی

کمی کی نہ تھی شوق نے قتل مین / ادہر ہی سے کچھ رہگذر ہوگئی

فرشتے ہین مخبر تو کیا کیجیے / یہان بات کی وان خبر ہوگئی

وہان جھوٹے وعدے پہ لب ہلگیا / توقع یہان کس قدر ہوگئی

دکھادینگے اے دل تجھے روز حشر / کہ ساری خدائی ادہر ہوگئی

کبھی یاس ہوتی نہ اپنی امید / تغافل سے تیری مگر ہوگئی

یہان صبح پیری سے پہلے ہی داغ / جوانی چراغ سحر ہوگئی

قول تیرا شوق میرا چاہیے / جھوٹ سچ کیواسطے کیا چاہیے

اے فلک سامان محشر ہی سہی / اپنی آنکھون کو تماشا چاہیے

ہوسکے کیا اپنی وحشت کا علاج / تیرے کوچے مین بھی صحرا چاہیے

دل مین قاتل کے رکاوٹ ہے تو ہو / خنجر اپنے دم سے اچھا چاہیے

گو سمی نظرون سے کل ہی گر پڑین / آج تو کوئی سہارا چاہیے

کیجیے تیغ تبسم سے ہلاک / جور بھی اچھون کا اچھا چاہیے

ہر طرف ہے تیرے بیمارون کا شور / ہر گلی مین اک مسیحا چاہیے

کیون نہ چھائے میکشون کے سر پہ ابر / کچھ گنہگارون کا پردا چاہیے

تمہارے کوچے میں کیا تازہ گل کھلاتی ہے
صبا جب آتی ہے گلزار ہوتی آتی ہے

یہ کس غضب کی ہے آمد تری خدا کی پناہ
نگاہ ناز سے تلوار ہوتی آتی ہے

ازل کے دن سے ہے مٹی خراب عاشق کی
یہ مشت خاک یونہیں خوار ہوتی آتی ہے

الٰہی خیر ہو وہ خشمناک آتے ہیں
کہ اپنے آپ ہی گفتار ہوتی آتی ہے

چرا کے بھاگ گئے دل پھر آپ پوچھتے ہیں
یہ دھوم کیا سر بازار ہوتی آتی ہے

۳۲۰

تمہیں ہے داغ نرالے نہیں اٹھائے ستم
یونہیں سلف سے مرے یار ہوتی آتی ہے

نگہ ناز جو غصے سے کبھی پھرتی ہے
دل پہ تلوار کلیجے پہ چھری پھرتی ہے

موت آتی ہے قیامت کو بہانا آتے
پیچھے پیچھے کسی دامن کے لگی پھرتی ہے

آئے اترائے ہوئے کس کی گلی سے یا رب
کہ نسیم سحری ہم سے اڑی پھرتی ہے

نہ دیا خواہش آرام نے آرام کہیں
مجھکو پہنچے مری راحت طلبی پھرتی ہے

غیر کے رنج کی مجھکو نہ خوشی کیونکر ہو
آپ کیا پھرتے ہیں تقدیر بری پھرتی ہے

ہے مرے قتل سے قاتل کی خوشی کو بھی خوشی
موجیں کرتی ہوئی ہونٹوں میں ہنسی پھرتی ہے

جی دھڑکتا ہے کہ میں تجھسے کہوں یا نہ کہوں
بات آکے لبوں میں مری ٹھٹک کے پھری پھرتی ہے

ہوگیا رنگ تلف داغ جگر سے ایسا
آہ سوزاں مرے سینے میں جلی پھرتی ہے

۳۲۱ — ۱۴
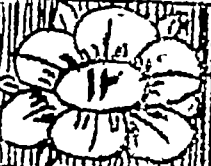
داغ آوارہ کا تابوت میں لاشہ نہ رہا
ڈھونڈھتی خلق بیاباں میں پڑی پھرتی ہے

جہاں تک گئی کارگر ہو گئی
مری آہ تیر نظر ہو گئی

ہمیں مر گئے صدمہ رشک سے
جگر [illegible]

شوخی بھی ہے لازم نگہ ناز و ادا مین
یہ تیر کا پیکان ہے یہ برچھی کی سنان ہے

کیا پوچھتے ہو داغ کا تم ہم سے ٹھکانا
آوارہ ہی سرگشتہ ہے کیا جانے کہان ہے

سودا ہے جو دل دیکے خریدار سے الجھے
سلجھے ہوئے سنتے ہین نہ کبھی یار سے الجھے

آنکھون نے لڑائی گیسوئے خمدار سے الجھے
یہ حضرت دل وہ ہین جو دو چار سے الجھے

ہونے نہ دیا رشک نے اظہار تمنا
ہر بات مین ہم اپنی ہی گفتار سے الجھے

الجھاؤ سے الجھاؤ ہین اس عشق مین یارب
دلدار سے اٹکے تھے کہ اغیار سے الجھے

کیا سیر ہو شانے سے لڑے گر دل صد چاک
ایک ایک گرفتار گرفتار سے الجھے

اٹکے تو کسی چشم فسون ساز سے اٹکے
الجھے تو کسی طرۂ طرار سے الجھے

کیون آنکھ لڑی کیون ہوئے بیدل کی حقیقت
آفت مین پھنسے مجھسے رکے یار سے الجھے

آنے نہ دیا ان کو تو شوخی نے مرے ساتھ
ہر گام پہ وہ تیزئ رفتار سے الجھے

قائل جو ذرا آنکھ چرا جائین تو ہمدرد
تار رگ گردن تری تلوار سے الجھے

محشر مین سند عشق کے مجرم کو کہان ہے
معلوم ہو جب تیرے گنہگار سے الجھے

چوری سے بھی ہو پہنچے نہ ترے گھر مین کبھی ہم
ہم یون یون ہی خار سر دیوار سے الجھے
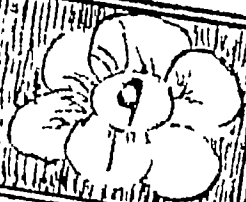
کھلتے نہین تم داغ الجھتی ہے طبیعت
اچھے کسی عیار سے مکار سے الجھے

یہ بات کیا دم رفتار ہوتی جاتی ہے
کہ اپنے سائے سے تکرار ہوتی آتی ہے

شب وصال قیامت تھی جب کسی نے کہا
وہ دیکھ صبح نمودار ہوتی آتی ہے

کچھ ادر تو مرے ہمراہ بس نہین چلتا
نگاہ جانب اغیار ہوتی آتی ہے

سجدہ سے جو عرض حال کرتا ہے
سچ تو یہ ہے کمال کرتا ہے

اسکے انداز دیکھئے کیا ہون
ناز جسکا خیال کرتا ہے

دل کو اس عاجزی سے دیتا ہون
کوئی جانے سوال کرتا ہے

تیغ کرتی ہے خون ای قاتل
مفت تو ہاتھ لال کرتا ہے

نہین گھٹتا یہ داغ دل یارب
بدر کو تو ہلال کرتا ہے

یہ ستم سب نصیب کے ہین
مجکو ظالم نہال کرتا ہے

درد دل اترا سا نہین جاتا
نامہ بر انتقال کرتا ہے

داغ سے اور مدعی اوسے
وہ ہمارا خیال کرتا ہے

مجھسا بھی نہین کوئی سوختہ جان ہے
ہے برق جہان جو نفس شعلہ نشان ہے

زاہد بخدا کس کو یہان عشق بتان ہے
پر ضد ہے تری اپنے نہین یہی ہم تو ہان ہے

کیا بزم ستمگار مین اندیشہ جان ہے
قاصد نگہ یاس سے ہر سو نگران ہے

سنتے ہین خوشی بھی ہی زمانے مین کوئی چیز
ہم ڈھونڈتے پھرتے ہین کدہر ہے یہ کہان ہے

کس شکل چھپاؤن تجھے ای راز محبت
جو دل مین نہان ہو وہی آنکھون سے عیان ہے

رکتی ہے دم ذبح کہین عرض وفا پر
یہ آپکا خنجر تو نہین میری زبان ہے

دے مجکو خم بادہ مرے قد کے برابر
اے پیر مغان ظرف مین کم رطل گران ہے

دل مین نے دیا ہی جسے دلدار سمجھکر
کیون ہم وہی معشوق ہوا مجکو گمان ہے

قاتل ترے خنجر مین نہین رحم اصلا
اک اک نگہ تیز کا بسمل کے نشان ہے

واعظ وہ فضا کیا ہی زمانے سے نرالی
فردوس بھی اک باغ ہی جنت بھی مکان ہے

تلاش دیر و حرم میں عبث نہ کیونکر ہو — ترا ظہور ہی جب اشتباہ میں رکھے

۳۱۳

خدا کے عشق میں اے داغ بت کی یاد رہے
ثواب ہم نے ملا کر گناہ میں رکھے

۱۲

شوخی میں انکی چھیڑ ہی کچھ اضطراب کی — کھل گئی وفا کسی خانہ خراب کی
اس روئے بے نقاب کا جلوہ ہوا نقاب — نکلی ہے رنگ ناز سے صورت حجاب کی
جنبش میں یوں ہیں وہ لب نازک نفس کے ساتھ — جیسے ہلے نسیم سے پتی گلاب کی
غصہ نے اور رنگ ترا شوخ کر دیا — اچھی بنی بگاڑ میں صورت عتاب کی
گو چپ ہیں پر یہ جنبش لب کہہ رہی ہے صاف — قاصد کے منہ میں پھرتی ہے شوخی جواب کی
تم اور آرزو مرے ملنے کی روز حشر — میں اور گفتگو ستم بے حساب کی
اے اشتیاق ڈھونڈ سے مری تاثیر دیکھنا — اٹھی ہنسی اڑی مری چشم پر آب کی
در پردہ جوش حسن نے بے پردہ کر دیا — ٹوٹی گرہ فراق سے بند نقاب کی
اے دل کبھی کرے نہ کہیں قطع تعلق اللہ — لیتی ہے کل خبر مجھے روز حساب کی
بہتر تھا جیتے جی میں کدورت سے بھر گئے — اب خاک چھان کر مری مٹی خراب کی
گر آگ میکشی کی سزا ہو تو اے خدا — دوزخ میں ایک نہر بہا دی شراب کی
محشر میں توبہ توڑ کے میں جیت جاؤں — زاہد سے مجھ سے شرط ہوئی ہے شراب کی

۳۱۴

اے داغ آہ کی تو غضب کونسا کیا
ایسی بری لگی دل خانہ خراب کی

۵

کیا شب ہجر مرے سر پہ بلا لائی ہے — اپنے ہمراہ اجل کو بھی لگا لائی ہے
نہیں معلوم کہ ہے منزل مقصود کہاں — عرش تک کی تو خبر آہ رسا لائی ہے

یوں مٹا جیسے کہ دہلی سے گمان دہلی
تھا مرا نام و نشان نام و نشان دہلی

لیگئے لوٹ کے اب شوکت و شان دہلی
پوربی سیلے اڑاتے تھے زبان دہلی

دلی والوں کے لیے تازہ بنے گی جنت
لے گئے سر پہ ملک تحفۂ مکان دہلی

رشک شمشاد تھا ہر خوش قد و ہر خوش رفتار
سرو آزاد تھا ہر ایک جوان دہلی

عارض صاف تھا ہر ایک مصفا بازار
چشم بر جلوہ تھی ایک ایک دکان دہلی

گرم ہنگامہ ہوئے لالہ رخان پنجاب
گل جو کھلائے ہیں نئے تو نے خزان دہلی

اس سے بڑھ کر کوئی محشر میں نہ ہوگا حساب
بس یہی ہوگا کہ ہم اور بیان دہلی

دیدیا فوج کو انعام میں حکام نے سب
گنج قارون سے فزوں گنج نہان دہلی

یا خدا مسجد جامع کا رہے نام بلند
کعبے والے کہیں وہ آئی اذان دہلی

آسمان پر بھی نوحہ کی صدا آتی ہے
کیا فرشتے بھی ہوے مرثیہ خوان دہلی

۲۱۴

نیّر و غالب و آزردہ سے پھر لوگ کہاں
داغ اب یہ ہیں غنیمت ہمہ دان دہلی

۹
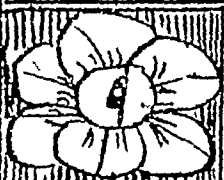
غضب ہے جسکو وہ کافر نگاہ میں رکھے
خدا نگاہ سے اسکی پناہ میں رکھے

شراب حسن میں تو مجھ پر کیجئے اپنی نظر
پری کو چاہیے انسان نگاہ میں رکھے

پہنایا ہار گلے کا پھر اسکے یہ طرّہ
کہ پھول غیر کے تم نے کلاہ میں رکھے

جو شیخ دیکھ لے اکبار کیف میخانہ
تو بھول کر نہ قدم خانقاہ میں رکھے

اسی سے تو دل بیتاب چھیڑ رہتا ہی
جو مجھکو باندھ کے زلف سیاہ میں رکھے

یہ فقر و فاقہ کی خوبی نہیں ہے ای زاہد
کہ تیس روزے اگر ایک ماہ میں رکھے

سر نیاز ہو اس راہ میں قدم فرسا
جبین سے پاؤں تری جلوہ گاہ میں رکھے

بنی سب عمر بھر کس کی یہ سنئے دل کی غلط فہمی
عداوت کیا نہیں ہوتی عداوت ہو ہی جاتی ہے

ہوا کیا وصل سے اپنے حاصل حیا ہے درمیاں حائل
ہمارے واسطے نازل مصیبت ہو ہی جاتی ہے

نہ سمجھو داغ کو نالاں سمجھ لو وہ بھی ہے انساں
اگر ان باتوں سے اے ناداں کدورت ہو ہی جاتی ہے

وہ نگہ راہ پر نہیں آتی
نظر آتی نظر نہیں آتی

دلبروں پر طبیعت آتی ہے
اس طرح اس قدر نہیں آتی

کوچۂ یار ہی میں بیٹھ رہی
او قیامت ادھر نہیں آتی

حسن محو رہا کہ عشق رہا
غیب کی کچھ خبر نہیں آتی

کیا غضب کی ادا و شوخی ہے
آتے جاتے نظر نہیں آتی

کہ طبیعت سے اسکی بیتابی
پھر مری راہ پر نہیں آتی

قتل پر اپنے باندھ رکھے ہو
ہاتھ انکی کمر نہیں آتی

دل کے لینے کی گھات ہے کچھ اور
یہ سمجھ منت پر نہیں آتی

حال معلوم ہو قیامت کا
بات کہنے میں پر نہیں آتی

آ گئے آتی تھی یاد بھی تیری
اب کبھی بھول کر نہیں آتی

مرگ عاشق ہے کس قدر آساں
نوبت چارہ گر نہیں آتی

حضرت دل اور ایسے حال کہیں
موت کہہ کر مگر نہیں آتی

گل ہی ہوگئے چمن میں داغ
تجھ پہ رونق مگر نہیں آتی

رنج وحشت سے وہ دل شیدا ہو جائے
داغ ارمان سے بنے درد تمنا ہو جائے

زندہ دل تھا کہ ناکام تمنا ہو جائے
سخت مشکل ہے کہ مر کر کوئی پیدا ہو جائے

کچھ تو تیری محبت میں پہ اتنا ہو جائے
کہ تری بدمزگی مجھکو گوارا ہو جائے

ہوں وہ ناکام تمنا جو اجل بھی ہو نہیں
موت آ کر مرے بالین پہ مسیحا ہو جائے

تیرے انداز وہ کافر ہیں بت ہوش ربا
آدمی کیا جو فرشتہ ہو تو شیدا ہو جائے

قابل رحم ہے اس شخص کی رسوائی بھی
پردے پردے ہی میں کمبخت جو رسوا ہو جائے

ہائے کہنا وہ کسی بت کا دم نظارہ
آنکھ بھر کر کہیں دیکھے تو بس اندھا ہو جائے

ساتھ قاصد کے چلا ہے دل بیتاب اپنا
کہیں ایسا نہ ہو تو راہ میں جھگڑا ہو جائے

ہم ہیں آپ بھی ہیں دوست بھی ہیں دشمن بھی
امتحان آج جو ہونا ہو ہمارا ہو جائے

آسمان سے بھی شکایت نہ کرونگا کیا خوب
میرا چاہا نہ ہو آپ کا چاہا ہو جائے
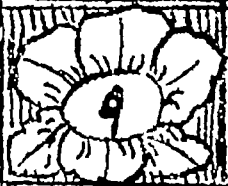
دشمن جان نہ سہی آپ مسیحا ہی سہی
داغ رنجور کسی طرح سے اچھا ہو جائے

کچھ خوب نہ یہ غیرت شمشاد کریں گے
بندوں کو غلامی سے جو آزاد کرینگے

ایجاد ستم سے ہمیں برباد کریں گے
گر تین دن ایسے ہی وہ ایجاد کرینگے

بیٹھیں گے نہ خاموش ہم اے چرخ ستمگار
تھک جائیں گے نالوں سے تو فریاد کرینگے

آباد رہیں حسرتیں دل ان سے یقین ہے
یہ خوب ہے مٹی مری برباد کرینگے

مانا کہ عدو دوست ہی سہی غیر سے لیکن
اتنے بھی نہیں آپ کہ بیداد کرینگے

نشتر رگ جان کا ہو تو کانٹا ہو جگر کا
کیا رکھ سکے تجھے اے دل ناشاد کرینگے

نالوں نے مرے دیکھئے اب آئی قیامت
چھیڑا تھا کسے آپ بھی کیا یاد کرینگے

تجھکو مشکل دل بیتاب بھلا کونسی ہے
ایسی چلتی ہوئی وہ تیغ ادا کونسی ہے

خاک ہو کر کسی کوچہ میں ہمین جانا تھا
آج کیا جانئے کدہر کی ہے ہوا کونسی ہے

کوچۂ یار سے دیتا ہے جو واعظ تفضیل
ایسی جنت میں ترالی وہ فضا کونسی ہے

گو برا ہون مگر اچھا ہون کہ چاہا تمکو
میری تقصیر ہے کیا میری خطا کونسی ہے

ناز کرتے ہین وہ ہر ناز پہ یہ کہہ کہکر
اسکو کہتے ہین ادا اور ادا کونسی ہے

اُف نہ کی ہمنے تہ تیغ جفا اے ظالم
اس سے بڑہکر رہ تسلیم و رضا کونسی ہے

موت ہے زندگی ہجر اجل شان غضب
اور عشاق کے مرنیکو قضا کونسی ہے

۳۰۴ — کیا کہون گا جو کہا اُسنے کہ اچھا کہئے
بات اے داغ محبت کے سوا کونسی ہے — ۹

راز الفت کا نہ ہر اک ہمنشین سے پوچھئے
یہ ہمین کچھ جانتے ہین یہ ہمین سے پوچھئے

آپنے جو جو دئے ہین رنج سب کہلجائینگے
اس دل غمگین سے اس جان حزین سے پوچھئے

میری خاموشی کا باعث پوچھئے مجھسے نہ کچھ
یہ حقیقت اپنی چشم سحر گین سے پوچھئے

داد کوئی دے سکے کیا اس خرام ناز کی
کیا زمین کے دم پہ بنتی ہے زمین سے پوچھئے

آپکا حال گذشتہ میں کہونگا ٹھیک ٹھیک
یاد ہے مجھکو یہ افسانہ کہین سے پوچھئے

گاہ کہتا ہون کہ یہ دریافت کیجئے حال دل
گاہ کہتا ہون کہ کیا اس نکتہ چین سے پوچھئے

اُسنے پوچھی جو جھلکی صورت تو فرمانے لگے
پوچھئے اسکو تو صورت آفرین سے پوچھئے

نیک و بد ہمنے زمانہ کا بتایا بھی تو کیا
آپ کا جنپر یقین ہے یہ انہین سے پوچھئے

۳۰۵ — جانتا ہے دل ہی داغ عشق کا اے داغ لطف
یہ فروغ روسیاہی اس نگین سے پوچھئے — ۱۱

غیر کو اس بزم میں توقیر پھر پیدا ہوئی
دل کو میرے کاہش تقریر پھر پیدا ہوئی

دیکھتے ہیں وہ جو پھر پھر کر مری جانب مگر
آہ بے تاثیر میں تاثیر پھر پیدا ہوئی

جذبۂ دل میں جو سستی تھی تو کس لئے
آنکے آئے ہیں یہاں تاخیر پھر پیدا ہوئی

دیکھ تو قاتل مری شوق شہادت کی کشش
گم ہوئی تھی جو تری شمشیر پھر پیدا ہوئی

اہل مجنوں دیکھکر وحشت مری کہتی ہے خلق
اک بلا یہ زیر چرخ پیر پھر پیدا ہوئی

ہوگئی تھی گم جو اک مدت سے دلکی آرزو
سنکے تیری پیار کی تقریر پھر پیدا ہوئی

از سر نو ہوگا پروانہ اسیر عشق داغ
پیچ دود شمع سے زنجیر پھر پیدا ہوئی

نگاہوں میں ادا نکالی ہے
باتوں میں بات کیا نکالی ہے

دیکھے دل فکر پیش و پس کیسی
ابتدا انتہا نکالی ہے

تم سے کیا شکوہ ہے گلہ اس سے
جسنے رسم وفا نکالی ہے

دردمندوں کو قتل کرتے ہو
واہ اچھی دوا نکالی ہے

شب غم کا گذارنا کیا تھا
گھر سے اپنے بلا نکالی ہے

نام نکلا جہاں میں پردہ نشین
یہ کہاں کی حیا نکالی ہے

دل جو مانگا طلب کیا تو کہا
یہ نئی التجا نکالی ہے

بات کیسی وہ ہوگئے ہیں خفا
منہ سے جب اُف نورا نکالی ہے

داغ تجھ سے بیان سے کیا کہنا
طرز سب سے جدا نکالی ہے

جب سے جانبر ہوں وہ تر ہیں جفا کونسی ہے
موت کی کوئی بتائے کہ دوا کونسی ہے

قطعہ

ستم ایجاد کا انداز ستم تو دیکھو
امتحان ہوس شوق دم وصل پہ پیار رکھا ہے

ہر گھڑی عاشق مضطر سے وہ کہتی ہیں یہ
نقشہ بگڑا ہی کبھی تصویر کا سنوار رکھا ہے

شکوۂ ہجر سے از داغ اثر کی امید
آپ نے نام شکایت کا دعا رکھا ہے

رنج و تعب کہ صدمہ و ایذا اٹھائیے
دنیا میں ہو کے سینے میں کیا کیا اٹھائیے

کس کس کا داغ اے ستم آرا اٹھائیے
دل کا اٹھائیے کہ جگر کا اٹھائیے

ہم بھی جگر کو تھام لیں دل کو سنبھال لیں
تھم تھم کے رخ سے زلف چلیپا اٹھائیے

عادت نہ جائے گرچہ قیامت ہو کیوں نہ آئے
ملنے کے بعد پھر کوئی جھگڑا اٹھائیے

دام بلا ہے زلف سے باندھا ہے سلسلہ
دل چاہتا ہے پھر کوئی جھٹکا اٹھائیے

یوں خاک میں ملائیے اس شوخ چشم کو
ملکوں میں اسکا نقش کف پا اٹھائیے

ہم بھی بھرے ہوئے ہیں کہ ہو چھیڑ تنکی دیر
پھر ہیں لگا لیے اچھا اٹھائیے

اے ناتوانی دل بیمار الاماں
طاقت نہیں کہ دل سے تمنا اٹھائیے

الفت کا داغ تک بھی نہ دیجے رقیب کو
دولت یہ وہ نہیں جسے بیجا اٹھائیے

انداز یہ کہ جان نہیں چھوڑ سکتے آپ
تاکید یہ کہ ناز ہمارا اٹھائیے

ہر چند کوہ سے بھی گراں تر ہے بار عشق
ہمت یہ کہہ رہی ہے کہ تنہا اٹھائیے

وہ داغ دردمند جو کل تک مریض تھا
آج آکے آپ اسکا جنازہ اٹھائیے

ڈر ہے تاثیر نہ کر جائے کسی کی فریاد
کان بھر دیجیے پہلے مرے افسانے سے

دل برباد میں آباد ہوئے عشق و جنون
کوئی بستی نہیں بہتر مرے ویرانے سے

شکل شاہت نظر آتی نہیں ہمسایے کی
شیخ نے بدلی ہے پگڑی کسی مستانے سے

کر دیا صاف الگ اُن کو یہیں الفت میں
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں بیگانے سے

جا نشیں قیس کے سب وحشی صحرائی ہیں
وحشت آباد ہو گر تیرے دیوانے سے

نگہ مست تری گر ہی پڑی دل پہ مرے
شیشۂ شش پانی سے بنوا لی گئی مستانے سے

اسکی بیداد نے چھوڑی نہیں عالم میں جگہ
ناصحِ لپٹے ہوئے پھرتے ہیں دیوانے سے

۲۹۹

ایک سے چلو میں بہت داغ بھک سے اُٹھے تھے
آج سنتے ہیں نکالے گئے میخانے سے

۱۱
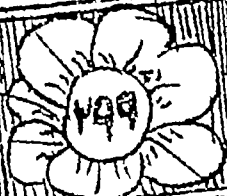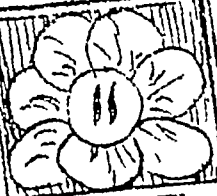
آتش شوق کو کس دل سے جدا رکھا ہے
اس لگی کو تو کلیجے سے لگا رکھا ہے

دیکھ لینے کو تری سانس لگا رکھا ہے
ورنہ بیمار غم ہجر میں کیا رکھا ہے

نا امیدانِ وفا کا یونہیں دل رکھتے ہیں
آپ نے فنا کمیں جسطرح ملا رکھا ہے

کہا گئی ہے وعدۂ فردا پہ قسم کیا جھوٹ
آج اس حرفِ تسلی نے لٹا رکھا ہے

اسقدر تو ہے ترا پردہ نشیں پاس حجاب
کہ ترے درد کو بھی میں نے چھپا رکھا ہے

تھے مکدر تو کدورت نے رکھا تھا برباد
صاف ہو اب تو صفائی نے مٹا رکھا ہے

قطعہ

دل گم گشتہ کے مذکور پہ ایسے بگڑے
کہ بڑی دیر سے منہ تم نے بنا رکھا ہے
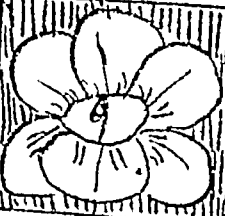
نشانہ ہی گل ہے کہ دل ہے مجھے معلوم نہیں
دیکھ لو زلف گرہ گیر میں کیا رکھا ہے

۱۴ — داغ اس چاہ پہ ہے تشنہ لب و تشنہ دہن
کہ ملیں ساقی کوثر مے کوثر کے مزے — ۲۵۶

دوست خوش ہو گئے دوست کے مر جانے سے
غم کا یہ حال بڑا ہی مرے غم کھانے سے

کہیں باہی ہنسی ایسی تو ٹھنڈی مٹی
بجھ گیا اور بھی ناصح مرے بھڑکانے سے

وعدۂ وصل کی تکرار نے ہمکو مارا
فیصلہ خوب ہوا بات کے بڑھ جانے سے

خود فراموش کیا یاد نے تیری اچھا
رہ گئی اپنی مصیبت مجھے یاد آنے سے

یہ بھی دشمن ہی کے حصے میں ہے ہائے تقدیر
کام کیا اسکے تصور کو یہاں آنے سے

مجرم عشق کے ارمان نرالے دیکھے
جرم کا حوصلہ بڑھتا ہے سزا پانے سے

خون بہا کی ہے عبث فکر مرے قتل کے بعد
اب علاج کیجئے کیا فائدہ گھبرانے سے

پیٹ کو دیکھو ذرا ہاتھ تو رکھ کر دل پہ
لگ گئی آگ زیادہ ترے سمجھانے سے
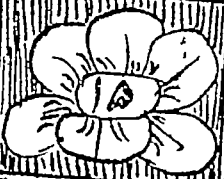
۱۵ — کیجے فکر سخن خاک وہ دل ہی نہ رہا
داغ فرصت ہی نہیں ہجر کے غم کھانے سے — ۲۵۸
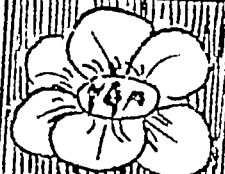
لگ چلی باد صبا کیا کسی مستانے سے
جھومتی آج چلی آتی ہے میخانے سے

چور ہو جاؤں اگر جاؤں نہ میخانے سے
عہد شیشے سے تو پیمان ہے پیمانے سے

روح کس مست کی پیاسی گئی میخانے سے
مے اڑی جاتی ہے ساقی ترے پیمانے سے

فائدہ ہے دوست کو احوال سناؤں کیونکر
ٹکڑے ہوتا ہے کلیجہ مرے افسانے سے

گر پڑا ہوں نگہ مست سے چکر کھا کر
ساقیا پہلے اٹھا تو مجھے پیمانے سے

یہی وحشت ہے تو ہے غار نہ ہے قید نہ ویرانہ
وحشت کس بات میں اچھا مرے کاشانے سے

سختیاں کھینچنے کی ہو گئی عادت دل کو
بت چلے آئیں نہ کھنچکر کہیں بتخانے سے

پسند آئی نہین جب سے انکی طرز خرام
قدم زمین پہ سر رہگذر نہین رکھتے

ہزار حیف ہوئے بیقرار جنکے لیے
وہ ہاتھ بھی دل بیتاب پر نہین رکھتے

جو ہوگی ہمپہ عنایت تو کیا غضب ہوگا
کہ کیا بشر سے محبت بشر نہین رکھتے

رہا اگر نہ مجھے ہوش عشق مین نہ رہا
تمہارا دل ہے کہان ہم خبر نہین رکھتے

بشر ہین اہل ہوس بھی مگر یہ سوز کہان
جگر تو رکھتے ہین داغ جگر نہین رکھتے

۲۹۶

اٹھائین اُنکے ستم کس طرح سے ہم اے داغ
کہ دل مین تاب و توان اسقدر نہین رکھتے

۱۴۳

دیے اُس بوسۂ لب نے مجھے شکر کے مزے
کھا کے دشنام لیے قند مکرر کے مزے

لب شیرین سے دم ذبح جو تکبیر سنی
مجھکو شربت ہوئے زہرابۂ خنجر کے مزے

چھیڑ کر نشتر مژگان سے کہان جاتے ہو
دیکھتے جاؤ ہمارے دل مضطر کے مزے

دل ترا آئے کسی پر تو نہین ہو انصاف
عشق دنیا مین چکھا دے تجھے محشر کے مزے

کچھ پیا خون جگر دل کا لہو کچھ چاٹا
چکھتی پھرتی ہین نگاہین تری گھر گھر کے مزے

دلکے سناٹے سے جنگل مین لرزتی ہو صبا
یاد آتے ہین بیابان جو غربت مین مجھے گھر کے مزے

چشمۂ زہر ہے گر حاصل مطلوب نہو
آب حیوان نے کیئے تلخ سکندر کے مزے

باغ مین چلکے دکھا دے روش مستانہ
کھائے طاؤس اڑا لین تری ٹھوکر کے مزے

زیست کے لطف جو کچھ خضر مسیحا سے پوچھے
وہ لیے ہمنے ترے عشق مین مر مر کے مزے

جنکو ہے جان عزیز انکو نہین لذت عشق
خضر کیا جانے تری جنبش خنجر کے مزے

جلوۂ طور تو مین کہہ نہین سکتا زاہد
پوچھ آنکھون سے مری اُس رخ انور کے مزے

کاش بک کر ہی چھٹین قید سے ہم ورشفی
ہمکو صیاد ستمگار پڑین زر کے مزے

کہتے ہیں جسے وصل میں کیوں تجکو یاد ہیں
رو رو کے پیٹ پیٹ کے وہ دن گذارنے

سب بھید کھل گئی مرے جانے ہی حشر میں
میدان کر دیا نفس شعلہ بار نے

وہ اور مجکو خط میں لکھیں شکوہ رقیب
پٹی پڑہائی ہے یہ کسی ہوشیار نے

قسمیں ہزار دونہ بتائیں گے ہم کبھی
مانگی ہے جو دعا دل امیدوار نے

غیر دن کو آج بزم میں اسکی رلا دیا
بے اختیار نالۂ بے اختیار نے

۲۸۶ ۶
اے داغ ہائے داغ ہے عہد شباب کا
کیا داغ کہائے تیرے دل داغدار نے

محبت کا اثر جاتا کہاں ہے
ہمارا درد سر جاتا کہاں ہے

دل بیتاب سینے سے نکل کر
چلا ہے تو کدھر جاتا کہاں ہے

عدم کہتے ہیں اس کوچے کو اے دل
ادھر آ بے خبر جاتا کہاں ہے

کہوں کس منہ سے میں تیرے دہن ہے
جو ہوتا تو کدھر جاتا کہاں ہے

ترے جاتے ہی جاؤنگا ظالم
مجھے تو چھوڑ کر جاتا کہاں ہے

کہاں جاتا ہے قاصد اسکے در تک
خدا جانے وہ مر جاتا کہاں ہے

ہمارے ہاتھ سے دامن بچا کر
ارے بیداد گر جاتا کہاں ہے

تری چوری ہے سب میری نظر میں
چرا کر تو نظر جاتا کہاں ہے

۲۸۷ ۹
اگرچہ پا شکستہ ہم ہیں اے داغ
مگر قصد سفر جاتا کہاں ہے

تیا پوچھئے دل ہمراہ تم آنا یہاں پھر کبھی
کرم کرنا ہمارے حال پر اے مہربان پھر بھی

ابھی سمجھے نہیں تم ماجرائے دلکی کیفیت
سنائینگے تمہیں ہم ایکدن یہ داستان پھر بھی

وصل کی شب بھی یہی عادت پرہیز رہی
مہربانی بھی تمہاری ستم آمیز رہی

دام پھیلائے تری زلف دلاویز رہی
تیغ کھینچے ہوئے مجھ پر نگہ تیز رہی

اک اشارے میں یہ تا ملک عدم جا پہنچا
توسن عمر کو کیا حاجت مہمیز رہی

داد سے بربادی قسمت کہ گلی میں تیری
خاک ہو کر بھی رہے ہم تو ہوا تیز رہی

کون تھا گرم عنان آج کہ جو خاک مری
شوق پابوس میں گرد سم شبدیز رہی

کوئی دیوانہ رہا کوئی رہا سودائی
بو تری زلف کی کیا کیا نہ جنوں خیز رہی
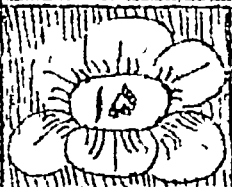
نعمت خلد کو بھی منہ نہ لگایا اسنے
تیرے بیمار کو جو عادت پرہیز رہی

گالیاں دیتے ہو پھر عذر خطا کرتے ہو
اس سے بھی تیز ہوئی آپ بھی یہ تیز رہی

۱۴۸

گو کہ تیزی ہے طبیعت میں تمہاری اے داغ
بات پر سامنے انکے نہ کبھی تیز رہی

۱۵

کوئی کمی نہ کی تھی دل بیقرار نے
مجھکو بچا لیا مرے پروردگار نے

پامال کر دیا فلک بد شعار نے
سیکھے ترے چلن روش روزگار نے

ایسے مرے لیے مرے پائے نگار نے
گھر دل میں کر لیا خلش نوک خار نے
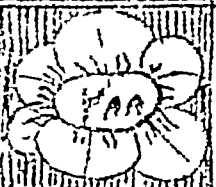
سنتے تھے ایک عمر سے طوفان نوح کو
ہمکو دکھا دیا مژۂ اشکبار نے

سو حسرتیں ملی ہیں مرے ساتھ خاک میں
مٹی بھی دی تو انکو اسی خاکسار نے

جینے تو جان دی تھی بہانے سے موت کے
بدنام کر دیا اسے ہر سوگوار نے

سمجھے ہیں یہ گلا کسی بد ذات کو
جھوٹا بنا دیا ہے ترے اعتبار نے

دیکھی ہے ہمنے آج وہ طرف چمن میں بند
جیتی کے چھوڑ دی تھی کسی نے وہ خوار نے

وہ باغ ہی نہیں وہ ملاقات ہی نہیں
ناداں عجب بہار دیا تجکو چار نے

ہر گھڑی مجکو قسم غیر کی دیجاتی ہے
وصل میں انکی نہی چھیڑ چلی جاتی ہے

کبھی اقرار ہے مجکو کبھی انکار وصال
بات ٹھہری ہی نہ اُڑائی نہ دہری جاتی ہے

اللہ اللہ ری گرانباری غم بعد فنا
کہ مری خاک سے آندھی بھی دبی جاتی ہے

حشر تک شکوۂ اغیار رہے گا ظالم
آپکی آج کوئی یہ خفگی جاتی ہے

چارہ گر کر نہ مرے زخم جگر پر مرہم
کہ مری لذت ایذا طلبی جاتی ہے

راستی پر کبھی آنیکا نہیں انکا مزاج
اب بہلا کوئی طبیعت کی کجی جاتی ہے

اک ترا نام کہ ہر دم ہے وظیفہ مجکو
اک مری بات کہ ہر سو میں ٹھنی جاتی ہے

چھیڑنا زلف پریشان کا بلا تھا اے دل
آئی شامت تری ہر کوئی گھڑی جاتی ہے

۲۸۵ — ۱۷

میرا چاہا نہ خدانے کبھی چاہا ای داغ
غم تو بڑھتا ہے مگر عمر گھٹی جاتی ہے
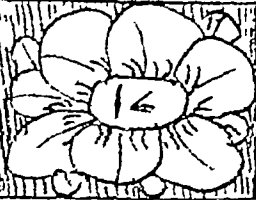
کیا بھیڑ میکدے کی ہو در پر لگی ہوئی
پیاسو سبیل ہے سر کوثر لگی ہوئی

یہ کسکی لو ہے اے دل مضطر لگی ہوئی
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

دل کیا کہے مرا کہ تری زلف کیطرح
مضبوط اک گرہ ہے گرہ پر لگی ہوئی

یوں کون جانے درد محبت کو ناصحا
وہ جانے جسکے چوٹ ہو لیکن لگی ہوئی

یارب ہو دل کی خیر کہ بیٹھے ہیں آجکل
ہر گھات میں نگاہ ستمگر لگی ہوئی

میرا ہی سا ہو حال تمہارا بھی ناصحو
چوٹ اک تمہیں کبھی عشق کی ہو گر لگی ہوئی

رکھیے قدم سنبھل کے رہ عشق میں وہی
آگے ہی جسکو ہو کبھی ٹھوکر لگی ہوئی

گر زندگی خضر و مسیحا ہوئی تو کیا
ہے موت سبکے ساتھ مقرر لگی ہوئی

کوئی عدم سے آئے نہ اس قید خانے میں
قید حیات ساتھ ہے نوکر لگی ہوئی

کچھ توقع کچھ یقین کچھ یاس کچھ وہم و گمان
انتظار یار کی ہے کیفیت تاخیر سے

ہے کلام لطف مین بھی اک طرح کی نوک جھونک سا
میٹھی چھیڑیان چلتی ہین شیرینی تقریر سے

بیقراری کا برا ہو منفعل قاتل سے ہون
اک جگہ ٹھہرا نہ مین بچ بچ گیا ہر تیر سے

پڑ گئی کیونکر الٰہی ملنے مین اُس بت کے گرہ
بچ رہا تھا کونسا عقدہ مری تقدیر سے

ہے قم عیسیٰ صدا قاتل کی مجکو وقت ذبح
جان آجاتی ہے ہر دم نعرۂ تکبیر سے

ہر سخن مین گرچہ سو پہلو بچاتا ہون مگر
آرزوئین ٹپکی پڑتی ہین مری تقریر سے

گر رسائی چاہتی ہے اور تو اپنا عروج
اے دعا لیجا کسی اچھی ہوئی تقدیر سے

۲۸۳ — داغ جلنے کے لئے کافی ہے اُسکی بزم مین
کاٹ ڈالے کوئی پروانے کا سر گلگیر سے — ۹
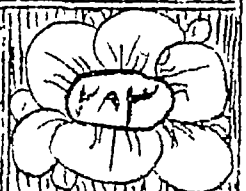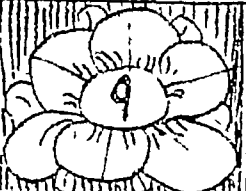
چھوڑا ہے ساتھیون نے لب گور دان مجھے
لیجائے دیکھئے مری قسمت کہان مجھے

شب کو نہ آئے تم تو دل بدگمان مجھے
وان لیگیا کہ موت سے جانا جہان مجھے

چکر مین مثل سنگ فلاخن ہون دیکھئے
پھینکے مرے نصیب کی گردش کہان مجھے

کیا درد دل کہون کہ سراپا ہون دردمند
آتی نہین ہے بات سوائے فغان مجھے

پڑتی ہے انکی آنکھ سر بزم جب کہین
جاتے ہین اک نگاہ پہ سو سو گمان مجھے

ہوتی نہ وہ گلی تو بہکتا نہ دل مرا
ملتا اگر زمین سے عوض آسمان مجھے

افسانہ سنکے اُسکو سلادون تمام رات
نوکر ہی رکھ لے کاش ترا پاسبان مجھے

دل خط مین رکھدیا بھی تو کیا فائدہ ہوا
قاصد کا ہے سوال کہ دے تو زبان مجھے

۲۸۴ — اے داغ اُسکے ہاتھ سے گر ہون شہید مین
وہ موت بھی ہے زندگی جاودان مجھے — ۹

بچ گئے کیوں جلتا ہے خاک عاشق دلگیر سے
آدمی اکسیر بنتا ہے اسی اکسیر سے

گر ترے وحشت زدہ کچھ بھی ہلا دیں ہاتھ پاؤں
شور محشر ہیچ اٹھے نالۂ زنجیر سے

جب چھپا دامن شکستہ ناوک آیا پہلوئے دل
یہ شکار آڑ کر لپٹ جاتا ہے نوک تیر سے

سورۂ یوسف سنوں کیا کان کیونکر دوں انھیں
کان اُس نے بھر دیے ہیں لذتِ تقریر سے

ہر خطا وار آپ کے احسان کا مارا گیا
عفو کرنا جرم کا بڑھ کر ہوا تعزیر سے

ظلم ہے آزاد کو پابندی مقصود بھی
کر دیا بیچ بچ گیا نالہ مری تاثیر سے

سمجھے نامہ کو مرے کاتب تا فرطِ قہر میں
کچھ عجب انداز کی لقمہ ہے تیکھی تحریر سے

یہ نئی صورت کی پہنائیں جنون نے بیڑیاں
پڑ گئے تارِ گریباں پاؤں میں زنجیر سے

کیا کریں کچھ بس نہیں پھر ہو لئے ادبار وصل
عمر تھوڑی مانگ لیتے آسمان پیر سے

طبع نازک میں تلون بے قرار کا ہے کو تھا
یہ اڑایا رنگ میرے رنگ کی تغییر سے

ہو کے بسمل اس دل بے چین کو جنبش گئی
آ گیا دم مجھ میں گویا جنبش شمشیر سے

شکر ہے اے دل کہ ان کو غصہ آ کر رہ گیا
آ لیا تھا ہم نے پر بچ گئے تقدیر سے

۲۸۲ — ۱۲
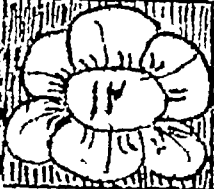
کس قدر ہے داغ مہر و لطف کا دنیا میں کال
مر گئے عشاق تو اس قحط عالمگیر سے

چارہ گر ہم ہوش میں آ گئے کیا تدبیر سے
عقل دیوانی نہیں باندھیں جسے زنجیر سے

بڑھ گئی وحشت زیادہ چارہ و تدبیر سے
اور رونے پاؤں اپنے کھل گئے زنجیر سے

جب لڑے ہیں وہ نگاہِ عاشق دلگیر سے
چھپ گئی ہیں برچھیاں سی کھچ گئے ہیں تیر سے

فکر ہے لکھیں گے کس پر نامۂ اعمال خلق
کون سا کاغذ بچا یاں شوخی تحریر سے

تو نے رکھا ہے کہاں کا ہم کو اے جوش جنوں
جائیں گے کس گھر نکل کر خانۂ زنجیر سے

چشم قاتل کو مگر سنگ فشان ہے شمشیر
اور بھی برش شمشیر نظر بڑھتی ہے

یہ سمجھو گا کہ تجھے اسکے عوض دونگا بھی
دل فقط بوسے کی قیمت ہو مگر بڑھتی ہے

اسقدر بھی جو ہوتی تو ہو تی ثابت
زلف کے تار سے کچھ انکی کمر بڑھتی ہے

کوے سفاک میں بخوف چلا ہے دیکھو
گھر سے یہ داغ بھی کمبخت مگر بڑھتی ہے
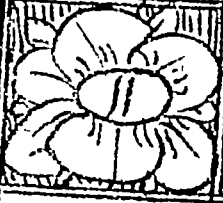
۲۸۰ — ۱۱

صبر آنا تو محبت میں بہت مشکل ہے
موت بھی تو نہیں اسکو یہ وہ کافر دل ہے

ہجر سے آفت جان وصل بلا دل ہے
آدمی کے لیے ہر طرح غرض مشکل ہے

شمع جب آئینہ حیران ہو عاشق ششدر
واہ کیا عالم تصویر تری محفل ہے

ہمیں جو راز کہ خلوت میں کہا تھا اُس سے
آج افشا وہ رقیبوں میں سر محفل ہے

تجھکو اے قیس ہے کیوں ناقہ و محمل کی تلاش
دل میں لیلی ہے ترے دل ہی ترا محمل ہے

عشق کے دن تو ہو گئے یہ کیا ہیں سوال
سو جگہ دیر میں ظالم نے کہا مشکل ہے

جمع ہیں کسقدر آشفتہ خدا خیر کرے
اُسکی ہر ہر شکن زلف میں اک اک دل ہے

وہ زمانہ ہی گیا آپ کی دلجوئی کا
کہ تلاشیں تمہیں نا ہمیں کہیں بھی دل ہے

عقدہ دہر یہ بھی ہے ہم مگر
حرف بھی سہو غلط نقش ہے تو باطل ہے

اے غم یار کوئی اپنا ٹھکانا کرے
دل تو ہے درد ہی تو درد کے کیوں شامل ہے

ہمکو قسمت نے دیا داغ تمنا اے داغ
وہی ملتا ہے جسے انعام کے جو قابل ہے

۲۸۱ — ۱۵
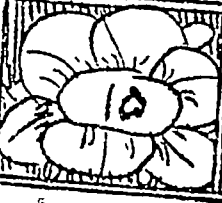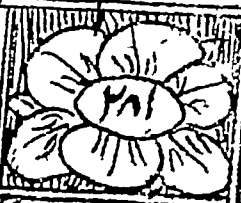
ہوں تو دیوانہ مگر خالی نہیں تدبیر سے
میں نے باندھا ہے جو انکو علاقہ زنجیر سے

مجرمان عشق کو کیا خوف ہو تعزیر سے
کٹ سکا کب رشتہ الفت تری شمشیر سے

اس باغ میں ہے رنگ شہادت ہی کی ذوق
جو گل نے رکھا منہ پہ وہی دل میں جتائے

جب میں تمہارے ہی نہیں گھر تو کہاں گھر
کیا پوچھتے ہو خانہ خرابوں کے ٹھکانے

انداز کہے دیتے ہیں کشتے کے تمہارے
لوٹا ہے اسی ناز نے مارا ہے ادا نے
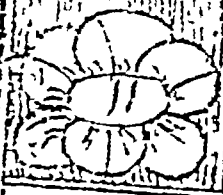
مرتے ہیں ترے کوچہ میں پامال محبت
گھر دیکھ لیا گلشن جنت میں خدا نے

اوڑتے ترے ٹکڑے ہیں مرے دامن کی طرح جیسے
اے چرخ مجھے چھیڑ دیا دست ہوا نے

۲۷۶

مینا نہ ہے اور دل ہے اور شیشہ ہے سبھی
سوتا ہے رکھے خشت خم بادہ سرہانے

۱۱
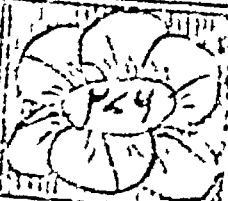
یہ شیشہ نہیں وہ کہ جس میں پری ہے
فقط دل میں حسرت ہی حسرت بھری ہے

کہا تجھکو سودا اسے زلف پری ہے
یہ اوٹھتی نہیں ایسی تہمت دھری ہے

اشارے ان آنکھوں کے یہ ان کے جتنے ٹھہرے
یہ اعجاز ہے یا کہ افسون گری ہے

نہ آگے گئی اس سے وہ چشم خود بین
مگر آئینہ حد اسکندری ہے

اُسے دیکھکر دل میں قائل ہے ناصح
مگر بات کیا ہے سخن پروری ہے

ہوے زور سے طور الفت میں دو تک
قضا آکے اک روز آ گئے دھری ہے

گوارا نہیں دل کی شرکت ہی ہمکو
محبت میں یا تنگ طبیعت بری ہے

کہاں آئیں تیری سی محشر خرامی
لگا ڈر ہوا تیر کیا کٹ دری ہے

صبا بن گئی چور بادی چمن میں
کہ غنچے کی مٹھی بھی زر سے بھری ہے

دلاسا ہی دیتے نہیں عاشقوں کو
یہ کیا دل وہی ہے یہ کیا دلبری ہے

۲۷۷

ملا داغ سے آج وہ ماہ پیکر
مبارک قران مہ و مشتری ہے

یاد آجاتی ہے وہ چین جبین یکبارگی
لہر سے دل مین ہمارے لب جو آتی ہے

شجر خشک تو ہر سال ہرے ہوتے ہین
جا کر اسے عمر جوانی کہین تو آتی ہے

دل اگر صاف نہو پاک نہوگا انسان
یون تو ابلیس کو بھی شرط وضو آتی ہے

جانتا ہون کہ یہی دشمن جان ہے میرا
اسکے خنجر سے مجھے خونکی بو آتی ہے

۲۷۰ — ۹

محفل یار مین اے داغ سوا حسرت کے
کب ہمین کیفیت جام و سبو آتی ہے

طلب ہے چاہنے والون سے امتحانونکی
بری بنی ہے خدا خیر کرے جانونکی

خدا کرے ابھی اے باغبان گرے بجلی
ترے چمن کو لگے آگ آشیانونکی

تڑپ تڑپ کے یہ کہتے تھے صبر کر نہ سکین
خرابیان ہین محبت مین نوجوانونکی

قدم قدم ہے تری چال کا نیا انداز
وگرنہ ایک روش ہے سب آسمانونکی

او نہین تو کھیل تلون مزاجیان لیکن
یہان تو روز ہی شامت ہے اجڑانونکی

کسی لحاظ سے نالہ نہین کیا ہم نے
وگرنہ کون سی بنیاد آسمانونکی

عجب نہین ہے کہ ہنگامۂ قیامت کو
ملے نہ قبر کبھی ہم سے بے نشانونکی
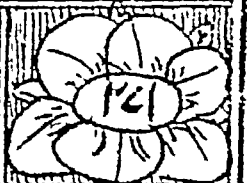
سدا رہا نہین جنت کو کس لیے صیاد
کہ باغ خلد مین کثرت ہو آشیانونکی

۲۷۱ — ۹

یہ زہد آپ کا اے داغ سب ہے مکر و فریب
ہزار پھیرئیے تسبیح لاکھہ دانون کی

دل مرا لیکے مری جان دغا تم نے تو کی
تھی مجھے چشم وفا تم سے جفا تم نے تو کی

بے گناہون کو سزا دیتے ہو اللہ اللہ
بے خطا کہتے ہو ہان ہان کہ خطا تم نے تو کی
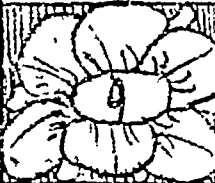
کہ دلی بیچارہ بلا سے ہو پریشان خاطر
رخ پر نور پہ وا زلف دوتا تم نے تو کی

جنون کے ہاتھ سے تار کفن بچا نہ خدا
رہا سہا یہی لے دے کے تار باقی ہے

صبا اڑا نہ سکی آسمان جھکا نہ سکا
کہ دل میں انکے ہمارا غبار باقی ہے

کرونگا میں بھی ترا ایک ہی لہو پانی
جو دم میں دم مرے اے تیغ یار باقی ہے

صفائیوں سے مجھے خاک میں ملاتے ہو
صفائیوں پہ بھی اتنا غبار باقی ہے

بیان سوز جگر پر یہ آپ گھبرائے
نکالنا ابھی دل کا غبار باقی ہے

مریض عشق کی کیا پوچھتے ہو یہ پوچھو
کہ زندہ کوئی بھی بیمار دار باقی ہے

رکھینگے عمر بھر اس دل کو بس میں اے ظالم
اگر بقا ہے تو کل اختیار باقی ہے

پھر اسکی لوٹ لے ظالم نگاہ ناز سے
کہ دل میں مایۂ صبر و قرار باقی ہے

۲۶۷
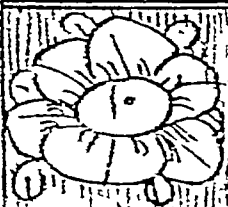
دم اخیر ہے اے داغ توبہ کر توبہ
کہ روسیاہ ابھی اختیار باقی ہے
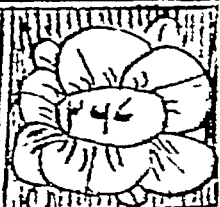
۱۰

کچھ بھی الفت نہ تری دلمیں چھوڑا باقی
رہ گئی ایک تمنا ہی تمنا باقی

دم الجھتا ہی جو سینے میں ہے دلمیں شاید
رہگیا اسکی مژہ کا کوئی کانٹا باقی

گو وہ دل انکا نہیں کرتے ہیں ظاہر داری
پر غنیمت ہے کہ اتنا ہے سہارا باقی

سنگ میں لعل بنا عشق کی نیرنگی سے
خون فرہاد کا تھا کوئی جو قطرا باقی

صبح ان مست نگاہوں کا نہ پوچھو عالم
جنمیں تھا رات کا کچھ نشۂ صہبا باقی

دیکھ کر تیرگی گور کو میں چونک پڑا
میں نے جانا کہ ابھی ہے شب یلدا باقی

بسملوں کو جو ترے ملگئی راہ ظلمت
چشمۂ خضر میں پانی نہ رہیگا باقی

عاقبت کثرت عصیاں سے مری گھبرا کر
رہگیا کاتب اعمال کو لکھنا باقی

میری تحریر کے انداز کو دیکھو گویا
کوئی مطلب نہ رہا ہے نہ رہیگا باقی

جفا کرتا ہے تو بدلے وفا کے — خدا کو مان اے بندے خدا کے

کسی کے عشق نے کی دلمین گرمی — کھلے رہتے ہین بند اونکی قبا کے

پریشان کردیا دل نے اولجھکر — کھلے جاتے ہین بل زلف دوتا کے

ہوا ہون کشتہ پاے نگارین — مرا خون سر ہوا رنگ حنا کے

نہ خوش ہو اے بتون ہمکو ستاکر — ڈرو سو کارخانے ہین خدا کے

ہوئی جاتی ہین کیون نیچی نگاہین — کہو تو کیا ہے قربان اس حیا کے

وہ روئے دیکھکر میت کو میری — پچھے آنسو ذرا اہل عزا کے

اولجھنا زلف سے لڑنا نگہ سے — بنے ہین حضرت دل بھی بلا کے
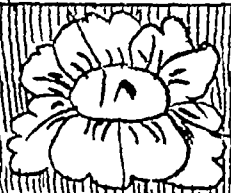
۲۶۶ — مری مشکل ہوئی اے داغ آسان — تصدق اپنے مین مشکل کشا کے — ۱۸
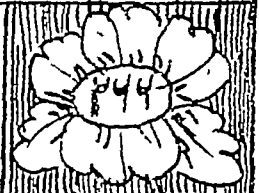
جنون مین تن پہ لباس غبار باقی ہے — کب اپنے پاس کفن کو بھی تار باقی ہے

ابھی نزاکت رفتار یار باقی ہے — ابھی ملاۓ نا پایدار باقی ہے

خزان ہے دیکھئے وحشت سی چھا گئی دلپر — ابھی نظارۂ فصل بہار باقی ہے

نہ دیکھی عیش گذشتہ کی پھر کبھی صورت — غلط کہ گردش لیل و نہار باقی ہے

وہ چشم زار کا سنتے ہی ماجرا گھبرائے — ابھی تو شرح دل بیقرار باقی ہے

خرام ناز نے تھوڑی قیامتین کی ہین — وہ دیکھئے تو کسیکا مزار باقی ہے

رہے نہ پھر عدو دلمین کینہ جو کی جگہ — جو ہم نہین تو ہمارا اغیار باقی ہے

جو یہ نہین ہے تو کچھ بھی خلش نہین باقی — جو عشق ہے تو غم بیشمار باقی ہے

امید وصل چلی جاے اے دل ناداں — بہت ابھی تو شب انتظار باقی ہے

رہے پھیر وہی ہجر ہو یا وصال / کہ اک بات آخر ٹھہر جائیگی

نہ تھی یہ خبر ہم کو اپنی بہار / ادہر آئیگی اور ادہر جائیگی

محبت میں اہل نظر سے یہ کھیل / وہ بازی نہیں ہے کہ ہر جائیگی

کہوں گو نہ میں حشر کو تیرے ظلم / یہ خلق خدا کیا مگر جائیگی

خدا کے لیے آج اقرار کر / کہ پھر بات کل حشر پر جائیگی

نہ گذری شب ہجر سمجھے تھے ہم / تڑپتے پھڑکتے گذر جائیگی

مرا حال بہتر ہے ان سے کہو / ڈرین گے جو سچی خبر جائیگی

نہ جائے کوئی میری میت کے ساتھ / مری بیکسی نوحہ گر جائیگی

رہے گا ترا جلوہ مد نظر / جہانتک ہماری نظر جائیگی

شب وعدہ آجاؤ ورنہ قضا / مرے سر پہ احسان دھر جائیگی

نہ چھوڑیگی دامن کبھی مشت خاک / صبا ہمسے اوڑ کر کدہر جائیگی

صبا اس گلی سے مری خاک کو / جب آئیگی برباد کر جائیگی

دیا دل تو اے داغ اندیشہ کیا
گذرتی جو ہوگی گذر جائے گی

دشمنوں سے دوستی غیروں سے یاری چاہیے / خاک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے

عشق میں کچھ پاس کچھ امیدواری چاہیے / کچھ تحمل چاہیے کچھ بیقراری چاہیے

جنکو حسن و عشق کے دعوے ہیں انکے واسطے / دل ہمارا چاہیے صورت تمہاری چاہیے

[illegible] / نا امید وصل کیلیے امیدواری چاہیے

[illegible] / ابتدا کی کوئی طرز پردہ داری چاہیے

شور محشر ترے مستون نے بہت چلایا
یہ بھی جانا نہ کسی نے کہ یہ کیا کہتا ہے
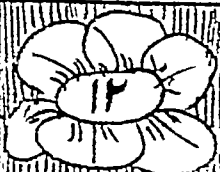
۲۶۱

سند سے تابہ دکن داغ ہے شہرت تیری
اب تو کچھ اور ترا بخت رسا کہتا ہے

۱۲

اس انجمن سے بہت بیقرار ہو کے چلے
سرور ہو کے ہم آئے خمار ہو کے چلے
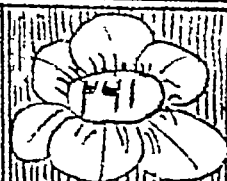
بتوں کے کوچے سے ہم دلفگار ہو کے چلے
شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے

بجھائے میری سرشک ارغوانی سے قاتل
کہ خوب تیغ تری آبدار ہو کے چلے

تری نگاہ بہت مست ہے سنبھل کے ذرا
سمند ناز و ادا پر سوار ہو کے چلے

ٹھہر گئے وہ جہاں سرو باغ تھے گویا
اگر چلے تو نسیم بہار ہو کے چلے

نہیں ہے بادہ و ساغر تو آنکھ ہی اے ساقی
نگاہ مست سے خوشگوار ہو کے چلے

الٰہی جائینگے کس گھر یہ سمجھے وحشت ناک
بہشت سے بھی اگر بیقرار ہو کے چلے

پیامبر بھی تو انسان ہے فرشتہ نہیں
الٰہی صبر دل بیقرار ہو کے چلے

وہ تفتہ دل ہون جو غرق دریا میں تہ نشین ہو
تو موج بحر یقین ہے غبار ہو کے چلے

کسی کی آنکھ میں وہ انتظار ہو کے رہی
کسیکے دل سے شکیب و قرار ہو کے چلے

خبر نہو مجھے وہ کشتۂ تغافل ہوں
جو حشر بھی مرے سوئے مزار ہو کے چلے

گلے لگا کے انہیں عذر یہ کیا میں نے
مری گلی سے وہ جب شرمسار ہو کے چلے
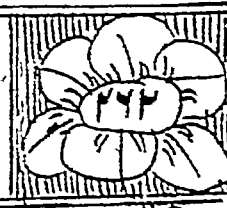
۲۶۲

نگاہ یار کی پھرتی ہے بزم سے اے داغ
رقیب بھی مرے یار و نگے یار ہوتے ہیں

۱۵

طبیعت کوئی دن میں بھر جائیگی
چڑھی ہے یہ آندھی اتر جائیگی

رہیگی دم مرگ تک خواہشیں
یہ نیت کوئی آج بھر جائیگی

بے وجہ اجتناب نے رسوا کیا مجھے
ظالم ترے حجاب نے رسوا کیا مجھے

میں نے جو آہ کی تو کہا اُس نے غیر سے
اس خانماں خراب نے رسوا کیا مجھے

کھودی ہے اُس نے نشہ میں سب دل کی آرزو
اک ساغرِ شراب نے رسوا کیا مجھے

یاروں پہ کھل گیا اثرِ الفتِ نہاں
اُس بت کے اضطراب نے رسوا کیا مجھے

اُن کو یہ گماں ہے پوچھ کے تعبیر میں خجل
میرے بیانِ خواب نے رسوا کیا مجھے

محشر میں حالِ دل دمِ پرسش کہے بتا
کیا کیا مرے جواب نے رسوا کیا مجھے

کچھ اُنکے مہر و لطف نے مشہور کر دیا
کچھ رنجش و عتاب نے رسوا کیا مجھے

اس لطفِ خاص و عام نے کیا شہرہ آپکا
اس دل کے پیچ و تاب نے رسوا کیا مجھے

اے داغ سب یہ حضرتِ دل کے سلوک ہیں
جو کچھ کیا جناب نے رسوا کیا مجھے

آئینہ منہ پہ برا اور بھلا کہتا ہے
سچ ہے یہ صاف جو ہوتا ہے صفا کہتا ہے

دمِ اعجاز مسیحا کو برا کہتا ہے
لب ترا سحر کچھ ایسے ہوش ربا کہتا ہے

مرے افسانہ بیہودہ وہ ہو کے خفا کہتا ہے
کوئی سنتا بھی ہے اسکی کہ یہ کیا کہتا ہے

حق ہے احباب کا ناصح کا طرفدار ہوں میں
دل کی کہتا ہے جو اس دل کو برا کہتا ہے

ہر دم اپنا دمِ آخر کی سناتا ہے خبر
ہر نفس ہر نفس احوالِ فنا کہتا ہے

چل گئی خوب ستمگر ترے خنجر کی زباں
دہنِ زخم کی سن تو کہ یہ کیا کہتا ہے

غیر اچھے جو زمانے کے برے کہلائیں
میں برا ہوں کہ جہاں مجھکو بھلا کہتا ہے

ہے تری شربتِ دیدار کی تاثیر عجیب
زہر کہتا ہے کوئی کوئی دوا کہتا ہے

دیکھنا میرے [illegible] کا جادہ
دیکھکر شیخ جسے صلِ علےٰ کہتا ہے

ہمت انکی کہان مدد ای ضعف
کوئی دامن بچائے جاتا ہے

وہ جدہر کو گئے اوٹھا یہ شور
وہ قیامت اوٹھائے جاتا ہے

دل وہ نعمت ہے تجھسا شیرین لب
نظروں نظروں مین کہائے جاتا ہے

آتش شوق کیا بجھے ناصح
تو تپنکے لگائے جاتا ہے

غم نے اسکے کہلا دیا دیکھو
مجکو مہمان کہائے جاتا ہے

۲۵۳ — اسکا آنا تو درکنار اے داغ
دل ہی قابو سے ہارے جاتا ہے — ۹

ہر بات مین کافر کی کیا آن نکلتی ہے
وان آن نکلتی ہے یان جان نکلتی ہے

سو حسن ادا لاتے ہین سو ناز بستے ہین
اے صل علی تجھ مین کیا شان نکلتی ہے

قسمت پہ مری کیا رمال کو حیرت ہے
جو شکل نکلتی ہے حیران نکلتی ہے

وعدہ نہ وفا کرنا پہر اوسپہ تاکیدین
تا حشر ٹھہر جاؤ کیون جان نکلتی ہے

یہ خانۂ دل جیسا سنسان نظر آیا
بستی کوئی کم ایسی ویران نکلتی ہے

آبادی دل کا ہی اسقدر خیال اچھو
حسرت بھی نکلتی ہے تو جان نکلتی ہے

چتون کے مثنیکے بل ابرو کی کہلین پیچ خم
پیچ دل کی گرہ کوئی آسان نکلتی ہے

دلبر ہین ادائین بھی دلکش ہین جفائین بھی
اک آن ستمگر مین ہر آن نکلتی ہے

۲۵۴ — بے طرح کبھی جی مین اے داغ ہے لپٹ اسکی
یہ پھانس کوئی دل سے نا دان نکلتی ہے — ۹

داغ ہر چند جہان گرد ہی سودائی ہے
آپکے سر کی قسم آپکا شیدائی ہے

صورت وصل نہ تھی کوئی بجز بخشش غیر
وہ جو بگڑے ہوے آئے ہین تو بن آئی ہے

تدبیر سے قسمت کی برائی نہین جاتی
بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہین جاتی

دل لیکے وہ اب جان طلب کی ہین مجہسے
یہ ایسی ہری ہر کہ اوٹھائی نہین جاتی

مے پی تو سہی توبہ بھی ہو جائیگی زاہد
کمبخت قیامت ابھی آئی نہین جاتی

آنسو نہ پئے جائینگے ای ناصح ناداں
ہیرے کی کنی جان کی کہائی نہین جاتی

پیسا ہو ہیا تنک تری رفتار نے ظالم
آندھی سے مری خاک اوڑائی نہین جاتی

دل ہیر اسا ہو کہ ترے تیغ نزاکت کی
اک سیانس کی تکلیف اوٹھائی نہین جاتی

گرتی ہی نشیمن پہ مرے کوند کے بجلی
صیاد کے گھر آگ لگائی نہین جاتی

ہر چند ہے افشائے محبت مین خرابی
یارون سے مگر آنکھ چرائی نہین جاتی

بے دیکھے یہان دلمین ہے کیا ایک تمنا
وہ تا بزبان خود سے لائی نہین جاتی

اللہ رے تنگی دہن ناز کے لب
وعدہ پہ قسم آپ سے کہائی نہین جاتی

للہ مرے ذبح پہ تکبیر تو پڑہ لو
اتنی بھی زبان تمسے ہلائی نہین جاتی

یارب کوئی آفت تہا محبت کا پتنگا
وہ آگ لگی ہے کہ بجھائی نہین جاتی

۲۵۲ — ۱۱

اے داغ کہا حال دل اس دشمن جان سے
نادان ترے دلکی صفائی نہین جاتی
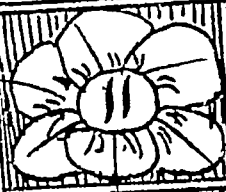
اشک خون رنگ لائے جاتا ہے
داغ اپنے جمائے جاتا ہے

کس صفائی سے تیرے دلکا غبار
مٹتے مٹتے مٹائے جاتا ہے

کتنا باوضع ہی خیال اسکا
بیکسی مین بھی آئے جاتا ہے

دیکھنا رشک اسکی محفل مین
ایک کو ایک کہائے جاتا ہے

تا امیدی مٹائے جاتی ہے
شوق نقشہ جمائے جاتا ہے

کوچۂ یار کہیں چھٹتا ہے — میں نہونگا تری تربت ہوگی
جسکو کہتے ہیں جہنم کی آگ — غیر کی گرمیٔ صحبت ہوگی
اپنے مطلب کی تو سن لو مجھسے — یہ نہ جانو کہ شکایت ہوگی

۲۴۶ — اب کی میخانہ سے اوٹھکر ای داغ
کعبے جائینگے جو وحشت ہوگی — ۷

جب وہ بت ہمکلام ہوتا ہے — دل و دین کا پیام ہوتا ہے
اون سے ہوتا ہے سامنا جسدن — دور ہی سے سلام ہوتا ہے
دلکو روکوں کہ چشم گریاں کو — ایک ہی خوب کام ہوتا ہے
آپ ہیں اور مجمع اغیار — روز دربار عام ہوتا ہے
زیست ہی تنگ ہین نکچھ ٹہرین — دیکھہ غصہ حرام ہوتا ہے
لیجیے موسیٰ سے لن ترانی کی — اب تو ہم سے کلام ہوتا ہے

۲۴۵ — داغ کا نام سنکے وہ بولے
آدمی کا یہ نام ہوتا ہے — ۱۱

اللہ اللہ ری پریشانی مری — زلف جانان بھی ہے دیوانی مری
کیا ٹھکانا ہے مجھ سے نازک طبع کا — ہے ہوئی جنت سے مہمانی مری
تیز ہے خنجر تو قاتل نازنین — سخت دشواری ہے آسانی مری
رو رہے اُس بدگمان سے ذکر عشق — میرے آگے آئی نادانی مری
آجکل ہے اونکو تصویرون سے شوق — کیا کبھی دیکھی تھی حیرانی مری
روسیاہی کام آئی روز حشر — شکل زاہد نے نہ پہچانی مری

نہین ہوتی بندے سے طاعت زیادہ — بس اب خانہ آباد دولت زیادہ

محبت مین سو لطف دیکھے ہین لیکن — مزا دے گئی ہے شکایت زیادہ

مریض محبت کی اچھی دوا کی — اُسے کل سے ہے آج غفلت زیادہ

وہ تشریف لاتے ہی بولے کہ رخصت — نہین ہمکو ملنے کی فرصت زیادہ

الٰہی زمانے کو کیا ہو گیا ہے — محبت تو کم ہے عداوت زیادہ

عدم سے سب آئے ہین یان چار دنکو — نہین ہوتی منظور رخصت زیادہ

بنے حوض مے صحن میخانہ بھر کر — زیادہ برس ابر رحمت زیادہ

تم آئینہ دیکھو تو ہم بھی نہ دیکھین — کہ ہے کون سا خوبصورت زیادہ

مری بندگی سے مرے جرم افزون — ترے قہر سے تیری رحمت زیادہ

حیا اُسکی آنکھون مین کیونکر ہو یارب — کہ شوخی سے بھی ہے شرارت زیادہ

۲۴۷

بہکتے نہ تھے داغ یون گفتگو مین
بگڑ ہی گئے آج حضرت زیادہ

۹

ردیف یای تحتانی

مجکو جنت مین نہ راحت ہوگی — گر یہی دل ہی قسمت ہوگی

اس بُرے حال پہ وہ کہتے ہین — رنج و غم کی یہی صورت ہوگی

یان دیدون تجھے پڑھتا ہون — کہ امانت مین خیانت ہوگی

تیرے ہاتھون مجھے اے رنج فراق — کبھی مرنے کی بھی فرصت ہوگی

یا مری داد سلے روز جزا — یا قیامت پہ قیامت ہوگی

ہے دلمین کسی عالمِ تصویر کی تصویر
بس چھیڑ نہ کر ناخنِ غم اور زیادہ

دشمن کیطرف سے وہ ادہر ہوکے لگے آجائین
تاریک ہو تو اے شبِ غم اور زیادہ

القاب ہی پہ ختم ہوا نامہ کرون کیا
چلتا نہین مطلب پہ قلم اور زیادہ

پہونچا ہون ادہر عرش سے اے ہمتِ عالی
اچھا ہے پڑے بڑھ کے قدم اور زیادہ

نے اے دلِ بیمار تمنائے شفا کر
درمان سے ہوا درد و الم اور زیادہ

جبتک وہ تماشہ کو کھڑے تھے لبِ ساحل
بیتاب تھی موجِ لبِ یم اور زیادہ

دل پیچ مین تقدیر کے پابند اور اسیر
طرہ ہے تری زلف کا خم اور زیادہ

رہبر نے ترا کوچہ دکھا کر مجھے چھوڑا
آگے نہ بڑھا چار قدم اور زیادہ

پہونچا ہون لبِ گور تو مین اے غمِ الفت
اب چھوڑ کہ مجھ مین نہین دم اور زیادہ

بگڑی رہی ہو آہ کی آخر شبِ وعدہ
نکلا مرے نالون کا بھرم اور زیادہ

کیا صلح کرین دل کی ترے تیرِ نظر سے
چھنتی ہے صفائی مین بہم اور زیادہ

دل بوسہ پہ ٹھہرا تھا جگر چھین لیا کیون
کیا مفت مین لی ایک رقم اور زیادہ

پائی ہے امان کس نے تری تیغِ نظر سے
قربان ہوے صیدِ حرم اور زیادہ

خط انکا بہت خوب عبارت بہت اچھی
اللہ کرے حسنِ رقم اور زیادہ

گھر بیٹھے کرے دل سے طواف اسکی گلی کا
جھگڑا ہی اب اے اہلِ حرم اور زیادہ

وہ حال ہے میرا کہ عدو کہتے ہین سنکے
کرنا نہ خبردار ستم اور زیادہ

قاصد مگر اغیار کا لکھا ہی جہان حال
پاتا ہون وہان زورِ قلم اور زیادہ

۲۴۶

صد شکر کہ نواب کے الطاف سے اے داغ
چند اہلِ سخن جمع ہین کم اور زیادہ

۱۱
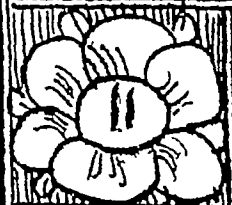
دن گذارا دل مجبور نے آفات کے ساتھ
وہ مرے رات گئے ناداں گئے رات کے ساتھ

خط تسلیم ادب خلق تواضع تعظیم
کتنی تکلیف ہے اے شوق ملاقات کے ساتھ

بیقراری تو ٹھہرتے ہی ٹھہر جاتی ہے
آ گیا صبر مگر مرگ مفاجات کے ساتھ

چار مل بیٹھے جہاں پھر وہی رنگ اے رندو
کچھ عجب لطف ہے زندان خرابات کے ساتھ

لب ترے ذکر مسیحا پہ مجھے یاد آئے ہیں
چشمۂ خضر کا مذکور رہے ظلمات کے ساتھ

رہنما بادیہ گردی کا ہوئی جیب دری
پاؤں چلتے ہیں اشارے پہ مری بات کے ساتھ

جلوہ دیکھے جو بت ہوش ربا کا صوفی
روح کیا سلب نہ ہو جائے کرامات کے ساتھ

اپنے مذہب میں ہے پیروں کی عبادت سے فزوں
گذرے جو کوئی گھڑی رند خوش اوقات کے ساتھ

۲۴۵ — ۳۷

دست نواب کہ ہر بار فلک دریا بار
داغ برسات نئی آتی ہے برسات کے ساتھ
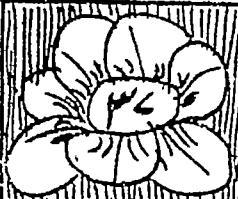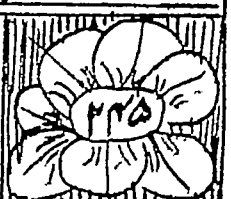
یارب رہے ہمیں عشق صنم اور زیادہ
کچھ تجھ سے نہیں مانگتے ہم اور زیادہ

دل لیکے نہ کچھ مانگ صنم اور زیادہ
مقدور نہیں تیری قسم اور زیادہ

ہستی سے ہوئی فکر عدم اور زیادہ
غم اور زیادہ ہے الم اور زیادہ

پھرتا نہیں جب زخم کسی شکل سے قاتل
بھرتا ہے تری تیغ کا دم اور زیادہ

تھی بخت زلیخا میں خریداری یوسف
اوروں نے لگائے نہ درم اور زیادہ

تلوار جو ہو جائے کماں خوب نہیں ہے
ابرو میں تو دو ہاں کے خم اور زیادہ

انساں کی خواہش کو بڑھاتی ہے سخاوت
کرتے ہیں ستم اہل کرم اور زیادہ

یارب ہیں مرے ساتھ بہت حسرت و ارماں
ہو وسعت صحرائے عدم اور زیادہ

زنداں سے بیاباں میں تو اضعاف ہوئی زنجیر
کانٹوں نے لئے میرے قدم اور زیادہ

آگ عشقِ دلِ فرہاد کی بجھنے کی نہین
سنگ دریا بھی ہے گر چشمۂ کہسار کی آنکھ

گفتگو سے جو سمجھی بات اشارون سے بڑھی
جب جھپکی اُنکی زبان لڑ گئی طرار کی آنکھ

اے صبا اُسکی گلی مین نہ اڑا خاک کبھی
کہین میلی نہ ہو اس شوخ طرحدار کی آنکھ

دل چرایا ہے وہ اب آنکھ ملائین کیونکر
سامنے ہوتی ہے مشکل سے گنہگار کی آنکھ

۱۳

ٹپکی پڑتی ہے نگہ سے تری الفت اے داغ
کہین چھپتی ہے محبت کی نظر پیار کی آنکھ
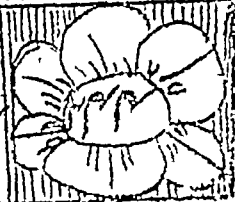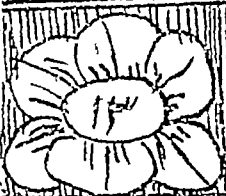
یان تو بیٹھا ہے جاتے ہین تن تنہا انکے ساتھ
زاہد بھی پھر لینے دربان کی وہان انکے ساتھ

کیونکر لگانا ہمارا ہم کو جلایا قفس ہمرا
بجلی کی تیزیان نہین فقط آشیانکے ساتھ

پھر کے غبار نے بھی کیا منہ نہ اسطرف
مجھکو کدورتین جو رہین آسمانکے ساتھ

آجائے خوب ناز و نزاکت کی تمکو چال
تم دو قدم چلو اگر اس ناتوان کے ساتھ

مانا کہ وہ ہین گھر ہی مین بیٹھے مگر یہان
سو جھتیین ہین وزدل پہ گمانکے ساتھ

درماندگی نے ایک جگہ تو بٹھا دیا
پھرتے تھے ہی تلاش مین کیا کاروانکے ساتھ

اے عشق باز آئے رفاقت سے تیری ہم
تو بھی کہین نہ ہو عمر روانکے ساتھ

سب کو ہے تیری یاد کی لذت جدا جدا
دل کی ہے دلکے ساتھ زبانکی زبانکے ساتھ

زاہد کو ایک قطرۂ زمزم پہ ناز ہے
یان خم کے خم اڑا ہی ہین پیر مغانکے ساتھ

مٹتی نہین ہے خانہ خرابی کسی طرح
کیا میری بیکسی بھی بنی تھی مکانکے ساتھ

ہم ایک کہکے سنتے ہین دو چار گالیان
اک چھیڑ ہو گئی ہے ترے پاسبانکے ساتھ

اقرار حشر اے دل مضطر غلط نہ جان
تھوڑا یقین بھی چاہیے وہم و گمانکے ساتھ

اللہ کرے کہ بند ہو نہ داغ کی زبان
تم لوٹ آپکی ہی اُٹھی شوخی بیانکے ساتھ

خلش کیسی ہو تپش کیون ہو قلق کیون ہو فغان کیون ہو

مزا آتا نہین ستم کشی کے ہمکو رنج و راحت کا

خوشی ہو غم ہو جو کچھ ہو الٰہی ناگہان کیون ہو

یہ مصرع لکھدیا ظالم نے میری لوح تربت پر

جو ہو فرقت کی بیتابی تو یون خواب گران کیون ہو

ہمیشہ آدمی کا آدمی غمخوار ہوتا ہے

کسی سے اعتبار ہو تو کوئی رازدان کیون ہو
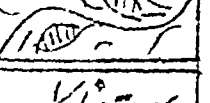
بہت لگین گے روز حشر تیرے جور کے خواہان

ستم کا حوصلہ دنیا مین صرف امتحان کیون ہو

غضب آیا ستم ٹوٹا قیامت ہو گئی برپا

یہ پوچھا تھا کہ تم آزردہ مجھسے مہربان کیون ہو
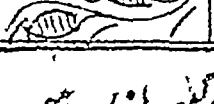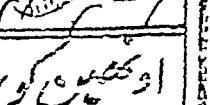
انھین کو رنجش بیجا ہے لیکن ہے یہ ہم سے ہم
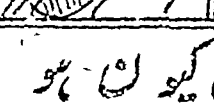
محبت گر نہو باہم شکایت درمیان کیون ہو
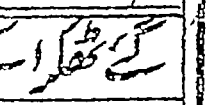
گئے ٹھکرا کے مجھکو اور کھیسر کہتے گئے یہ بھی

نصیب دشمنان تو پائمال آسمان کیون ہو
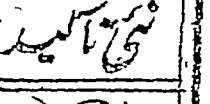
نئی تاکید ہو ضبط محبت کی وہ کہتے ہین

جگر ہو تو فغان کیون ہو دہن ہو تو زبان کیون ہو

ستمگر یار دور سے بنے ہم عدو مین خاک ہو سکتے ہم

کسی نے رات کچھ اتنا نہ پوچھا تم یہان کیون ہو

مطرب سے کہو انکو سنائے وہ سنینگے
جس ساز میں اک ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہو

چاہت کا مزا بعد ہمارے نہ ملیگا
ہر شخص سے تم آپ کہوگے ہمیں چاہو

ہوتی ہے وہاں ناز و جفاؤں کی ترقی
اے ذوق فزون ہو کبھی اُنکا شوق سوا ہو

دیوانے لگاتے ہیں عجب رنگ کی مہندی
جب آبلوں میں خون چھلک آئے حنا ہو

بدلوں نہ کبھی اُن حسینوں کی وفا سے
وہ کینہ بھی اچھا جو ترے دل میں رہا ہو

۲۳۹ — ۱۳
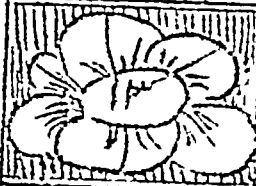
اس بت سے بگاڑے نہ بن آئیگی تمہیں داغ
کیا پیش چلے جسکا طرفدار خدا ہو
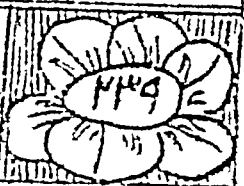
کیا خود وعدہ عیاری تو دیکھو
دل آزاروں کی دلداری تو دیکھو

مرے دل کی وفاداری تو دیکھو
پھر اُسپر اپنی عیاری تو دیکھو

کیا جب وعدہ آنیکا نہ آئے
اس آسانی کی دشواری تو دیکھو

ہمارا روز حشر اجسکی سزا ہے
مری قادر گنہگاری تو دیکھو

وہ کہتے ہیں مرے غم میں نہ مرنا
یہ مجبوری یہ ناچاری تو دیکھو

جبا لیں شرم آلودہ نگاہیں
تغافل میں یہ ہشیاری تو دیکھو

مٹا نقش وفا اس بت کے دل سے
ہماری گریہ و زاری تو دیکھو

نہ عاشق کا نہ یہ معشوق کا دوست
فلک کی تم ستمگاری تو دیکھو

پھنسایا اُس بت بیگانہ وش کو
محبت کی گرفتاری تو دیکھو

خدا سے بخشواتے کیا ہیں موجود
رقیبوں کی طرفداری تو دیکھو

ہوا لیتی ہیں آنکھیں کیسی کیسی
تم اپنی مردم آزاری تو دیکھو

نہ آئی نیند دن بھی غم کا ہو جو
مری قسمت کی بیداری تو دیکھو

تعریف نے کوثر کی مجھے خوب پلائی
کیا بات ہے واعظ تری عقبی کا بھلا ہو

ہو جو چھپایا نہین قاصد نے خط اُن کا
ایسا نہو کمبخت کی مٹھی مین قضا ہو

کیا توبہ کرون عشق سے ای حضرت ناصح
ڈرتا ہون کہ یہ بھی شب غم کی دعا ہو

اس شوخ سے لاکھ ہے بہتر تو مین ہون
تم شان وفا کان وفا جان وفا ہو

واعظ نہ کرے طعن مرے جرم و خطا پر
اسکا ہی اگر بخشنے والے کو مزا ہو

کیونکر نہ پھرون اپنے بتخانہ کو زاہد
پھر جائے مرے ساتھ اگر قبلہ نما ہو

کیون داغ کا نام آتے ہی نفرت ہوئی تمکو
اک شخص ہے وہ تم اُسے سمجھے ہوے کیا ہو

کچھ سوچ سمجھکر دل مضطر پہ جفا ہو
ایسا نہو اس مین کوئی تیری بھی ادا ہو

مین نے جو کہا سیر ہو کل روز جزا ہو
فرماتے ہین آپ ہی مین سچے ہون تو کیا ہو

کیون صبح شب وصل خدا کو مجھے سونپا
دشمن ہی کو دیجئے جو مرے حق کی دعا ہو

اسطرح سے قاصد نے تو رک رک کے کہا حال
جیسے کہ سبق پڑھکے کوئی بھول گیا ہو

جلتا ہون آہی نفس سرد سے اپنے
اسکو نہ جلائے تو جہنم کو سزا ہو

دل ہم نے بنایا ہے ہدف تیر لگائے
اب جسقدر انداز کی چٹکی مین قضا ہو

ڈر ہے نہ اگین خار مژہ قبر پہ میرے
یہ حسرت دیدار نہ انگشت نما ہو

قاصد یہ سمجھنا کہ یہی شہر ہے اُسکا
مشہور جہان نام تغافل کا جیا ہو

رنجش مری شکوہ ہے تمھاری خفگی سے
مین جان سے بیزار ہون تم مجھسے خفا ہو

جی چاہتا ہے غیر کو دون اپنا مقدر
کیا اسمین بھلائی ہے کسیکا جو بھلا ہو

مین اور کرون دعوئے خون مجھسے نہوگا
تم چھوڑ بھی دو ہاتھ کوئی سوچتے کیا ہو

معجزہ حضرت عیسیٰ کا غلط تھا نہیں
درد اٹھتا ہے وہ کہتے ہیں اگر قم مجھکو

دل نے سرمایۂ صد راحت و آرام و نشاط
کھو کے پایا تھا اسے پا کے کیا گم مجھکو

اس تمنا سے مرے در پئے آزار رہو
کہ مجھے ہو یہ گماں چاہتے ہو تم مجھکو

غم و شادی کے لیے شرط ہے الفت تیری
ناز بلبل مجھے دو غنچہ تبسم مجھکو

کیوں گنہ لیتے ہیں تند ایسی پلانے والے
کل پلائے کوثر اسے آج جو دے خم مجھکو

دیکھنا ہے شان حضرت زاہد [illegible]
کوئی بیٹھا نظر آتا ہے لب خم مجھکو

کیا کرے دیکھنے کو تیری تشنہ لبی
سمجھا جاتا ہے یہاں بیٹھ کے قلزم مجھکو

شکر لے میری امید نے منہ پھیر کے داغ
تشنہ [illegible] یاد رہے گا یہ تبسم مجھکو

اللہ رے تلون ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو
شوخی ہو تو شوخی ہو حیا ہو تو حیا ہو

محشر میں اسی بت کا طرفدار خدا ہو
[illegible] سے نکل جائے جہنم تو مزا ہو

بسمل کے تڑپنے کا تماشا تو ذرا ہو
تھم تھم کے چھری پھیرے رہ رہ کے جفا ہو

گھر اپنے گئے ہیں ہٹاتے ہوئے کسکو
یہ تو نہ ہو وہ غیر کا نقش کف پا ہو

برباد کرو لگا اسی کوچے میں وفا میں
کیوں کہتی ہے آگے مرے اے باد صبا ہو

فریاد جگر نغمۂ نے نالۂ بلبل
دلکش ہو کسی طرح کی ہو کوئی صدا ہو

کیوں وصل کی حسرت ترے دل سے نہیں مٹتی
یہ کاش الٰہی اسی بدخو کی وفا ہو

نیرنگی غمزۂ شہدا دیکھ تو قاتل
پانی ہو بہائے سے لگا تو سے حنا ہو

ہے عید کے اقرار پہ لی ہے رمضان میں
یہ قرض ادا ہو تو بڑا فرض ادا ہو

دعوی مجھے دلبر ہے زبان پر تمہیں ناز
یہ شرط ٹھہر جائے کہ جھوٹے کو سزا ہو

ساقیا نشہ سے کیا تیری آنکھیں کم ہین
کہ ملے جام مجھے شیشہ مجھے خم مجھکو

جم گئی گرد رہ میکدہ مجھپر واعظ
خاک سے پاک کرے بحر نہ قلزم مجھکو

سہم جاتی ہے خوشی ڈرتی ہے فرحت مجھسے
کبھی آتا ہے تو دزدیدہ تبسم مجھکو

جب گئی کھکے گئی میری دعا سے تاثیر
گم کرے تجکو خدا تونے کیا گم مجھکو

مین نے اس نالہ بھی دلکو بہت سمجھایا
ضعف سے گرچہ نہتی تاب تکلم مجھکو

تم کہان غیر کہان ہیہو غلط محض دروغ
خفقان ہی یہ جنون ہے یہ توہم مجھکو

ضعف نے نام کو تھوڑا سا نشان رکھا تھا
تونے ای بیخودی شوق کیا گم مجھکو

ضبط وہ شے ہے کہ ای حضرت موسی دیکھیے
آپ دیتے ہین وہ تکلیف تکلم مجھکو

لطف توبہ کا مزا توبہ کا ہو اے زاہد
ضد سے ساقی نے پلائے ہین کئی خم مجھکو

کیون نہ حیران و پریشان ہون سننے والے
مین ملا تمکو کہان اور ملے ہر جا تم مجھکو

۲۲۶

مین بھی حیران ہون ای داغ کہ ہے ہے کیا بات
وعدہ وہ کرتے ہین آتا ہے تبسم مجھکو

۱۵

کیا ڈبوئیگا تری عشق کا قلزم مجھکو
موج ساحل ہے سفینہ ہے تلاطم مجھکو

اپنے رونے پہ کچھ آیا جو تبسم مجھکو
یاد آئے اوسکے کہا ہو گئے تم مجھکو

دیکھ اسے آدمی ایمن ہے جو وہ خاک ہوئی
کہ فرشتون نے لیا پھر تیمم مجھکو

رشک نے جلوہ دیدار سے رکھا محروم
کہ رہی مد نظر دیدۂ مردم مجھکو

دیکھنا چھیڑ سے حشر مرے پاس آکر
کہتے ہین کون ہو نہین جانتے ہو تم مجھکو

ہنستے ہنستے کبھی روتا ہون تصور مین ترے
روتے روتے کبھی آتا ہے تبسم مجھکو

آتش تر سے یہ میخانہ ہے آتش خانہ
یان وضو چاہیے زاہد کہ تیمم مجکو

تمہین آئینے سے بھی تھی حیا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ کسی کا شکوہ کوئی خجل وہ کسی کا داغ کسی کا دل
وہ کسی کا کوئی تھا آشنا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
مجھے ڈر رہے یہ نمون حجتین کہ بڑی ہین حشر کی ساعتین
دم بازپرس مری خطا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
چڑھے ہے ذہن پہ نہ زبان پہ اب مرے چار حرف سوال اب
تو پھر آگے کہنے کا لطف کیا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
ابھی قول کرکے جو ہو گئے تم ہوئی اس سے تو مری عقل گم
کہ خدا کا نام بھی مہ لقا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
یہ کہا کہ بیٹھون ہزار مین تمہین شرم آتی تھی پیار مین
یہ دو ہی دن کا ہے ماجرا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ جو داغ سحر بیان رہا کہ ثنا گر اسکا جہان رہا
کوئی شعر اسکا برا بھلا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
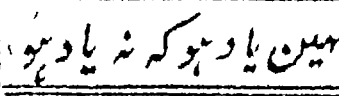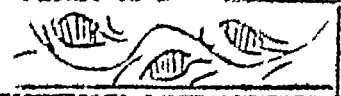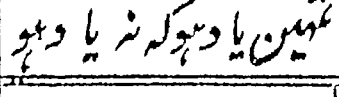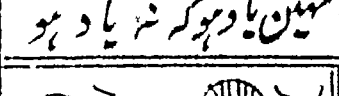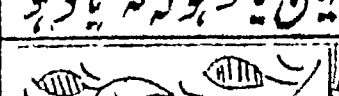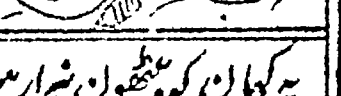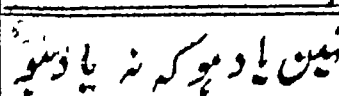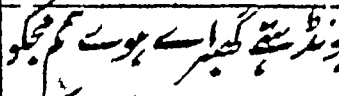
عرصۂ حشر مین اللہ کرے گم مجھکو
اور پھر ڈھونڈتے گھبرائے ہوئے تم مجھکو
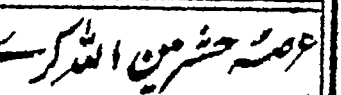
دیکھے مستی مین جو سرگرم تکلم مجھکو
کہے واعظ بھی کہ مئے کوئی خم مجھکو

غیرت ماہ کہے خسرو انجم مجھکو
نام کو داغ ہون کیا جانتے ہو تم مجھکو

ساقیا اسمین کھچی کیا کسی مجذوب کی روح
کوئی کھینچے لیے جاتا ہے بسوئے خم مجھکو

جب سے آنکھون مین سمائی ہین وہ کافر نظرین
رات دن اپنی نظر سے تو ہے گم مجھکو

یا استاد سے مرے مطلب کی کوئی اسے ناصح
یا یہ کہدے کہ نہین تاب تکلم مجھکو

اے فلک چاہیئے جی بھر کے نظارا ہم کو
جا کے آنا نہیں دنیا میں دوبارہ ہم کو

کبھی ایما نہ کیا یہ نہ اشارا ہم کو
کم نگاہی نے تیری جان سے مارا ہم کو

ہم کسی زلف پریشان کی طرح اے تقدیر
خوب بگڑے تھے مگر خوب سنوارا ہم کو

جب کھنچے آپ سے ہوئے اور زیادہ مضطر
مرض عشق کے پرہیز نے مارا ہم کو

شکر صد شکر کہ اب قبر میں ہم جا پہونچے
توسن عمر نے منزل پہ اتارا ہم کو

روز تکرار کرے کون خریداروں سے
دل کی اس گرمی بازار نے مارا ہم کو

چل تو اے دل رہ الفت میں کہیں راہ نما
مل رہے گا کوئی اللہ کا پیارا ہم کو

اب تو ہم تذکرۂ غیر پہ آفت ٹھہرے
پھر قیامت ہیں جو چھیڑو گے دوبارہ ہم کو

باتیں اس آئینہ رو کی بھی ہیں گویا طلسم
آج تو خوب ہی شیشے میں اتارا ہم کو

آپ سے اب نہ بنے گا کوئی سودا اپنا
پھیر دیجئے دل بیتاب ہمارا ہم کو

ہم سیہ رو ہیں سوا مردمک چشم سے بھی
پھر جو دیکھے تو کہے آنکھ کا تارا ہم کو

بدسلوکی میں مزہ کیا ہے مزہ ہے اس میں
کہ ہمارا ہو تمہیں پاس تمہارا ہم کو
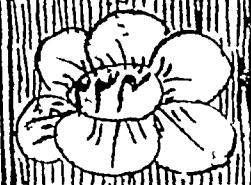
بحر ہستی میں ہوئے کشتی طوفانی ہم
نہیں ملتا کہیں اے داغ کنارا ہم کو
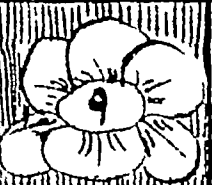
وہ طریق مہر و وفا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
تمہیں روز یاد دلاؤں گا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی پہلے خط میں بہت رقم کہا پھر زبان سے اپنا غم
مگر اس پہ بھی میرا ماجرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

نہیں کس کی شرم و لحاظ کیا یہ غلط کے واسطے کہا کیا

حاصل ہوئی بھی عقل فلاطون اگر تو کیا
چلتی نہیں کسی کی مقدر کے روبرو

اے داغ ہوگا ہے کسی کا جواب کیا
مقدار چشمہ کیا ہے سمندر کے روبرو

۹

غالب عشق پری سے دل ہیں پیچ و خم سو سو
غلط پڑے ہیں یہاں خضر کے قدم سو سو

بہم ہیں ناچ سے وہ بھی دیکھ کر خدا کی پناہ
ہزار ناز ہر اک ناز میں ستم سو سو

دل شکستہ کا مضمون لکھا نہیں جاتا
کہ ایک ایک نکتہ پہ ٹوٹا کئے قلم سو سو

ہزار حیلے سے معمور ہے یہ کافر دل
اس ایک سنگ سے پیدا ہوئے صنم سو سو

خطر ہے بیٹھا ہے ندے کے مرغ کا سر پہ کبوتر
کہ نامے باندھتے ہیں ایک پر ہیں ہم سو سو

کھلیں نہ ہم سے کبھی پیچ اُنکی باتوں کے
جو ایک بات کے پہلو بتائیں ہم سو سو

ہو گئے حشر میں تم داد خواہ کس کس کے
یہی سوال وہ کرتے ہیں صبح دم سو سو

بہار خلد سے آباد تھا جہان آباد
ہر ایک کوچے میں تھے گلشن ارم سو سو

ابھی سے چرخ کی گردش کا داغ کیا شکوہ
ابھی تو لائیگا چکر پہ یہ ستم سو سو

۱۵

ہم تو مرتے ہیں ادا پر دلستان ہو کوئی ہو
دوست دشمن مہربان نا مہربان ہو کوئی ہو

اوستادی ہے دست نازک میں بڑی دولیسی تیغ
یا الٰہی نیم بسمل نیم جان ہو کوئی ہو

شاد ہوں کیا وعدۂ فردا سے اے خلوت گزین
یہ تو ممکن ہی نہیں ہے تو جہان ہو کوئی ہو

سر میں ہو گردن میں ہو پہلو میں ہو سینے میں ہو
تیغ ہو خنجر ہو پیکان ہو سنان ہو کوئی ہو

غیر اچھا ہیں برا سمجھے ہو تم بھولے نہیں
آدمی کا آدمی ہے جسم انسان ہو کوئی ہو

میرے قصے میں برائی کیا ہے سن تو لیجیے
خواہ آپ بیتی سے غرض ہے داستان ہو کوئی ہو

۲۸ — ۹
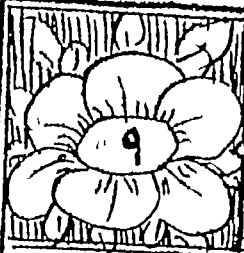
پھر مرے داغ کہن اسے داغ تازہ ہو گئے
دل میں آئی صورتِ بادِ بہاری آرزو
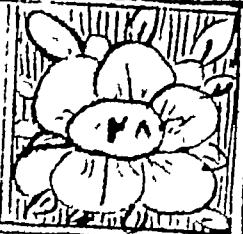
کیا چاک کیا تو نے مری جان مرے دل کو
میرا ہی بنایا ہے گریبان مرے دل کو

اک کھیل ہوئی الفت جانان مرے دل کو
دشوار جو مجکو ہے وہ آسان مرے دل کو

تجکو ہے قسم درد محبت مرے دلکی
تو چین نہ دینا کسی عنوان مرے دل کو

پھر حسرت وارمان و تمنا بھی نہونگے
اے یاس نکر بے سروسامان مرے دل کو

یا اوس بت گمراہ کو لا راہ وفا پر
یا پھیر دے اے گردش دوران مرے دل کو

اچھی کہی اچھا نہیں کچھ دل کا لگانا
یہ لگ گئی اسے ناصح نادان مرے دل کو

تاثیر دکھا جائے محبت تو عجب کیا
سینے سے لگا آج مری جان مرے دل کو

کچھ دور نہیں بتکدہ و کعبہ سمجھ لین
کافر تری آنکھون کو مسلمان مرے دل کو

۲۲۹ — ۹
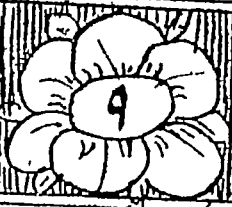
ہے لطف تو یہ تجکو ہو محشر میں بھی انکار
اور داغ کہے تو نے لیا ہان مرے دل کو
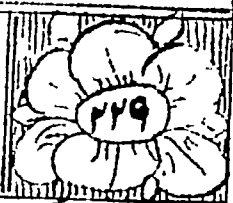
جوہر دکھا دے صاحب جوہر کے روبرو
ہے قدر آئینہ کی سکندر کے روبرو

دل اچھلا ہے بانده کے دنبر کے روبرو
جاتا ہے اک اسیر ستمگر کے روبرو

کہتا ہے سرو شاخ ثمر در کو دیکھکر
مفلس ہے بیوقار تونگر کے روبرو

روکر تھی شام کو سحرین کیونہ اہل حرص
شیشے کو ہچکی لگتی ہے ساغر کے روبرو

ڈرہے کہے نہ یار سے چرخ ستم شعار کیا
رویا ہون شب کو دیدۂ اختر کے روبرو

اوس بت میں اک خدائی کا جلوہ ہی ورنہ شیخ
سجدے کئے سے فایدہ پتھر کے روبرو

آنسو بہا رہا ہی خط یار پڑھ کے مین
یون دانہ ڈالتا ہون کبوتر کے روبرو

یہ بجلی نہین جسکی اک پھیر کرلی
تڑپ جاؤ دیکھو جو مضطر کسیکو

نکر ناصحا ایسی دیوانی باتین
یہ کیا کھینچ مارا جو پتھر کسیکو

زہے منصفی قتل تونے کیا ہی
وفا پر کسی کو دغا پر کسیکو

مجھے دیکھہ لو ہو کے چین جبین تم
نہ دیکھا ہو گر زیر خنجر کسیکو

محبت مین جیجا گئے لٹ گئے ہم
لیا دل کسی نے دیا سر کسیکو

رہے تشنۂ دید مشتاق انکے
ملا بھی تو زہر آب خنجر کسیکو

سہی چھیڑ کر ہمکو پچھتائیے گا
سناتے نہین بندہ پرور کسیکو

یہ کہتی ہے اے داغ چتون تمھاری
کہ تم چاہتے ہو مقدر کسیکو
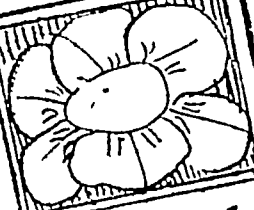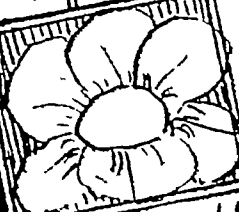
وقت آخر پوچھتے ہو کیا ہماری آرزو
انتہا ہی سے تمنا بیقراری آرزو

خاک کرتا ہے تغافل گرچہ ساری آرزو
حسبہ تجھسے آرزو مطلب ہماری آرزو

ایک سے ہو ایک الفتین گر انصاف رہا علم
دل نے مجھہ بار تو ہو دل پہ بھاری آرزو

چشم تر گریہ سے کب نکلے مرے دلکی مراد
ساتھہ اشکونکی نہین ہے سینکی جاری آرزو

سمجھہ دیہ اہل ہوس سے رکھین کام آپکی
کوڑیون کے مول بکتی ہے ہماری آرزو

گر لگا رکھنے کا مشتاق تو کی آجائے مزہ
تم کو ہو جائے مری امیدواری آرزو

نبھہ گئی اک وضع سے ابتک تو آگے دیکھیے
چھوڑتی ہے یا نہین یہ وضعداری آرزو

کون تھا مجھسا تمنائی کہ برسون مرے بعد
قبر پر آ آکے چلائی پکاری آرزو

لطف حسن و عشق تو جب ہے کہ دل سے دل ملے
کچھہ ہماری آرزو ہو کچھہ تمہاری آرزو

[illegible] تیر سینے سے مرے قاتل نکال
لطف کیا نکلے اگر کیا ساری آرزو

بندۂ نو خریدہ ہون ہر دم
رکھیے آنکھون کے روبرو مجھکو

کل تک اسکی تلاش تھی لیکن
آج ہے اپنی جستجو مجھکو

پہلے وہ تہا کہ تم نہ تھے آگاہ
اب وہ ہون سن لو کو بکو مجھکو

حشر مین کیا کہونگا جب وہ کہین
کیا نہین جانتا ہے تو مجھکو

وان شکایت پہ وہ حکایت ہے
کہ نہین جائے گفتگو مجھکو

اے حیات دو روزہ سے آئی
کن گرفتاریون مین تو مجھکو

نگہت گل ہے ناگوار دماغ
کیا سمائی ہوئی ہے بو مجھکو

داغ یکسو ہو خوش نہین آئی
نہ امیدی نہ آرزو مجھکو

۲۲۴

۹

دکھاتا گر نہین مدنظر ہے سیر روش کو
لگایا کیون ہے پردہ تم لگا دو آگ چلمن کو

نہین صیاد گلشن مین یہی تھا شوق گرفتاری
بنایا یار ہا شکل قفس اپنے نشیمن کو

خدا چاہے اگر مسکین دلونکو سرنگون کرنا
تو پھر کیا ہے عجب گر بت کرے سجدہ برہمن کو

دم بسمل ہوئی کیون زیر اپنی دم نکلتے مین
قضا کیا مژدہ پہنچانے گئی تھی میرے دشمن کو

ملین روز ازل ہم غمزدونکو نعمتین کیا کیا
دل بیتاب ہاتھ آیا لب فریاد شیون کو

اسے کہتے ہین وصل عاشق و معشوق یا قاتل
کہ ملکر تیرے خنجر سے چھوڑا اسیری گردن کو

لباس عاشق دیوانہ بھی گویا ہے دیوانہ
گریبان آستین کو آستین لپٹی ہو دامن کو

ستم ہے جو دیکھے چلتے معشوق سے عاشق
بجھاتے ہین سر پروانہ میری شمع مدفن کو

وصل کے ہاتھ سے اے داغ تجھے کا ہین سر لی
چھوڑا دوست کو اسنے نہ یہ چھوڑے گی دشمن کو

۲۲۵

۱۵

۱۳ — ۲۲۲

عشق مین وضع کیا رہے اسے داغ
که تجھے پاس آبرو ہی نہین

ردیف واو

ضعف سے بیمار الفت کیا نکالے ہاتھ پانو
تجھسے کیا نسبت که تجھے لیلی کے کالے ہاتھ پانو
ہاتھ پکڑے مجکو کھینچے پھر سو وحشت بلا
صدقے ایسی قید کے قربان اس زنجیر کے
آپ اور مجکو ته زانو دبا کر کیجیے ذبح
خواہ باندہین خواہ جکڑین انکو زنجیرین نہین دو
در دسی ہو ہم اسیر دنکی خبر کیو نکر اُسے
دوڑنے دو اپنی رہ مین ہیٹنے دو سر مجھے
سیکڑون کو قتل لاکھو نکو کیا ہے پامال
ہاتھ اُلجھے جیب سے پھر پانون لپٹے خار سے
سر سنان نے سینہ خنجر نے لیا ناوک نے دل
ذبح کرتے ہین یہی پامال کرتے ہین یہی

اس تپ اعضا شکن نے توڑ ڈالے ہاتھ پانو
حق نے تیرے نور کے سانچے مین ڈھالے ہاتھ پانو
اے جنون اب کر دیے تیرے حوالے ہاتھ پانو
وہ کہے یہ مجھسے جب جانین چھپالے ہاتھ پانو
بیٹھے رہیے بس ہین ضامن دیکھے بھالے ہاتھ پانو
ہمنے اُن زلفوں کے ہاتھون بیچ ڈالے ہاتھ پانو
صورت زنجیر کب کرتے ہین نالے ہاتھ پانو
ذبح سے پہلے ہی یہ مجرم ہم نکالے ہاتھ پانو
یہ نکالے میریان تمنے نرالے ہاتھ پانو
ہمنے زندان سے نکلتے ہی نکالے ہاتھ پانو
ہین یہ تیری نذر لے تیغ جفا کے ہاتھ پانو
پھر بچا لے رکھتے ہین یہ حسین والے ہاتھ پانو

۹ — ۲۲۳

کردیا ہے چور ہمکو نشۂ الفت نے دل
اب بہلا کوئی سنبھالے ہین سنبھالے ہاتھ پانو

سچ ہے تیری ہے آرزو مجھکو
کہین جلنے دے یون ہی تو مجھکو

تمہارا آلودہ آنکھیں بل جبیں پر درد ہے سر میں
رہے تم رات بھر بیچین کس کمبخت کے گھر میں

ہوا جب چاک دامن پارسا لکھے گئے یوسف
پھٹے ہیں پاؤں یہ ضرب المثل ہے نام دفتر میں

مزا جاتا رہا چوری چھپے بھی دیکھ لینے کا
لگا دی غیر کی تصویر اسنے روزن در میں

تری تو بخشش بھی جھوٹ سے خالی نہیں ظالم
مجھے ملتی ہے وہ جو بچکے رہجاتی ہے ساغر میں

بدل جائیگی قسمت حشر کو اہل معصیت کی
نہیں ہے جب بھی تو ہو جائیگا میرے مقدر میں

مذمت کر رہا ہے بادۂ انگور کی واعظ
مزا جب ہے کہ ہو ایسی ہی تلخی آب کوثر میں

اثر ہوتا ہے ایسا جذب کامل اسکو کہتے ہیں
بجائے آب خون بیگنہ ہے تیرے خنجر میں

تڑپکر لوٹکر رویا ہوں میں جیدم شب فرقت
تو عالم موج دریا کا رہا ہے چین بستر میں

نکال اہل حسد کی بیگناہی ورنہ اے واعظ
رقیبوں سے گلے ملنا پڑیگا مجھکو محشر میں

۲۲۱

چلو کعبے ملے گی دولت وصل صنم تم کو
کمی کس چیز کی اے داغ ہے اللہ کے گھر میں

۹

کوئی اب تجھ سے آرزو ہی نہیں
اب جو دیکھا تجھے وہ تو ہی نہیں

ناصحوں سے کلام کون کرے
اپنی ایسوں سے گفتگو ہی نہیں

اسقدر ناز ہے تمہیں گویا
کوئی دنیا میں خوبرو ہی نہیں

جو ترے لطف سے نکل جائے
وہ مرے دل کی آرزو ہی نہیں

ہے وہ صورت پرست بھی دیکھو
فقط آئینہ عیب جو ہی نہیں

رو کش اسکا ہو کیا گل فردوس
وہ نزاکت وہ رنگ و بو ہی نہیں

سادہ لوحی تو عشق میں دیکھو
جانتا ہوں کوئی عدو ہی نہیں

تیغ تیری عبث ہے تشنۂ خون
اس تن زار میں لہو ہی نہیں

محتسب دل نے حلت ہی گمان مے سے — سونگھنے کو بھی میسر مجھے انگور نہیں

لب تک آئی تھی شکایت کہ محبت نے کہا — دیکھ پچھتائے گا خاموش یہ دستور نہیں

رات دن نامہ و پیغام کہاں تک ہونگے — صاف کہدیجئے ملنا ہمیں منظور نہیں

تمنے وہی کوہکن و قیس سے مجھکو نسبت — کوئی دیوانہ نہیں ہیں کوئی مزدور نہیں

۲۱۹ — ۱۱

کیا کرے داغؔ کوئی اسکی محبت کا علاج
وہ کلیجا ہی نہیں جس میں یہ ناسور نہیں

گلے ملا ہے وہ مست شباب برسوں میں — ہوا ہے دل کو سرور شراب برسوں میں

خدا کرے کہ مزا انتظار کا نہ مٹے — مرے سوال کا وہ دیں جواب برسوں میں

بچیں گے حضرت زاہد کہیں بغیر پیئے — ہمارے ہاتھ لگے ہیں جناب برسوں میں

حیا و شرم تمہاری گواہ ہے اسکی — ہوا ہے آج کوئی کامیاب برسوں میں

یہ ضعف دل ہی کی خوبی ہے بلکہ ہے احسان — کبھی ہوا تو ہوا اضطراب برسوں میں

شب وصال سے کیوں نہ شرم آجائے — جب آئینہ سے کبھی ٹوٹے حجاب برسوں میں

ہوا ہے بعد کچھ ایسا ہوا مزاج اُن کا — کہ لطف رنج ہے سب پر عتاب برسوں میں

نگاہ مست سے اسکی ہوا یہ حال مرا — کہ جیسے پی ہو کسی نے شراب برسوں میں

کہاں ہوا ہے رخ یار مقابل [illegible] — یہ دن دکھائے گا یہ آفتاب برسوں میں

نہ کیوں ہو ناز مجھے اپنے دلربا ظالم — کیا ہے تو نے جسے انتخاب برسوں میں

۲۲۰ — ۱۱

وہ بولے داغؔ کی صورت کو ہم ترستے ہیں
ملا ہے آج یہ خانہ خراب برسوں میں

یہ فتنہ آتش الفت کا پہنچے گا نہ محشر میں — لگی ہے آپکے گھر سے بجھیگی آپکے گھر میں

دشمن جان ہین بہت پر اے عشق
تجھے جانا تجھے مانا دشمن

تم سمجھتے ہو اسے یار قدیم
دل سے اے داغ پرانا دشمن

۲۱۷ — ۱۰

مزے عشق کے کچھ وہی جانتے ہین
کہ جو موت کو زندگی جانتے ہین

شب وصل لین ادنکی اتنی بلائین
کہ ہمدم مرے ہاتھ ہی جانتے ہین

نہو دل تو کیا لطف آزار و راحت
برابر خوشی نا خوشی جانتے ہین

جو سہتے ہین مرے دلمین انھین کو خبر ہے
جو مین جانتا ہون وہی جانتے ہین

پڑا ہون سر بزم مین دم چرائے
مگر وہ اسے بیخودی جانتے ہین

کہان قدر ہمجنس ہمجنس کو ہے
فرشتون کو بھی آدمی جانتے ہین

کہون حال دل تو کہین اس سے حاصل
سبھی کو خبر ہے سبھی جانتے ہین

وہ نادان انجان بہولے ہین ایسے
کرب شیوہ دشمنی جانتے ہین

نہین جانتے اسکا انجام کیا ہے
وہ مرنا مرا دل لگی جانتے ہین

سمجھتا ہے تو داغ کو رند زاہد
مگر رند اسکو ولی جانتے ہین

۲۱۸ — ۱۰

چاک ہو پردہ وحشت مجھے منظور نہین
ورنہ یہ ہاتھ گریبان سے کچھ دور نہین

وصل سے یاس ہوا ایسا دل مہجور نہین
بت اگر دور ہے مجھسے تو خدا دور نہین

چھین لین دلکو اگر وہ تو یہ مجبوری ہے
مین کہے جاؤنگا محتاج ہون مقدور نہین

سجدے کر لیجیے مشاطہ جبین آ زاہد
ہم کہے دیتے ہین قسمت مین ترے حور نہین

دلکو ہوتی ہے خبر آپ کہین یا نہ کہین
ہمکو معلوم ہے وہ بات جو مشہور نہین

۲۱۵ — ۱۱

غیر کے عشق سے جلتا ہے عبث تو اے داغ
اسکی تقدیر مین ہے تیرے مقدر مین نہین

جب سر رہگذار پھرتے ہین — وہ بہت ہوشیار پھرتے ہین
کسکی آمد ہے میرے بالین پر — مضطرب غمگسار پھرتے ہین
عشق خانہ خراب کے ہاتھون — دربدر شہریار پھرتے ہین
میکدے مین عجب تماشا ہے — چار بیٹھے ہین چار پھرتے ہین
حشر مین اینڈتے ہوے یارب — کسکے تقصیروار پھرتے ہین
بات پر اپنی جان دیدین گے — قول سے جان نثار پھرتے ہین
دن مرے ہاے دیکھیے کسدن — اے شب انتظار پھرتے ہین
صدقے ہوتے ہین شمعرو اس پر — گرد پروانہ وار پھرتے ہین
وہی کوچہ ہے اسکا اے قاصد — کہ جہان بیقرار پھرتے ہین
ہائے انکا خرام مستانہ — پی کے جب بادہ خوار پھرتے ہین

۲۱۶ — ۷

داغ کا ذکر سنکے وہ بولے
ایسے ایسے ہزار پھرتے ہین

گر نہ لے اپنا ٹھکانا دشمن — دوست نادان ہین دانا دشمن
دیکھیے گر اس کی پلک یا اللہ — تو ہو تیرون کا نشانا دشمن
دیدۂ تر نہ بہانا آنسو — ڈھونڈھتے ہین یہ بہانا دشمن
دوست کو دوست نہ سمجھا تمنے — اور دشمن کو سمجھا نا دشمن
دوستی کا نہ رہے پھر امید — کاش ہو جائے زمانا دشمن

خدا کے گھر میں کیا ہے کام زاہد بادہ خواروں کا
جنھیں ملتی نہیں وہ تشنۂ زمزم بھی ہوتے ہیں

نہیں گھٹتی شب فرقت ہی اکثر ہمنے دیکھا ہے
جو بڑھ جاتے ہیں حد سے وہ ہی گھٹ کر کم بھی ہوتے ہیں

بچاؤں پیرہن کیا چارہ گر میں دست وحشت سے
کہیں ایسے گریباں دامن مریم بھی ہوتے ہیں

طبیعت کی کجی ہرگز مٹائے سے نہیں مٹتی
کبھی سیدھے تمہارے گیسوے پرخم بھی ہوتے ہیں

جو کہتا ہوں کہ مرتا ہوں تو فرماتے ہیں مر جاؤ
جو غش آتا ہے تو مجھپر ہزاروں دم بھی ہوتے ہیں

۲۱۲

کسی کا وعدۂ دیدار تو اے داغ برحق ہے
مگر یہ دیکھئے دل شاد اس دن ہم بھی ہوتے ہیں

۱۳

روح کو چین ہجوم غم دلبر میں نہیں
صاحب خانہ کو آرام بھرے گھر میں نہیں

مجھکو امید ہے مشکل مری آسان ہوگی
جو رکاوٹ ترے دل میں ہے وہ خنجر میں نہیں

اے غم عشق بجا نام ہے سے دل سے باہر
ایسے مہمان کی توقیر کسی گھر میں نہیں

کس سے وعدہ ہے جو گھبرائے ہوئے پھرتے ہو
یہ وہ گردش ہے جو میرے بھی مقدر میں نہیں

مجھپہ بیداد کرو تو بھی غنیمت جانوں
تم سے امید کسی طرح کی محشر میں نہیں

آپکے لطف وعنایت کا بھروسا کیا ہو
گر گھڑی بھر میں اگر ہے تو گھڑی بھر میں نہیں

دل کے ٹکڑوں کا مزہ حلق کی برش میں کہاں
نگہ ناز کی تیزی دم خنجر میں نہیں

لکھ لیے جاتے ہیں جو شیفتہ کہلاتے ہیں
کونسا نام ہے جو آپ کے دفتر میں نہیں

میں الگ ایک جہان اور بنادے یارب
ہے یہ عہد شکن پر ابھی محشر میں نہیں

سخت جانوں نے جو منہ پھیر لیا اے قاتل
عرق شرم تو آب دم خنجر میں نہیں

ہمہ تن درد ہو عاشق تو مزہ ہے یہ کیا
سر میں ہے درد کہیں دل میں جو ہے سر میں نہیں

سینے کیا جانیے کیوں سجدہ کیا اس بت کو
جانتا ہوں کہ خدا اور ہے پتھر میں نہیں

جنگ ہے ایک ایک سے آشام میں
بج رہی تھی کس کی جھوٹی جام میں

گالیاں دیکر بھڑک جاتے ہیں آپ
کیا مزا ہے تلخی دشنام میں

جب وہ سنتے ہیں بنا لیتے ہیں منھ
مل گیا کیا زہر میرے نام میں

ناز ہم سے اور دشمن سے نیاز
طاق ہے وہ فتنہ گر ہر کام میں

جب شب غم کی دعا آئی ندا
صبح محشر ہے ابھی آرام میں

دل سے وابستہ ہیں لاکھوں حسرتیں
زلف سے بڑھکر پھنسے اس دام میں

شور یارب سے وہ کافر ڈر گیا
ہے اثر بیشک خدا کے نام میں

کوئے جاناں کی زمیں ہے فتنہ خیز
آسماں ہے مفت کے الزام میں

چشم دلبر نے دکھایا یہ طلسم
دل نہیں دیکھا کسی بادام میں

۲۱۴

داغ زاہد سے کہو کہنچتی ہے مے
ہو شریک اس کار نیک انجام میں

۱۴

فلک دیتا ہے جنکو عیش انکو غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

گلے شکوے کہاں تک ہونگے آدھی رات گذری
پریشاں تم بھی ہوتے ہو پریشاں ہم بھی ہوتے ہیں

جو رکھے چارہ گر کافور دونی آگ لگ جائے
کہیں پر زخم دل شرمندہ مرہم بھی ہوتے ہیں

وہ آنکھیں سامری فن ہیں وہ لب عیسیٰ نفس دیکھو
مجھی پر سحر ہوتے ہیں مجھی پر دم بھی ہوتے ہیں

زمانہ دوستی پر ان حسینوں کی نہ اترائے
یہ عالم دوست اکثر دشمن عالم بھی ہوتے ہیں

بظاہر رہنما ہیں اور دل میں بدگمانی ہے
ترے کوچے میں جو جاتا ہے آگے ہم بھی ہوتے ہیں

ہمارے آنسوؤں کی آبداری اور ہی کچھ ہے
کہ یوں ہونے کو روشن گوہر شبنم بھی ہوتے ہیں

ہمارے ساتھ ہی پیدا ہوا ہے عشق اے ناصح
جدائی کس طرح سے ہو جدا توام بھی ہوتے ہیں

تم خواب میں بھی آئے تو منہ کو چھپا لیا　　دیکھو چھپائیں پردہ نشیں اور بھی تو ہیں

۲۰۹　　۱۱

یہ رنج یہ الم ہو تو کیونکر ہو زندگی
عاشق جہان میں داغ حزیں اور بھی تو ہیں

خاک میں ملجائے دل گر مدعا پیدا کروں　　جب مٹاؤں ایک کو تو دوسرا پیدا کروں
کیا کہوں اللہ قدرت دے تو کیا پیدا کروں　　بیٹھتے سکتے ہیں تیرے دلمیں وفا پیدا کروں
آفرینش سے مری کچھ اور تو مطلب نہ تھا　　مدعا یہ تھا کہ پیدا کر سکے نا پیدا کروں
میں تو خواہان اجل ہوں چارہ گر کو یہ تلاش　　ڈھونڈھ کر سارے زمانے میں دوا پیدا کروں
یہ تپ دیتے ہیں دشمن کو بھی اکثر راہ دوست　　خضر مر جائیں تو کوئی رہنما پیدا کروں
جو زمانے سے نرالا ہو فلک سے ہو جدا　　فکر ہے انکو یہ انداز جفا پیدا کروں
روز اک دل میرے سینے میں غذا پیدا کرے　　اور میں ارمان اس دلمیں سوا پیدا کروں
غیر کو میرے جلانے کے لیے پیدا کیا　　وان تو یہ تھا آدمی ہر کام کا پیدا کروں
ہائے کیوں آیا نہ صورت آفرین کو یہ خیال　　آئینگے کس کام یہ بت انکو کیا پیدا کروں
سب دکھانے کے ہیں قابل دلمیں جتنے داغ ہیں　　کونسا پوشیدہ رکھوں کونسا پیدا کروں

۲۱۰　　۹

دل کو ہے اے داغ عمر جاودان کی آرزو
میں کہاں سے چشمۂ آب بقا پیدا کروں

وہ سویا بھی تو یوں سوئے باعث عیار پہلو میں　　کہ رکھکر تکیہ شب کو کھینچ لی تلوار پہلو میں
حرارت عشق کی دلمیں سمجھ کی نہیں ورنہ　　برنگ سوئے آتش دیدہ ہو زنار پہلو میں
چھپایا ہے ترے تیر نگہ کو تیری ہی نگاہوں سے　　ہزاروں بار سینے میں ہزاروں بار پہلو میں
اُسے لائیں مجھے لیجائیں یا پیغام پہنچائیں　　یہ کیا کرتے ہیں سب بیٹھے ہیں غمخوار پہلو میں

وہ مصیبت سنی نہیں جاتی
جس مصیبت کو دیکھتا ہوں میں

دیکھئے آئے ہیں جو میری نبض
انکی صورت کو دیکھتا ہوں میں

موت مجکو دکھائی دیتی ہے
جب طبیعت کو دیکھتا ہوں میں

شب فرقت اٹھا اٹھا کے سر
صبح عشرت کو دیکھتا ہوں میں

دور بیٹھا ہوا سر محفل
رنگ صحبت کو دیکھتا ہوں میں

ہر مصیبت سے بے مزہ شب غم
آفت آفت کو دیکھتا ہوں میں

نہ محبت کو جانتے ہو تم
نہ مروت کو دیکھتا ہوں میں

کوئی دشمن کو یوں نہ دیکھیگا
جیسے قسمت کو دیکھتا ہوں میں

۲۰۸

حشر میں داغ کوئی دوست نہیں
ساری خلقت کو دیکھتا ہوں میں
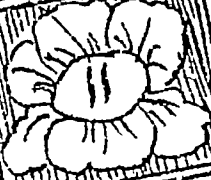
۱۱

معشوق اک تمھیں تو نہیں اور بھی تو ہیں
دنیا میں وضعدار حسین اور بھی تو ہیں

تیرے ہی در پہ حشر کا ہنگامہ ہے بپا
اس شہر میں مکان و مکین اور بھی تو ہیں

اے آہ اک فلک کو جلایا تو کیا کیا
ایسے ہزار بر سر کین اور بھی تو ہیں

نکلا نہ دل سے تیر ترا بیٹھکر کبھی
ہونے کو رہ گوشہ نشین اور بھی تو ہیں

کیا فرض ہے جو یہ زاہد ہی کو ملے
خواہان خلد بریں اور بھی تو ہیں

مرنا شب فراق میں جینے سے خوب ہے
بھلے گا دل کہ زیر زمین اور بھی تو ہیں

کرتا ہے یوں علاج کوئی درد عشق کا
تیرے علاوہ چارہ گزین اور بھی تو ہیں

کیوں چھوڑتی ہے جان و جگر کو تری نگاہ
سینے میں دل جہاں ہے وہاں اور بھی تو ہیں

مجھ مرے کی خبر بھی نہ پوچھی چلے گئے
غمخوار وقت باز پسین اور بھی تو ہیں

فرشتون سے سوا روز جزا انکار ہوتی ہے
لگا رکھا ہے ہمکو بھی کسی نے جان نثارونمین

کوئی غنچہ دہن سنکر نہین کیا اب نہ آئیگا
بہارین ہمنے لوٹی ہین بہت اگلی بہارونمین

دکھاوینگے صف محشر مین ہم کتنے نکلتے ہین
جو پوچھا اسنے کوئی ہے ترا امیدوارونمین

پڑے ہین جو تیری گردن پہ لوٹین یا تہہ ظالم
کہ بوئے غیر آتی ہے مجھے پھولونکے ہارونمین

خوشی مرگ عدو کی لاکھ غم سے ہو گئی بدتر
عزیز آنکھونسے دیکھا ہے کسیکو سوگوارونمین

تغافل مانع دیدار ہوگا مین نہ مانونگا
نگہ تیری تڑپا کر چلا ملیگی بیقرارونمین

مرا بھی ان ہواسمین نہولے ہے مرگ یاسی
خدا جانے یہ کسکی فاتحہ ہے آج یارونمین

حقیقت برق کی کیا ہے اگر اس سے بھی تیز ہین
سنبھلکر بیٹھنا جب بیٹھنا تم بیقرارونمین

خدا کے سامنے شیخ جی کہانا دیکھنا ڈرنا
ہمین تو آپنے ٹھیرا دیا ہے اعتبارونمین

انہین لوگونکے آنیسے تو میخانہ کی عظمت ہے
قدم لو شیخ کے تشریف لائے بادہ خوارونمین

تری برق تجلی گر ٹھہر جاتی تو کیا ہوتا
کہان بیتابیون پر لوٹ ہے امیدوارونمین

وہ ہے افسردہ دل عالم بجا ہے یہ اگر کہیے
کہ مردے ہین نہین پر اور زندے ہین مزارونمین

وہ کترا کر چلے ہین میکدے سے حضرت زاہد
بڑے مرشد ہین ہاتھون ہاتھ لانا انکو یارونمین

مرا اختر جلایا اے فلک تجھپر گری بجلی
شب فرقت یہ کیسی آگ دشمن تھی ستارونمین

۵

پڑا رہا کرے وہ داغ بیکس اسطرح تنہا
کہ جسکی زندگی ملکر گذری ہو یارونمین

۶

بگڑ جاتے ہو دل لیکر یہ دلدارونکی باتین ہین
تمہاری تو وہ باتین ہین جو عیارونکی باتین ہین
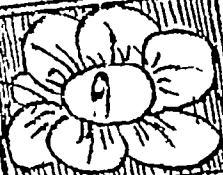
سوال وصل پر تکرار کیا کیا لطف دیتی ہے
انہین لیسے پسند اپنے خریدارونکی باتین ہین

خراباتی ہین سب اللہ والے لوگ اے زاہد
جو باتین مرشدونکی ہین وہ میخوارونکی باتین ہین

اجل کا نام لیں تقدیر کو بدنام کریں مجھکو کوسیں
مرے قاتل کا چرچا کیوں ہے میرے سوگواروں میں

دل اپنا کسکا شیدا ہو تمہارا والہ و شیدا
یہ کیسے جانثاروں میں تمہارے جانثاروں میں

پلک اٹھتی نہیں ہے اسطرف کیا تھک گئیں آنکھیں
ابھی تو ہو رہی تھیں غیر سے باتیں اشاروں میں

کوئی جنت کا خواہاں ہے کوئی کوثر کا طالب ہے
اڑا کرتی ہے لے پیر کی ہمیشہ بادہ خواروں میں

اسی گلشن کی کہانی ہے ہوا آنا زندگی اپنی لیے
جو مر جاؤں تو میرے پھول کرنا گلعذاروں میں

ہوا ہے غیر کے طالع میں کیا ثابت یہ سیارہ
نشان مشتری ملتا نہیں میرے ستاروں میں

جو ہم اوجڑے ہوئے پھر باغباں ہیں گلچیں سے
بجائے برگ پیدا ہوں نشیمن شاخساروں میں

پھر آجاتا ہے اسکی طرف رخ اہل ایماں کا
مسلماں اپنے قبلے سے نہ منہ پھیریں ہزاروں میں

خفا ہوتے ہو کیوں عہد وفا کے ذکر پر سچ ہے
نہ تم وعدہ خلافوں میں نہ ہم بے اعتباروں میں

غضب ہے اور بھی اس سادگی پر مر گئے لاکھوں
کہا تھا کس نے بن بیٹھیں وہ میرے سوگواروں میں

ملے کیا تیر ہر ہر زخم میں ہے چھوڑ اے قاتل
اجل کے ہوش گم ہوتے ہیں تیرے دلفگاروں میں

۲۰
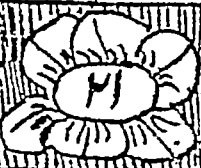
چلانا داغ کا اچھا نہیں یہ دم غنیمت ہے
کہ ایسا باوفا اک ڈھونڈھے نکلے گا ہزاروں میں

۲۱

کوئی جانے تو کیا جانے وہ یکتا ہے ہزاروں میں
ستمگاروں میں عیاروں میں دلداروں میں یاروں میں
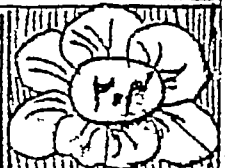
کسی کا دل تو کیا شیشہ ہے ٹوٹا بادہ خواروں میں
یہ توبہ ٹوٹ کر کیوں جا ملی پرہیزگاروں میں

کہاں ہے دختر رز اے محتسب ہم بادہ خواروں میں
ترے ڈر سے وہ کافر جا چھپی پرہیزگاروں میں

ملیگا بعد میرے پھر مجھسا قدرداں اسکو
قیامت تک رہیگا تجھ سا تیرہ سوگواروں میں

ہوئی گرم عناں جب بخشش و صبر و تاب عقل و دیں
دل بیتاب بھی اول ہوا پا بجوں سواروں میں

جو ارمانوں میں دم میرا تو بیکاروں میں دل میرا
یہ شورش ہے اپنے یاروں میں وہ خوش ہے اپنے یاروں میں

نکیون ہو لاکھ مستانہ ادائین میرنالے مین
بغل مین دل نہین معشوق ہی اور وہ بہی ملتا ہے

خبر سنکر مرے مرنیکی وہ بولے رقیبونسے
قیامت کی خلش آفت کی کاوش قہر کی سوزش

کہلا جاتا ہے زاہد آرزو مین حوض کوثر کی
تمہارا اُٹھکے آنا اور مریض غم کا مر جانا

لباس سرخ سے تم تو ہو کب خون مین کفن کوئی
عجب کیا ہے شب غم عکس سے اپنے جھجک جاے

یہ کیسا رنج ہے یا رب ٹپکتی ہے خوشی جس سے
نگاہ شوخ ہے حلقے مین چشم سرمگین کے

گدا ے میکدہ ہون ہر طرح کی ہے پیالے مین
بھرے ہین قہر کے انداز اس ناز دنکے پالے مین

خدا بخشے بہت سی خوبیان تہین مرنیوالے مین
مری دلمین تمہی حسرت ہی یا کانٹا ہی جیالے مین

کوئی تصویر اُسکی کہینچدے میرے پیالے مین
میرے جان فرق ہو تا ہی سبھلنے مین سنبھالے مین

پھوڑے تو لہو کی بوند تک سانکلے نہ لالے مین
جو دیکھے منہہ یہ اپنا آئینہ لیکر اوجالے مین

کہ نغمے کی ہے کیفیت مرے دشمن کے نالے مین
تماشا ہے کہ بجلی کوندتی ہے آج نالے مین

ملے مجھسے تو فرمایا تمہین کو داغ کہتے ہین
تمہین ہو ماہ کامل مین تمہین ستے ہو لالے مین

۱۹

رہیگا کوئی تو تیغ ستم کے یادگارونمین
کسیکی نرگس مخمور کیچھ کہدے اشارونمین

وہ غنچہ ہون شگفتہ دل ہا عالم کے غبارونمین
جنون مین دیکھئے میدان کسکے ہاتھ رہتا ہے

برابر ہی تمکین مین کچھ شوخی تو کچھ شوخی مین بیتابی
وہ شرمائی ہوئی آنکہین وہ گھبرائی ہوئی باتین

عیادت کیلیے وہ یہ خبر آیا کہ موت آئی

مرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سو مزارونمین
مزہ ہے راتدن چلتی رہے پرہیزگارونمین

وہ کانٹا ہون نہ کھٹکا مین کسیکو گلعذارونمین
پڑی ہے آبلون مین پہوٹ اور ایکا ہی خارونمین

ہوئے تم اور سے کچھ اور آکر بیقرارونمین
نکلکر گھر سے وہ گھرتا ترا امیدوارونمین

اشارے ہو گئے کیسے مرے تیمارداروںمین

نظر چرا کے وہ یون ہر بشر کو دیکھتے ہین
کسی کو یہ نہین پتا کدہر کو دیکھتے ہین

بنے ہوئے ہین وہ محفل مین صورت تصویر
ہر ایک کو یہ گمان ہے ادہر کو دیکھتے ہین

فروغ ماہ کہان یہ شب جدائی مین
چراغ لیکے فرشتے سحر کو دیکھتے ہین

تمہارے پاس کہین بہولکر نہ آیا ہو
ہمین تلاش ہے ہم نامہ بر کو دیکھتے ہین

ہمین گمان ہوتا ہی ہمکو روتا ہے
کبہی نگاہ کبہی نوحہ گر کو دیکھتے ہین

خیال یہ بہی فنا ہی ہے دوست دشمن کا
ہم آنکہ بند کئے ہر بشر کو دیکھتے ہین

الٰہی آج ہی پورا ہو وعدۂ دیدار
نہین تو اور کسی جلوہ گر کو دیکھتے ہین

بنی ہوئی ہے لفافہ پہ خط کے آنکہ اپنی
قدم قدم روش نامہ بر کو دیکھتے ہین

مقام رشک ہوا عرصۂ قیامت بہی
تجہی کو دیکھتا ہے جس بشر کو دیکھتے ہین

یہ رشک ہے تن لاغر سے ناتوانونکے
وہ کہینچ کہینچ کر اپنی کمر کو دیکھتے ہین

بتون کے واسطے دنیا نہین ہے جنت ہے
بہشت دیکھتے ہین جنکے گہر کو دیکھتے ہین

حیا تو دیکھئے آئینہ سے بہی پردہ ہے
وہ اپنے ہاتہ ہی سے سحر کو دیکھتے ہین

خدا کرے سر محشر وہ بیٹہے ہون بے پردہ
کہ ہم بہی دیکھتے ہین سب بشر کو دیکھتے ہین

نکل نہ آئے کہین داغ آرزو ڈر ہے
وہ چیر کر مرے زخم جگر کو دیکھتے ہین

کسی سے کچہ نہین مطلب ہے دیکہنے والے
تمہاری آنکہ تمہاری نظر کو دیکھتے ہین

۲۰۲
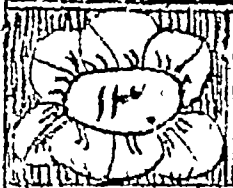
سکندر آئینہ ای داغ جام جم دیکھے
ہم اپنے خسرو والا گہر کو دیکھتے ہین

۱۴

شراب ناب ہے سب رنگ اپنے پیالے مین
وہ قطرہ کیونکہ نہ گل مین ہے گیا ہے شاخ لالے مین

فغان مین آہ مین فریاد مین شیون مین نالے مین
سنا کوئی برد دل طاقت اگر ہو سننے والے مین

وہ کاش وصل کے انکار ہی پہ قائم ہون
اگر وہ نہین تو کسی بات پر قیام نہین

الٰہی تو نے حسینونکو کیون کیا پیدا
کچھ انکی ذات سے دنیا کا انتظام نہین

سناے جاتے ہین بے پردہ گالیان مجکو
جو مین کہون تو کہین آپ سے کلام نہین

وہ آئینگے شب وعدہ یقین نہین اے دل
چراغ کیسے جلاؤن یہ ایسی شام نہین

سواے جور و جفا اور اسے شغل و دغا
بتونکے واسطے دنیا مین کوئی کام نہین

یہین بلاؤن تجھے دور ہی سے ترساؤن
یہ روز حشر ہے ترا یہ ہم پیام نہین

۲۰

دباؤ کیا ہے سنے وہ جو آپکی باتین
رئیس زادہ ہے داغ آپکا غلام نہین

۹

مزہ جو چاہیے اسکے ستم مین خاک نہین
جیا کیے خاک اڑا اپنے ہم مین خاک نہین

مرے غبار کی اٹکھیلیان تماشا ہین
ابھی فلک سے الجھنے کا دم مین خاک نہین

ہمیشہ کافر و مومن پہ ظلم ہوتے ہین
سواے سنگدلی اس صنم مین خاک نہین

چلا ہے کعبہ کو تو خاک چھان نے زاہد
فقط خدا ہی خدا ہے حرم مین خاک نہین

بنا ہے فتنہ خرامی سے فتنہ ہر ذرہ
زمین پہ تیرے نقش قدم مین خاک نہین

بتونکے بدلے جو حورین ملین تو خاک ملین
ہمارے واسطے باغ ارم مین خاک نہین

ہمین تھے وہ جو کبھی تھے خزانہ عرفان
ہمین ہین آپ جو ڈھونڈھو تو ہم مین خاک نہین

ملے تھے خاک مین اسواسطے کہ یار ملے
گھر ملا ہمین ملک عدم مین خاک نہین

۲۱

گئے رقیب کے گھر داغ وہ شب وعدہ
اثر تری تپش و رنج و غم مین خاک نہین

۱۷

پھرا ہوا ہے جو گیسو زلف کو دیکھتے ہین
لگا کے تیر ہم اپنے جگر کو دیکھتے ہین

ہمیشہ کسکی رہی اور کس کی رہتی ہے
بنا سے ہو جاتے ہیں جبتک نباہ دیکھتے ہیں

کوئی بھی مجھسے شب وعدہ یہ نہیں کہتا
اوٹھو چلو کہیں جلدی وہ راہ دیکھتے ہیں

خدا کا خوف نہیں پر بتوں سے ڈرتا ہوں
گناہگار نہ یہ بے گناہ دیکھتے ہیں

اسی کیواسطے آنکھیں خدا نے دیں ہمکو
کہ روز و شب یہ سفید و سیاہ دیکھتے ہیں

غرض نہیں ہے اونہیں طور کی تجلی سے
جو خوش نصیب تری جلوہ گاہ دیکھتے ہیں

۱۹۸ — ۹
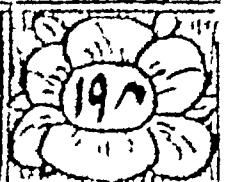
خدا کے واسطے لو داغ کی خبر جلدی
ہم اوسکا حال نہایت تباہ دیکھتے ہیں
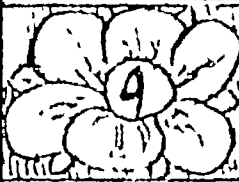
کیوں قسم کھاتے ہو ہم جور سے باز آتے ہیں
ان فریبوں میں کہیں عشوہ طراز آتے ہیں

یوں تو آفت ہی سر انداز پریزادوں کا
وہ قیامت ہیں جھجھکنے سے نیاز آتے ہیں

لیجئے پوچھو جو صدا آتی ہے میخانے سے
کبھی مسجد سے جو ہم پڑھکے نماز آتے ہیں

سیکھے ہے اے فلک اسکی نگہ یہ فن سے
شعبدے تجکو کہاں شعبدہ باز آتے ہیں

قاتل اس شوخ کی انداز قیامت ہونگے
جسکی تصویر کو سو طرح کے ناز آتے ہیں

آپکی بزم سے لیجاتے ہیں سو رنج و ملال
جی سے جاتے ہیں جو ہم اے بندہ نواز آتے ہیں

ناکہو تو جان بچا سکے مگر آزاد مزاج
تیرے پھندے میں کب اے زلف دراز آتے ہیں

شمع کی طرح سے اپنا نہیں جلنا رونا
غش یہ عشق ہے کہ دم سوز و گداز آتے ہیں

۱۹۹ — ۹
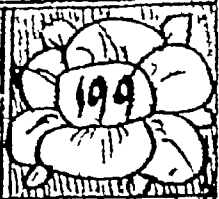
ساتھ نواب کے حج کرکے پھرے ہم اے داغ
ہند میں دھوم ہے مہمان حجاز آتے ہیں
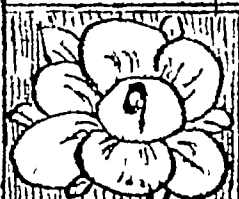
کبھی فلک کو پڑا دلجلوں سے کام نہیں
اگر نہ آگ لگا دوں تو داغ نام نہیں

وفور یاس نے یاں کلام ہی تمام کیا
زبان یار سے نکلی تھی ناتمام نہیں

مہر و وفا و راحت و آرام کو رقیب
جور و جفا و کاوش و خون جگر کو ہین

میرا طریق عشق خدا ہے جہان سے
چلتا ہون چھوڑ چھوڑ کے ہر رہگذر کو مین

تم تو وہ پارسا ہو کہ در تک کبھی نہ آؤ
آتا تھا منہ چھپائے کہین سے سحر کو مین

دل دے سکے انکو اور بھی امید بڑھ گئی
جاتا تھا یہ کہ چھوٹ گیا عمر بھر کو مین

دونو نہین ایک تو نکل آئیگا سخت جان
دیکھون گا آج دل سے لڑا کر جگر کو مین

۱۹۶ — ۹
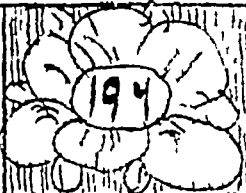
اے داغ صبح حشر تھی صبح شب وصال
جب یہ کہا کسی نے کہ جاتا ہون گھر کو مین
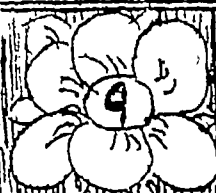
بات میری کبھی سنی ہی نہین
جانتے وہ بری بھلی ہی نہین

دل لگی اونکی دل لگی ہی نہین
رنج بھی ہے فقط ہنسی ہی نہین

لطف مے تجھ سے کیا کہون زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہین

اڑ گئی یون وفا زمانے سے
کبھی گویا کسی مین تھی ہی نہین

جان کیا دون کہ جانتا ہون مین
تم نے یہ چیز لے کے دی ہی نہین

ہم تو دشمن کو دوست کر لیتے
پر کرین کیا تری خوشی ہی نہین

ہم تری آرزو پہ جیتے ہین
یہ نہین ہے تو زندگی ہی نہین

دل لگی دل لگی نہین ناصح
تیرے دل کو ابھی لگی ہی نہین

۱۹۷ — ۸
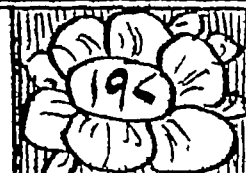
داغ کیون تمکو بیوفا کہتا
وہ شکایت کا آدمی ہی نہین

سحر کو آئینہ یہ رشک ماہ دیکھتے ہین
نگاہ دیکھنے والے نگاہ دیکھتے ہین

کچھ اس طرح سے وہ قاتل سوال کرتا ہے
ہمارے منھ کو ہمارے گواہ دیکھتے ہین
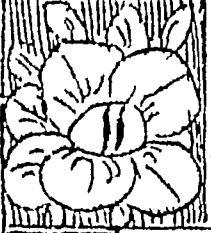
کعبہ و دیر ہین جو نہ داغ نہین
پھر ہے یہ خانمان خراب کہان

جلوے مری نگاہ مین کون و مکان کے ہین　　مجھسے کہان چھپینگے وہ ایسے کہان کے ہین
کھلتے نہین ہین راز جو سوز نہان کے ہین　　کیا پھوٹنے کے واسطے چھالے زبان کے ہین
کرتے ہین قتل وہ طلب مغفرت کے بعد　　جو تھے دعا کے ہاتھ وہی امتحان کے ہین
جسدن سے کچھ شریک ہوئی میری مشت خاک　　اُس روز سے زمین پہ ستم آسمان کے ہین
قاصد یہان سے برق تھا پر ضعف راہ سے　　بیمار کی ہی چال قدم ناتوان کے ہین
بازو دکھائے تمنے لگا کر ہزار ہاتھ　　پورے پڑین تو وہ بھی بہت امتحان کے ہین
ناصح کے سامنے کبھی سچ بولتا نہین　　میری زبان مین تاک تمہاری زبان کے ہین
کیسا جواب حضرت دل دیکھیے ذرا　　پیغامبر کے ہاتھ مین ٹکڑے زبان کے ہین
کیا اضطراب شوق نے مجھکو خجل کیا　　وہ پوچھتے ہین کہئے ارادے کہان کے ہین
عاشق ترے عدم کو گئے کسقدر تباہ　　پوچھا ہر ایک نے یہ مسافر کہان کے ہین

ہرچند داغ ایک ہی عیار ہے مگر
دشمن بھی تو چھٹے ہوئے سارے جہان کے ہین

کھویا گیا ہون دیکھکے تیرے نامہ بر کو مین　　اپنی خبر کو جاؤن الٰہی کدہر کو مین
مجھکو تباہ چشم مروت نے کر دیا　　ملجائے تو چراؤن کسیکی نظر کو مین
بس جاؤ کیا کرو گے نظر سے جگر مین چھید　　لو آؤ تم اُدہر کو کھڑے ہو اِدہر کو مین
خاموش اب تو شکوہ ہمسایہ نے کیا　　پھر تو ہے آہ نیم شبی اور سحر کو مین
جاکر درِ قبول پہ جھڑکی گئی دعا　　صد شکر جاکے آپ نہ لایا اثر کو مین

یارب انداز ستم کوئی نیا نکلا ہے آج
عشق ہے وہ بیداد گر خود لذتِ بیداد مین

بنتی ہین تیری کمر کی کیا خیالی صورتین
کھینچتی ہین باریکیان کیا مانی و بہزاد مین

ناتوانی ناتمامی نا امیدی نارسی
ہمنے سہہ رکھا ہے کیا کیا دامنِ فریاد مین

ہم اسیرون کی ہے اک بادِ صبا پرسان حال
پوچھ جاتی ہے کہ کیا باقی رہا میعاد مین

آگے یہ گردش کہان تھی پر کوئی گردش زدہ
آگیا تیرے نگاہ خانمان برباد مین

ہے یہی ذوقِ اسیری تو اسیری ہو چکی
ہین نہین پہولا سمانے کا کفِ صیاد مین

ہے جگر مین داغ یا ہے گنجِ قارون زیر زمین
غم ہے دل مین یا ہے قیدی قلعۂ فولاد مین

عشق کے کوچہ نے سہکا وہ دکھایا ہے بہشت
حضرتِ آدم نے جو دیکھا نہ اپنی یاد مین

محتسب سمجھے ہے دل تیرا ترے کس کام کا
ڈال دے اسکو کسی میخانہ کی بنیاد مین

۱۹۲ — ۹

میرے دل سے داغ پوچھے کوئی دہلی کے مزے
لطف تھا دونون جہان کا اک جہان آباد مین

ہم کہان اور بزمِ خواب کہان
لائی اے ہستیِ خراب کہان

اُن سے کہدیتا ہے آرزو دل کی
اب مری بات کا جواب کہان
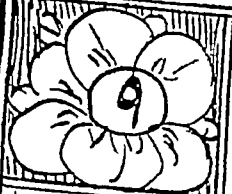
ہم نے بھی صبر دل کو دے ہی لیا
اب وہ اگلا سا اضطراب کہان

دل پہ گرمی سی تیرے ہے بلبل
یون کلیجا ہوا کباب کہان

بات اور رات کٹی جدائی کی
اب نکلتا ہے آفتاب کہان

بات کرنی غضب ہے آتی ہے
بات سننے کی اسکو تاب کہان

وعدۂ حشر آپ کرتے ہین
چار دن بعد یہ شباب کہان

کافرون سے ہے جب بھری دوزخ
غیر کے واسطے عذاب کہان

ہو جو تاثیر تو ہیرے کی کنی قاتل ہے
کیا کروں اشک مرا تیر ہے نمکدان نہیں

خار ہیں بلبل و پروانہ سر بزم و چمن
یہ کھٹکتے ہوئے کانٹے تو بیابان میں نہیں

اب تغافل ہی سے ہم چھیڑ کرینگے ناچار
آج اڑتی ہوئی نظریں صفِ مژگان میں نہیں

۱۹۱　　۱۰
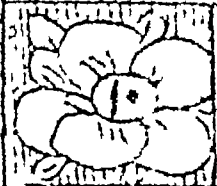
داغ ہم تربتِ مجنون پہ چڑھا دیتے چادر
پر یہان تارِ کفن کو بھی گریبان میں نہیں
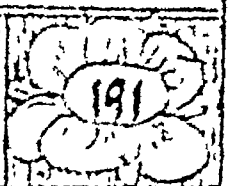
کہاں وہ گئے عیش و عشرت کے دن
مصیبت کی راتیں ہیں آفت کے دن

خبردار اے دل خبردار ہو
نہیں یاد نہیں تیری غفلت کے دن

فزوں روز محشر سے ہے ہر گھڑی
کٹیں کس طرح تیری فرقت کے دن

گذر جائے سنبھل کر کوئی دم
کہ نزدیک آئے ہیں رخصت کے دن

یہ افسانہ پورا تو ہو گا جبھی
جو دو چار ہوں گے قیامت کے دن

ستم کر نہ پہلے ہی اے نوجوان
ابھی آئے ہیں تیری شہرت کے دن

جوانی کو ترسا کریں خضر آپ
پھر نکلے قیامت میں حضرت کے دن

کھلا وا تجھے دے دیا اے اجل
بلا لینگے ہم تجھکو فرقت کے دن

وہ راتیں وہ باتیں وہ گھاتیں غضب
جوانی میں تھے کس شرارت کے دن

۱۹۲　　۱۲
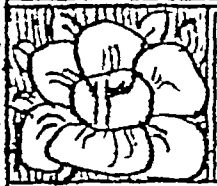
یہ ہے داغ کی عرض یا مصطفےٰ
نہ محروم ہوں میں شفاعت کے دن
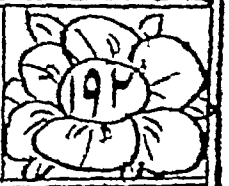
دستِ گلچیں سے چھٹا آیا کفِ صیاد میں
میں گل بازی ہوں کیا اس گلشنِ ایجاد میں

کونسی خوبی نہیں تیرے قدِ آزاد میں
شاخ ہے کیا سر میں طرہ ہے کیا شمشاد میں

حشر میں انکا مرا اس دھوم سے ہوگا لاپ
اہلِ محشر لو کہے گا دن مبارکباد میں

دست وحشت کے لیے تار رگِ جان مین نہین
ہاتھ اُس تار مین اُلجھا جو گریبان مین نہین

انت دل کو ہے دن سنجیۂ حشر کا نمین نہین
ہیئے وہ پھول چُنے ہین جو گلستان مین نہین

تیرے اقرار مین انکار تری ہان مین نہین
عہد مین عہد یہ پیمان کسی پیمان مین نہین

بے ثباتی کے سوا اور کوئی کیفیت
میری توبہ مین نہین آپکے پیمان مین نہین

راہ مین ہم سے ملا دیتی ہی شوخی اُن کو
کہ ابھی ہین تو ابھی چشم نگہبان مین نہین

ہم نہ مرتے سے یہ کہتے تھے کہ مرجائین گے
تم نہ برسون سے یہ سنتے تھے کچھ انسان مین نہین

گل کو ملکر ترے عارض سے ملا حسن قبول
ورنہ کیا سبزۂ بیگانہ گلستان مین نہین

خاک دیکھون تجھے ای چاک جگر کیا دیکھون
اُنکے دامن مین نہین اُنکے گریبان مین نہین

مجکو حیرت کا گمان دلمین تمنّا کا یقین
نالہ کہتا ہی کچھ اِس خانۂ ویران مین نہین

پہلے تھی دلمین کھٹک اب تو ہے رگ رگ مین کسک
چبھن اے درد تجھے بھی شب ہجران مین نہین

جلوہ ہوش ربا دیکھ لیا اے موسےٰ
یان تحیر مین وہ لذت ہی جو عرفان مین نہین

نگہ شوخ جو ٹھیرے تو مرا دم نکلے
نشتر مین وہ تڑپ ہے جو رگ جان مین نہین

داد بیداد ہے گر خاطر سفاک مین ہے
درد بیدرد ہی گر اِس دل ویران مین نہین

دیکھیے راہ مین ٹھوکر سے نہ کھلجائے گرہ
ایک فتنہ ہے یہ دل گوشۂ دامان مین نہین

ناز کو فتنہ سجاوٹ کو بلا کہتے ہین
سادگی اک تری گنتی کسی سامان مین نہین

اب کسب اِس چشم نظر باز نے دھوکا کھایا
جوڑ کیا آپکے ٹوٹے ہوئے پیمان مین نہین

اُف رے جلوہ کہ نہین اور نگہ شوق مین ہے
اب بے پردہ کہ وہ ہی اور دل حیران مین نہین

رنگ گل نغمۂ بلبل اثر باد بہار
جیسے ہم قید ہوئے کوئی گلستان مین نہین

مانگتا قرض ترے واسطے ای چشم خیال
پر سیاہی ہے سفیدی شب ہجران مین نہین

نہ بصارت نہ اشارت نہ خجالت نہ حیا
مجھ میں اور ان میں کوئی پردا تو کچھ حائل نہیں

آنکھ پڑتی ہے کہیں پاؤں کہیں پڑتا ہے
سب کی ہے تم کو خبر اپنی خبر کچھ بھی نہیں

دل ہے سینہ میں نہاں دل میں نہاں کیا کیا کچھ
چھوڑنے کی ترے دزدیدہ نظر کچھ بھی نہیں

رات کی رات کا مہماں ہے مریض ہجراں
صبح تم آئے تو کیا آئے سحر کچھ بھی نہیں

دھوم ہے حشر کی سب کہتے ہیں یوں ہے یوں ہے
فتنہ ہے اک تری ٹھوکر کا مگر کچھ بھی نہیں

انکو بیتاب کیا کچھ نہ کیا نالۂ دل
یہ تو کچھ بھی نہ ہوا یہ تو اثر کچھ بھی نہیں

نہ کروں نالہ تو کس شغل میں کاٹوں اوقات
یہ تو مانا کہ مرے نالوں میں اثر کچھ بھی نہیں

کعبے جانا بھی تو بتخانہ سے ہو کر زاہد
دور اس راہ سے اللہ کا گھر کچھ بھی نہیں

لامکاں میں بھی تو کچھ جلوہ نظر آتا ہے
بیکسی میں تو ادھر ہے نہ ادھر کچھ بھی نہیں

اک جفا تیری جو کچھ بھی نہیں تو سب کچھ ہے
اک وفا میری کہ سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں

خواب میں دیکھ لیا خلد کو ہم نے واعظ
اجی بس بیٹھو وہاں لطف بشر کچھ بھی نہیں

کچھ ہے یاں خاک تو اک جنبش داماں کیلئے
تیری موجوں کے لیے باد سحر کچھ بھی نہیں

آئینہ دیدۂ اعمیٰ ہی سہی پر اے چشم
وہی کچھ دیکھتے ہیں جن کی نظر کچھ بھی نہیں

میرے ہی جوش طبیعت نے اٹھائے ہیں فساد
خیر سے آپکی طینت میں تو شر کچھ بھی نہیں

عیب بے عیب ہے جب حد سے گذر جاتا ہے
اب بجز بے ہنری مجھ میں ہنر کچھ بھی نہیں

اے نگاہ غلط انداز ادھر کچھ تو سہی
اے تغافل اثر وعدہ ہے گر کچھ بھی نہیں

غیر کے وصل کا انکار مزہ دیتا ہے
پھر اسی طرح کہو بار دگر کچھ بھی نہیں

۱۹۰

حشر میں دست جنوں سے نہ خجل ہوا ای داغ
کہ مرے پاس بجز دامن تر کچھ بھی نہیں

۲۳

عشق جس کشتی کا ہو تو ناخدا
وہ نہ آئے کس طرح طوفان مین

اس سے پوچھو تم مری آشفتگی
زلف کہدے گی تمہارے کان مین

میرے مرنے کی خبر سنکر کہا
واقعی کچھ بھی نہین انسان مین

گر فرشتہ وش ہوا کوئی تو کیا
آدمیت چاہیے انسان مین

دلکی قیمت اک نگہ ہے ای صنم
آگئے جو آپ تیرے ایمان مین

جس نے دل کھویا اسی کو کچھ ملا
فائدہ دیکھا اسی نقصان مین

لیجئے دیتا ہون مین دل کے سوا
اور جو کچھ ہے مرے امکان مین

۱۸۸

کس نے ملنے کا کیا وعدہ کہ داغ
آج ہو تم اور ہی سامان مین

کس مصیبت سے بسر ہم شب غم کرتے ہین
رات بھر ہائے صنم ہائے صنم کرتے ہین
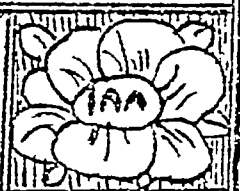
برسون ترسائے ہین جب مئے الم کرتے ہین
کس تکلف سے وہ تکلیف ستم کرتے ہین

دل کو ہو لاگ تو ہو کچھ کسی صورت کا لگاؤ
لطف کیسا کہ وہ اب جور بھی کم کرتے ہین

اشک خون خجلت عصیان سے نہین بے تاثیر
نار دوزخ کو یہ گلزار ارم کرتے ہین

ڈر ہے منھ پھیرے دم ذبح نہ خنجر اسکا
پڑھ کے ہم سورہ اخلاص کو دم کرتے ہین

شوخ تم شیفتہ ہم دونون ہین یکسان مگر
پھر ذرا صبر جو کرتے ہین تو ہم کرتے ہین

آپکو دوست کے مرنے کی خوشی یان پہ خفا
کوئی دشمن بھی جو مرتا ہے تو غم کرتے ہین

ہائے اس کشتے کی تربت کا مقدر جسکو
سجدے مٹ مٹ کے ترے نقش قدم کرتے ہین

ہین بدنام ہین جھوٹے بھی ہین ہین عشاک
ہم ستم کرتے ہین اور آپ کرم کرتے ہین

خوف ہے انکو ہیا تا تک تو ہم آغوشی کا
میری تصویر کے بھی ہاتھ قلم کرتے ہین

واہ اے جوش جنون آخر الجھکر ضعف سے — اد انگلیان ہاتھونکی بھی تار گریبان ہوگئین

وہ نہ آئے جب شب وعدہ نہ آئی مجھکو نیند — آرزوئین دلکی سب اب پریشان ہوگئین

شکوے غیرونکے اگر بیجا ہین بیجا ہی نہین — اب تو یہ گستاخیان مجھسے مری جان ہوگئین

داغ اب یوسف کہان لیلی کہان شیرین کہان
جو حسین شکلین تھین زیر خاک پنہان ہوگئین

۱۴

دلکو بہلاؤن کہانتک کہ بہلتا ہی نہین — یہ تو پیار سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہین

آپ کا زور ہر دل پہ نہ کیون کر چلتا — کیا مرا جذب کا عمل تھا کہ جو چلتا ہی نہین

چمن دہر مین یہ عاشق ناکام ترا — وہ شجر ہے کہ کبھی پھولتا پھلتا ہی نہین

نالہ نکلا کبھی دل سے تو کبھی آہ فغان — پھر مرے وصل کا ارمان نکلتا ہی نہین

اسکے ہاتھون سے جبتک کسی مظلوم کا خون — اپنے ہاتھونمین حنا وہ کبھی ملتا ہی نہین

ہین تری راہ محبت مین ہزارون فتنے — دیکھ مجھکو بجز اس راہ کے چلتا ہی نہین

دن ڈھلے آپکا وعدہ ہی کہی سے لیکن — آج یہ دن وہ قیامت ہی کہ ڈھلتا ہی نہین

شمع کی طرح سے روتا ہی یہ عاشق تیرا — مثل پروانہ فقط آگ مین جلتا ہی نہین

موم ہوتا ہی مری آہ سے پتھر لیکن — سنگدل ایک ترا دل کہ پگھلتا ہی نہین

خضر ہی تو اسی گرداب سے چکراتے ہین — ڈوب کر بحر محبت مین اوچھلتا ہی نہین

تیرہ بختی نہ گئی اپنی تو جانا ہم نے — کہ کبھی رنگ زمانے کا بدلتا ہی نہین

کس طرح دل خم ابرو سے نکالون اے داغ
پڑ گیا پیچ کچھ ایسا کہ نکلتا ہی نہین

۹

حضرت دل آپ ہین جس دھیان مین — مر گئے لاکھون اسی ارمان مین

اک نظارۂ گلشن کی ہوس باقی ہے
رخصت ای کنج قفس پھر ابھی آتا ہون مین

فرقت یار مین بیہوش ہوا جاتا ہون
ملک الموت کو دیوانہ بناتا ہون مین

دیکھنا شوق شہادت کو وہ بہول جائے
جرم اپنا اسے خود یاد دلاتا ہون مین

قفس تنگ سے چھٹنا تو بہت مشکل ہے
نوچکر پر سے گلہ اڑاتا ہون مین

پھر اسمان یہ کہتا ہی جہنم مین نگاہ شرر
اپنی تعظیم کو سو فتنہ اٹھاتا ہون مین

آسمان ٹوٹ پڑا ہے ستم بیجا کا
یہ سبب میرا ہی کلیجا کہ اٹھاتا ہون مین

دیکھ کر شکل زبون اس نے دل پھر جائے
اسلیے آئینے سے آنکھ چراتا ہون مین

چھپ کر کتنا ہون پس دیوار ہوا اس کے پیچھے مین
شور محشر کی طرف کان لگاتا ہون مین

کتنے ہمدرد ہوا خواہ ہین یون تو اے داغ
پر یہ کوئی نہین کہتا اسے لاتا ہون مین

باغ مین گل کھلے جاتے ہین کیا وہ آتی ہین
اڑ کلیان سر اٹھاتی ہین کہ وہ آتے ہین

جیتے جی کون عیادت کا اٹھاسے احسان
اسلیے جان سے جاتے ہین کہ وہ آتے ہین

دیر قاصد کو لگی ہے دل مشتاق سنبھال
دیکھیے ہمکو بلاتے ہین کہ وہ آتے ہین

سیکڑون قدم آگے ہین جلو مین فتنے
ساتھ اک شہر کو وہ لاتے ہین کیا وہ آتے ہین

ساتھ دشمن کے وہ کیا آئے قیامت آئی
خاک مین ہمکو ملاتے ہین کہ وہ آتے ہین

دل و جان پاس سے جاتے ہین کہ وہ آتی ہین
صبر و ہوش و خرد آتے ہین کہ وہ آتے ہین

جان مشتاق مری آنکھ مین آجاتی ہے
یار جب مژدہ سناتے ہین کیا وہ آتے ہین

نہین منظور رہ جینا تو دم چارہ گری
ہم مسیحا کو ڈراتے ہین کہ وہ آتے ہین

۱۸۴ کون آتا ہے بر وقت کسی پاس اے داغ
لوگ دیوانہ بناتے ہین کیا وہ آتے ہین ۱۱

تھک کے بیٹھوں بھی تو وحشت میں سر پھرتا ہے
پاؤں کے چکر مرے سر میں چلے آتے ہیں

۱۸۱
داغ جا کر نہ پھرے سوئے عدم اپنے رفیق
ہم یہ سمجھے تھے کہ دم بھر میں چلے آتے ہیں
۱۳

کشتۂ یاس ہوں مقتول تمنا ہوں میں
اور اس زندگی اس عشق سے مرتا ہوں میں

کچھ خبر ہی نہیں اللہ ری مری بیخبری
کس کا مشتاق ہوں میں کون ہوں میں کیا ہوں میں

نظر آتا نہیں اے جوش سرشک اپنا شباب
کشتی نوح نہیں ہوں کہ کفِ دریا ہوں میں

ظالم و قاتل و سفاک و غضبناک ہو تم
عاشق و شیفتہ و والہ و شیدا ہوں میں

میں اٹھوں تو طرفِ غیر نگاہیں اٹھیں
مگر اس بزم میں اس چشم کا پردا ہوں میں

تو وہ تیر حوادث نہ کریں کیوں افلاک
کہ اسی واسطے ہوں خاک کا پتلا ہوں میں

شمع ساں گھلتے ہی گھلتے سحر آجائیگی
اے شب ہجر کوئی منہ کا نوالا ہوں میں

داب کر تجھکو بغل میں دل مضطر لیجاؤں
پر یہ ڈر ہے نہ رقیبوں میں تماشا ہوں میں

آپکی جنبش لب سے تو کیا کام تمام
اسی اعجاز پہ کہتے تھے مسیحا ہوں میں

جان دینے پہ اجازت ہے تو ہاں بسم اللہ
دل بیتاب پہ لو فاتحہ پڑھتا ہوں میں

آرزو نکلے رہا ہوں کہ رکا ہے نہ فلک
اس گلی میں ہمہ تن آج تمنا ہوں میں

چپ نہ رہ ناصح مشفق مجھے غافل نہ سمجھ
ہاں کہے جا جو ترے دل میں ہے سنتا ہوں میں
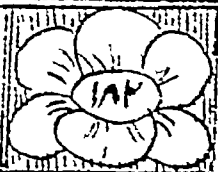
۱۸۲
داغ کیا پوچھتے ہو میں نہیں کچھ کہہ سکتا
خیر جب حال میں ہوں شکر ہے اچھا ہوں میں
۱۱

دل مجبور کو آزردہ جو پاتا ہوں میں
اپنے روٹھے کو شب و روز مناتا ہوں میں
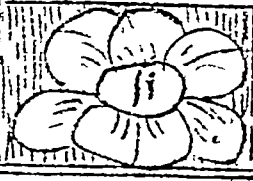
جبہہ سائی تری دہلیز پہ کچھ فرض نہ تھی
اپنی تقدیر کے لکھے کو مٹاتا ہوں میں

بیٹھا ہوا ہوں آگے بڑھ کر اُس سے مقام عشق
جو فتنہ مجھ غریب کو ملتا ہے راہ میں

دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

راتیں مصیبتوں کی جو گذری ہیں آج تک
ماتم کو آئے ہیں مرے روز سیاہ میں

اُس توبہ پر ہے ناز تجھے زاہد اسقدر
جو ٹوٹ کر شریک ہو میرے گناہ میں

آتی ہے بات بات مجھے یاد بار بار
کہتا ہوں دوڑ دوڑ کے قاصد سے راہ میں

تاثیر نجیب سنگ حوادث سے آئے کیا
میری دعا بھی ٹھوکریں کھاتی ہے راہ میں

کیسا نظارہ کسکا اشارا کہاں کی بات
سب کچھ ہے اور کچھ نہیں نیچی نگاہ میں

جو کینہ آج ہو ترے دل میں ستم شعار
جائیگا کل یہی تو دل دادخواہ میں

مشتاق اس ادا کے بہت دردمند تھے
اے داغ تم تو بیٹھ گئے ایک راہ میں

۱۶۰

۱۱
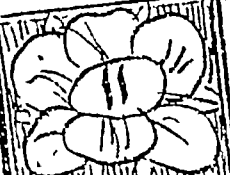
کیوں وسلے کٹتے جو ترے گھر میں چلے آئے ہیں
اپنی تقدیر کے چکر میں چلے آتے ہیں

تجھ میں تاثیر ہو گر ای کشش دل کچھ بھی
تو وہ دوڑے ہوئے ہم بر میں چلے آتے ہیں

وحشت ایسی ہے کہ سائے سے بھی میں کہتا ہوں
آپ کیوں میرے برابر میں چلے آتے ہیں

ہمسری کون کرے فتنہ خرامی سے تری
سیکڑوں کبک سے ٹھوکر میں چلے آتے ہیں

چشم بد مست سے پھر ہکو نہ دیکھو دیکھو
غش یہاں ایک ہی ساغر میں چلے آتے ہیں

روز سنتے ہیں بنا ایک نہ اک شیدائی
نام لکھے ترے دفتر میں چلے آتے ہیں

سیر بازار بھی ہو انکے لئے ایک شکار
دل بندھے زلف معنبر میں چلے آتے ہیں

آپ حسرت میں نہ ارمان ہیں نہ ہیں سوز و گداز
کس لئے پھر دل مضطر میں چلے آتے ہیں

نفتہ جاں دہ ہوں دم ذبح کہ ای قاتل دیکھ
جوش آب دم خنجر میں چلے آتے ہیں

کوئے قاتل کی زمین پر جو رکھا بیٹھے قدم
آسمان تک مرے ماتم کی صدائیں آئین

آئینہ دیکھتے ہی بیٹھ گئے تھام کے دل
پھر کہا آہ سے کیون لب پہ ابھی آئین آئین

داور حشر سے اب تک ہے اُمید انصاف
کیا کرینگے جو لب پہ اُسکی دعائین آئین

۱۷۷

درد دل کچھ نہ کھلا داغ مگر وقت اخیر
داد بیداد کی وہ پیار سے ایسی آئین

۱۱

ہم تری بزم سے اے یار چلے جاتے ہین
لے چلے جاتے ہین ناچار چلے جاتے ہین

اُسکا کوچہ ہے کہ ہے عرصۂ محشر یا رب
سیکڑون طالب دیدار چلے جاتے ہین

حضرت دل کی قضا آئی ہے اُس کوچے مین
کہ یہ دو وقت ہے ہر بار چلے جاتے ہین

مرض عشق بھی بگڑا ہی کچھ ایسا کہ سبھی
دور سے دیکھ کے غمخوار چلے جاتے ہین

منتظر دید کے ہین جا کے وہ کہان سے ظالم
ورنہ یہ طالب دیدار چلے جاتے ہین

اسطرح جاتے ہین اُس بزم مین لیکے ہاتھون
کہ شبہ ہے جیسے گنہگار چلے جاتے ہین

بل بے ضد آپکی اللہ رے ہٹ اُف رے مزاج
آج تک وعدے کے انکار چلے جاتے ہین

گرچہ سو سو مین تغافل کہ نہ جانے کوئی
ان نگاہون کے گر وار چلے جاتے ہین

ہم نہین جانتے کچھ دیر و حرم کا رستہ
ہم مے عشق مین سرشار چلے جاتے ہین

کعبہ لیکر راہ چلے آئے ہین شہر بخشو
ہم خطا وار گنہگار چلے جاتے ہین

۱۷۸
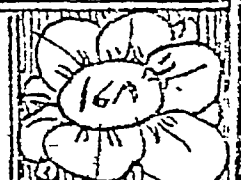
داغ اس ضعف نے کی اپنی تو منزل کھوٹی
ہم رہے جاتے ہین سب یار چلے جاتے ہین

۱۱

شوخی نے تیرے کام کیا اک نگاہ مین
صوفی ہے بتکدے مین صنم خانقاہ مین

آنکھین چھپائین ہم تو عدو کی بھی راہ مین
پر کیا کرین کہ تو ہے ہماری نگاہ مین

جو آدمی پہ گذری وہ اک سوا تمھارے
کیا جی لگا کے سُنتے افسانے آدمی ہین

کیا چور ہین جو ہمکو دربان تمھارا ٹوکے
کہدو کہ یہ تو جانے پہچانے آدمی ہین

مے بوند بھر پلا کر کیا ہنس رہا ہے ساقی
بھر بھر کے پیتے آخر پیمانے آدمی ہین

تمنے ہمارے دلمین گھر کر لیا تو کیا ہے
آباد کرتے آخر ویرانے آدمی ہین

جب داورِ قیامت پوچھیگا تمپہ رکھکر
کہدینگے صاف ہمتو بیگانے آدمی ہین

ناصح سے کوئی کہدے کیجیے کلام ایسا
حضرت کو تا کہ کوئی پہچانے آدمی ہین

مین وہ بشر کہ مجھسے ہر آدمی کو نفرت
تم شمع وہ کہ تم پر پروانے آدمی ہین

محفل بھری ہوئی ہے سودائیون سے اُسکی
اوس غیرت پری پر دیوانے آدمی ہین
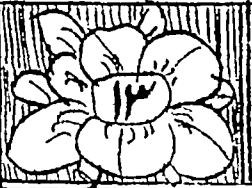
۱۷۶ شاباش داغ تجھکو کیا تیغ عشق کھائی
جی کرتے ہین وہی جو مردانے آدمی ہین ۱۳
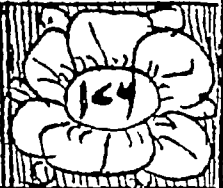
میکشو مژدہ کہ گھنگھور گھٹائین آئین
تمپہ رحمت ہوئین تو یہ بلائین آئین

مجھپہ افلاک سے میری ہی بلائین آئین
سیفیان پڑھتی ہوئین پھر کے دعائین آئین

موت نے مجھکو پکارا کہ مرے قاتل نے
آپیے آپیے مقتل سے ندائین آئین

کسکی زلفین مجھے یاد آئین شب ہجران یارب
کہ بلائین مری لینے کو بلائین آئین

آئے دلمین کبھی وہ ہمراہ نگہبانون کے
برچھیان تانے ہوے ساتھ ادائین آئین

جب ہوئی خاک مری جمع ترے کوچے مین
شرط باندھی ہوے اوڑ اوڑ کے ہوائین آئین

گو محبت سے مری خاک نہ آیا صاحب کو
ایسے مرتا ہون کہ تمکو تو ادائین آئین

ناز ہے انکو کرم پر کہ نہین جسکا حساب
کس خطاوار کی گنتی مین خطائین آئین

کیا بڑی بات تھی یا تو نہین اُسے بھلانا
نہ گلے آئے زبان پر نہ دعائین آئین

مہربانی نہ کرو اور غضب آئے گا　　اس بھلائی مین تو گھر کام برے ہوتے ہین
ہر قدم ہمکو رہ عشق مین اک منزل ہے　　طور اپنے سیر ہند کام برے ہوتے ہین
راہ پر حضرت زاہد کو لگا ہی لائے　　سچ تو یہ ہے کہ آشنا برے ہوتے ہین

۱۷۴
درہم داغ ہو دل ہے کو کس طرح عزیز
چارہ گر مفت کے کیا دام برے ہوتے ہین
۱۱

پھرا پیامبر اپنا خراب رستے مین　　دیا نصیب نے اچھا جواب رستے مین
وہ یون رقیب سے ہو بے حجاب رستے مین　　کرے جو سامنے سے بھی حجاب رستے مین
یہ سچ ہے راہ محبت بڑی ہی ٹیڑھی کھیر　　نہ آئے خضر کبھی اس خراب رستے مین
وہ گھر پہ آکے مری عرض حال بھول گئے　　رہا وہ رستے کا سارا حساب رستے مین
بھٹکتے پھرتے ہین اس رہگذار مین عاشق　　مسافرون کی ہے مٹی خراب رستے مین
لگا کے ہاتھ تو ہم لے آئے انہین گھر تک　　ہزار ہمپہ ہوئے گو عتاب رستے مین
عجب نہین کشش دل لیے مرے اے قاصد　　ملے اگر تجھے خط کا جواب رستے مین
گلی سے یار کی ہم اوٹھ کے چل چکے تھے مگر　　مچل گیا دل پر اضطراب رستے مین
یقین ہے زندہ نہ پہونچینگے کوئے جانان تک　　جو شوق کا ہے یہی اضطراب رستے مین
وہ رستہ کاٹ کے چلتے ہین اسلئے مجھ سے　　کہ کچھ سنے نہ یہ خانہ خراب رستے مین
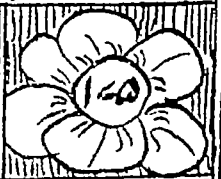
۱۷۵
بغل مین داب کے لیچل عدم کو شیشہ مے
ملے گی داغ نہ تجھکو شراب رستے مین
۱۱
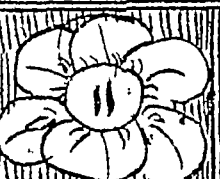
زاہد نہ کہہ بری کہ یہ مستانے آدمی ہین　　تجکو لپٹ پڑینگے دیوانے آدمی ہین
غیرون کی دوستی پہ کیون اعتبار کیجے　　یہ دشمنی کرینگے بیگانے آدمی ہین
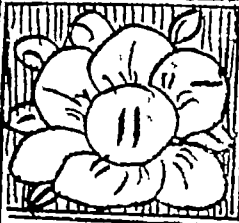
میخانے کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ
ہر ایک پوچھتا ہے کہ حضرت ادھر کہان
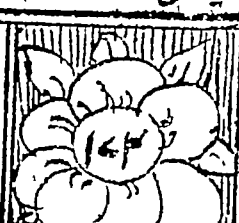
دلمین گھر یار کے پیکان کیے بیٹھے ہین
مجھپہ قبضہ مرے مہمان کیے بیٹھے ہین

تیرے وعدے کے جو ارمان کیے بیٹھے ہین
تین دن پہلے ہی سامان کیے بیٹھے ہین

اللہ اللہ رے انہین میری نظر سے پرہیز
کہ رقیبون کو نگہبان کیے بیٹھے ہین

اس طرح بیٹھے ہین سرکار کی میر سر بزم
مجھپہ گویا کہ یہ احسان کیے بیٹھے ہین

ایسی وحشت نہین اپنی کہ ہو محتاج بہار
پہلے ہی چاک گریبان کیے بیٹھے ہین

دیکھنا اے دشمن ایمان کہ وفا پر تیری
کسقدر صبر مسلمان کئے بیٹھے ہین

منہ دکھانے ملنے کی بہانے ہین عبث یون کہیے
آج اغیار سے پیمان کئے بیٹھے ہین

دیکھیے کون گرفتار بلا ہوتا ہے
آج وہ زلف پریشان کئے بیٹھے ہین

اب ہی کیا ہم ہین جو لیگی نگہ ناز تری
پہلے ہی جان کا نقصان کئے بیٹھے ہین

حسرت و یاس تمنا کے لیے اک دل تھا
ہم اسے پہلے ہی ویران کئے بیٹھے ہین
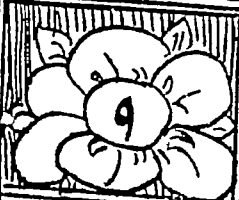
حضرت داغ پھر کیا کہین وحشت اوچھلی
آج گھر کو جو بیابان کئے بیٹھے ہین

تالے کرنے دل ناکام برے ہوتے ہین
کہ برے کامونکے انجام برے ہوتے ہین

ذبح کیجیے نہ سمجھے ہین تو یون ہین زاہد
آپ کیون لیکے یہ الزام برے ہوتے ہین

خوب سا ہون اہل ہوس کیا کہ نہین پختہ مزاج
ہے یہ ظاہر ثمر خام برے ہوتے ہین

ہو تسلی تو گزار دن شب ہجران ساری
طور میرے تو سر شام برے ہوتے ہین

چھیڑ معشوق سے کیجے تو ذرا تھم تھم کر
روز کے نامہ و پیغام برے ہوتے ہین

جو رہِ عشق میں قدم رکھیں — وہ نشیب و فراز کیا جانیں
پوچھیے میکشوں سے لطفِ شراب — یہ مزا پاکباز کیا جانیں
بلبلے جیتوں تری غضب کی نگاہ — کیا کریں گے یہ ناز کیا جانیں
جن کو اپنی خبر نہیں اب تک — وہ مرے دل کا راز کیا جانیں
حضرتِ خضر جب شہید نہوں — لطفِ عمرِ دراز کیا جانیں

۱۷۲

جو گذرتے ہیں داغ پر صدمے
آپ بندہ نواز کیا جانیں

مانا کہ لطف عشق میں ہے ہم مگر کہاں — کیا سوجھتا نہیں کہ پڑی ہے نظر کہاں
زاہد مری شراب کے چسکے ہی اور ہیں — توبہ سے ہے طہور میں ایسا اثر کہاں
سہتا ہزار غنچۂ پیکان کو توڑ کر — آتا مگر یہ دامنِ زخمِ جگر کہاں
اے آہ دل میں رہ کہ جو پردہ رہے ترا — جاتی ہے دوڑ دوڑ کے تو بے اثر کہاں
الفت جتائیے تو غلط جھوٹ نادرست — دل لے گئے تو کہتے ہیں کیسا کدھر کہاں
تھم تھم کے وار کر کہ مرا دم نکل نہ جائے — جب میں نہیں تو لذتِ زخمِ جگر کہاں
بھولا ہوں راہ فرطِ محبت میں دیکھیے — ہوتی ہے آج شامِ غریبی سحر کہاں
اب آہ بے شرر سے جلے خاک آسمان — گل ہی نہیں شجر میں ہمارے ثمر کہاں
اس زلف میں بھی اے دلِ مضطر نہ رہ سکا — خانہ خراب تیرے ٹھکانے کو گھر کہاں
دیتے ہیں یار کنکی خبر کیا ہیں بے خبر — یہ تو کہیں ہم اس سے رہے بیشتر کہاں
صورت میں اتحاد تو سیرت میں اختلاف — سمجھا ہوا ور رہتا نہو وہ بشر کہاں
آغازِ شوق میں نہیں انجام کی خبر — اس مبتدا کی دیکھیے نکلے خبر کہاں

مین ناتوان نہ پہونچا مگر کہین تا بمنزل
زنجیر ہے مجھے وہ جو تار ہے کفن مین

پوچھو نہ کچھ کدورت اس داغدار دل کی
آتی ہے خاک لینے آندھی اسی چمن مین

ہے گرم سرد عالم دیکھین کھائین کیا اب
شعلے تھے پیرہن مین کافور ہین کفن مین

وحشت جنون ہمارا چھوڑے نہ تار باقی
گر دامن قیامت پہونچے نہ ہو کفن مین

آفت ہے میکشون کا پیاسا ہلاک ہونا
پھرتی ہے روح میری ساقی کی انجمن مین

مجنون کا وہ جلسہ تھا جو راز دل چھپاتا
اک مشت استخوان بھی کھٹکی پیرہن مین

ہیبت سے آئینگے وہ یان ہم ہی جسم مین باقی
یارو لپیٹ دینا زندہ ہے جو کفن مین

اچھی یہی اسیری جیسے شکستہ دل کی
اچھا شکن بڑھایا گیسوے پرشکن مین

اس رنج بیکسی کی یارب خبر نہ پہونچے
جائے نہ شام غربت سر پیٹتی وطن مین

خط کو کمر سے باندھا آخر تو بوجھ اٹھایا
میری زبان بھی رکھ دے اے نامہ بر دہن مین

ہے چارہ ساز گلچین گلہا سے داغ دل کا
شامت بہار کی ہے آئے جو اس چمن مین

اک دن حریف محشر ہوتا ہے اس سبب سے
پھرتے ہین روز فتنے وہ چشم سحر فن مین

یہ شوق خودنمائی کیا کچھ جنون سے کم ہے
بیتاب تجکو لایا خلوت سے انجمن مین

یہ کیا کہ دل مین آؤ تو خاک مین ملاؤ
رونق ہو انجمن کی بیٹھو جب انجمن مین

۱۷۱ ۹

اے داغ ہم نہایت سمجھے اسے غنیمت
جو دم خوشی سے گذرا یاران ہم وطن مین

ساز یہ کینہ ساز کیا جانین
ناز والے نیاز کیا جانین

شمع رو آپ گو ہوے لیکن
لطف سوز و گداز کیا جانین

کب کسی در کی جبہہ سائی کی
شیخ صاحب نماز کیا جانین

آنکھ اسکی صبا نے دیکھی تھی / ڈال دی خاک چشم نرگس میں
تم پہ عاشق ہوں تو کیسر ہوں / تم میں جو بات ہے وہ ہے کس میں
گر کہا تم گلے سے مل جاؤ / مل گیا زہر کون ساس میں

۱۶۸ — ۹

مجھ کو دشمن سے کیا گلہ اے داغ
انس پاتا نہیں ہوں مونس میں
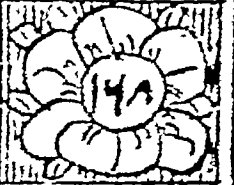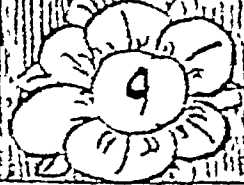
جب کہا اور بھی دنیا میں حسین اچھے ہیں / کیا ہی جھنجھلا کے وہ بولے کہ ہمیں اچھے ہیں
نہ اٹھا خواب عدم سے ہمیں ہنگامۂ حشر / کہ بڑے چین سے ہم زیر زمیں اچھے ہیں
کس بھروسے پہ کریں تجھ سے وفا کی امید / کون سے ڈھنگ ترے جان حزیں اچھے ہیں
خاک میں آہ ملا کر ہمیں کیا پوچھتے ہو / خیر جس طور ہیں ہم خاک نشیں اچھے ہیں
ہمکو کوچے سے تمھارے نہ اٹھائے اللہ / عدو بھی بس خاک کے پتلے ہم تو یہیں اچھے ہیں
نہ ملا خاک میں تو ورنہ پشیماں ہوگا / ظلم سہنے کو ہم اے چرخ بریں اچھے ہیں
دل میں کیا خاک جگہ دوں تری ارمانوں کو / کہ مکاں ہی یہ خراب اور مکیں اچھے ہیں
مجھکو کہتے ہیں حسینوں کی برائی سن کر / وہ نہیں تم ہی برے بلکہ کہیں اچھے ہیں

۱۶۹ — ۱۶

بت کافر ہیں کہ اے داغ خدا انسے بچائے
کون کہتا ہے یہ غارت گر دیں اچھے ہیں
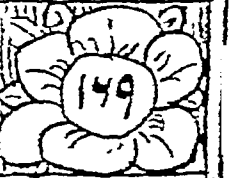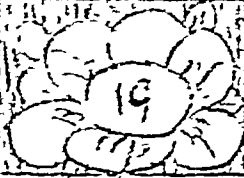
بھر دیں عجب ادائیں اس شوخ سیمتن میں / اک طرح سادگی میں اک طرح بانکپن میں
مطلب کی چھیڑ اسنے پنہاں سخن سخن میں / سچ ہے کہ داغ ہر سخن یکتا ہوا اپنے فن میں
جب سے لیا ہے میں نے اے شوخ نام تیرا / مشکل ہوا زباں کو رہنا مرے دہن میں
ہیں سر بسر نشان شکوہ اے تیغ یار تجھ سے / سو سو گلے بھرے ہیں اک ایک عضو تن میں

اس چمن مین گو برنگ سبزۂ بیگانہ ہون
مین تو ہر انداز معشوقانہ کا دیوانہ ہون
غفلت خوابیدگان خاک کے اڑتے ہین ہوش
مجھ سے سو ظلم دل کے واسطے اک اضطراب
غیر ناکامی ہوا حاصل نہ اس بتخانے مین
جیسے عاشق ہے ہوا اُس خاک کا ذرّہ ہے نہین
گر رہینگی کام کچھ آخر مری ناکامیان
مجھ سے ای گبر و مسلمان کس لیے اتنا تپاک
وصل کی گرمی بھی ہے بار اپنی نازک طبع پر
مین اگر ہمدرد سے دل مین ہون تو اک درد ہون

گل بھی رنگین ہو مین اپنے رنگ کا دیوانہ ہون
گل پہ بلبل ہون اگر تو شمع پر پروانہ ہون
مین شرار بیخودی سے اسقدر مستانہ ہون
اور پھر کہتا ہے مین ہی عشق مین مردانہ ہون
جائے ہے حسرت بھری ہر مجھ مین وہ پیمانہ ہون
برق جیسے لوٹتی ہے اُس کھیتی کا مین دانہ ہون
جسقدر نادان ہون اُتنا ہی مین فرزانہ ہون
قابل مسجد نہ ہر گز لایق بتخانہ ہون
شمع سے کافور ہو جاتا ہون وہ پروانہ ہون
مین زبان پر ہر زبان کے ہون تو اک افسانہ ہون

۱۱

ہے سراسر تیرگی اے داغ میری روشنی
گو چراغ خانہ ہون پر آفت کاشانہ ہون

۱۶۷
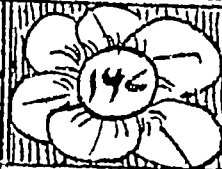
میرا چرچا ہوا نہ کس کس مین
ہائے کس طور سے بنے وہ کام
ہے کسی کا تو انتظار مجھے
دل کا ویرانہ ہو گیا لیکن
دہم داغ دل کو ہاتھ لگا
دل بیتاب کے تڑپنے سے
ہم ستم سے بھی خوش ہین ای ظالم

مین بنا چور اُن کی مجلس مین
ہو قدم دل کا درمیان جس مین
آنکھ ملتی ہے تیری نرگس مین
اب بھی ہے تیری آرزو اس مین
مال آیا ہے دست مفلس مین
آ گئی جان جسم بے حس مین
وہ ستم کوئی لطف ہو جس مین

نہ خنجر یہ کہتا تھا ستمگر سے گلو اپنا
جو یون کٹ کٹ کے لڑتے ہین وہ کب گھٹ گھٹ کے مرتے ہین

تسلی دلدہی دلجوئی اک حیلہ بہانہ ہے
مرا دل دیکھتے ہین وہ جو دلبر ہاتھ رکھتے ہین

نہ پوچھو کچھ مصیبت دردمندان محبت کی
خدا پر خوب روشن ہی گذر جسطرح کرتے ہین

قیامت ہی نکیون گذرے یہین ان سنگساروں ہو
سنا حیس رہگذر کو یہ ادھر سے وہ گذرتے ہین

یہانتک بدگمان ہین میر غم نامہ سے بجز وہ
کہ پہلے ذبح کرتے ہین تو پیچھے پر کترتے ہین

خدا ہے کوئی پوچھے حشر مین ہمسے تری آگے
کہ وان تم کسپہ مرتے تھے کہین ہم اسپہ مرتے ہین

ہم اس غفلت کے صدقے کوئی دم چھٹتے تو ہین غم سے
کہ جسدم ہوش آتا ہی تو پہرون فکر کرتے ہین

مرے ہر زخم دل پر بدنصیبی سی برستی ہے
وہ کسکی شور بختی سے نمکدان اپنا بھرتے ہین

گلی کوچون مین تمنے اشتہار عشق پھیلائے
کہ اوڑ اوڑ کر مرے مکتوب کے پرزے بکھرتے ہین

کبھی یہ دل تماشا گاہ تھا عیش و مسرت کا
اب اسمین حسرت و شوق و تمنا سیر کرتے ہین

زبان سے گر کیا بھی وعدہ تو یقین کسکو
نگاہین صاف کہتی ہین کہ دیکھو لو مکرتے ہین

کبھی جھکتا ہون شیشے پر کبھی گرتا ہون ساغر پر
مری بیہوشیون سے ہوش ساقی کے بکھرتے ہین

الٰہی دیدۂ دل تو نہ ٹھہرے رہ گذر ٹھہرے
کہین حسرت گذرتی ہی کہین صدمے گذرتے ہین

کوئی کہدے کہ تمنے دل لیا پھر دیکھئے کیا کیا
اینٹھتے ہین اکھڑتے ہین بلبلتے ہین مکرتے ہین

ادا ایسا حسن ان گیسوؤنکی کچھ نرالی ہے
بنانے سے بگڑتے ہین سنوارے سے بکھرتے ہین

تمہاری بدمزاجی سے ہمین کیونکر نہ خوف آئے
مثل مشہور ہے جابر سے سب ہی ڈرتے ہین

ستم دیکھو بیان رنج پر کہتا ہے وہ ظالم
یہ صدمہ تو نہین آخر کسی پر ہم بھی مرتے ہین

۱۶۷

نہ پوچھو داغ ہم سے انتظار یار کی حسرت
یہ آنکھین جانتی ہین خوب جو نقشے گذرتے ہین
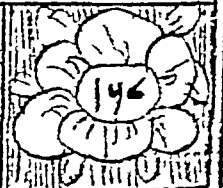
۱۱

گر تو نہو تو پھر کسی کافر کا دل لگے
دوزخ مین آرمیدہ ارم سے رمیدہ ہون

نازک مزاجیون نے مجھے ایسا کر دیا
اے بیخبر مین اپنے سے آپ ہی کشیدہ ہون

اٹھنے سے کشاکش دیر و حرم کہ مین
ظالم ہزار ہاتھ سے دامن دریدہ ہون

پروانہ پاس شمع کے بلبل ہے گل کے پاس
اک مین کہ تیری بزم مین خلوت گزیدہ ہون

بیتاب درد ہون تو دل رازدار ہون
لبریز شکوہ ہون تو زبان بریدہ ہون

افتادگی پہ بھی نہ گئی اُسکی جستجو
گویا زمین پہ سایۂ مرغ پریدہ ہون

اے آرزو سے تازہ نکر مجھسے چھیڑ چھاڑ
ہین پائے شوق دوست تمنا بریدہ ہون

صیاد پر ہون بار تو ہون باغبان کو خار
آزاد دام و تا بہ چمن نارسیدہ ہون

۱۶۵ — اے داغ جس کے واسطے روز جزا بنا
وہ کون ہے وہ مین ہی تو آفت رسیدہ ہون — ۲۰

الٰہی کیا کرین ضبط محبت ہم تو مرتے ہین
کہ نالے تیر بنکر کلیجے مین اوترتے ہین

جفا پر جان دیتے ہین ستم پر تیرے مرتے ہین
یہ ناکام محبت ہیچ تو یہ ہے کام کرتے ہین

کہین کیا ہمپہ جو صدمے گذرتے ہین گذرتے ہین
رگا یا جسگھڑی دل اسگھڑی کو یاد کرتے ہین

تماشا جیسے دیکھا ہم مرے ہین کے تڑپنے کا
تماشا ہے کہ وہ اپنی نظر سے آپ ڈرتے ہین

پے تعظیم اوٹھتی ہے قیامت کوئے جانان مین
اجل کہتی ہے بسم اللہ جہان ہم پاؤن دھرتے ہین

بڑھایا ہمنے دل اسکا یہ کہکر دم بسمل
لگا چلسے تیغ اے قاتل کہین قاتل بھی ڈرتے ہین

جزہ سے یہ نالۂ دلبری کیا جسوقت پڑھتا ہون
تو سنکر کاتب اعمال اسکو حفظ کرتے ہین

نہ کرنا مشغلے ناحق ستم تیغ قاتل سے
کہ رنگ گریہ کہتا ہے جگر کے زخم بھرتے ہین

نہین آتے نہ آئین ہو گئے تاب و توان جائین
کبھی پر آج ہم اے بیقراری صبر کرتے ہین

الیا کیا فریب دل کو دیے اضطراب مین
شوخی نے تم کو ڈال دیا اضطراب مین
ہے پائدار رشتۂ عمر مسیح سے
کچھ شان مغفرت سے نہین دور زاہدو
کیا جانین کیا سکھا دئینگے اونکو صلاح کار
اے اہل حشر جمع ہین یان ہر طرح کے لوگ
حورون کا انتظار کرے کون حشر تک
پیر مغان کی دل شکنی کا رہا خیال
ہر وقت انتظار طلب مین ہین مستعد
گردن نہ آئین گے تو اجل آئیگی ضرور
جی چاہتا ہے چھیڑ کے ہون اون سے ہمکلام
دنیا کی باز پرس سے اب تک نہین نجات
کوئی گلہ کرے گا نہ غصے کی بات کا
رکھنا قدم تصور جانان سنبھال کر
اے شیخ جو بتائے مے عشق کو حرام

انکی طرف سے آپ لکھے خط جواب مین
کچھ تمکنت کا لطف ہے دیکھا شباب مین
میرا بھی تار جیب لگا نا نقاب مین
ڈوبین گناہ بادہ کشون کے شراب مین
ہر روز گفتگو ہے نئی میرے باب مین
دو کچھ صلاح مجکو طبیعت کے باب مین
مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب مین
داخل ہوا ہون توبہ سے پہلے ثواب مین
رہتا ہے ایک پاؤن ہمارا رکاب مین
تسکین ملی ہوئی ہے مرے اضطراب مین
کچھ تو لگے گی دیر سوال و جواب مین
اوجھا ہوا ہون حشر کے دن حساب مین
کہنا ہو جو کسی کو دکھ لو عتاب مین
کانٹے ہے جا بجا مری چشم پر آب مین
ایسے کے دو لگائے بھگو کر شراب مین

۱۲۴
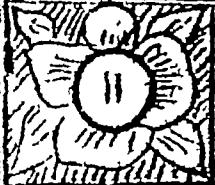
اے داغ کوئی کچھ سا نہو گا گناہگار
ہے معصیت سے میرے جہنم عذاب مین

۱۱

سوز و گداز عشق کا لذت چشیدہ ہون
سر دہی ہون اور نہ شاخ خمیدہ ہون

مانند آبلہ ہمہ تن آبدیدہ ہون
تسلیم و راستی کے لیے آفریدہ ہون

بیکسی صدمۂ ہجران کی مجھے تاب نہین
کاش دشمن ہی چلے آئین جو احباب نہین

قبر مین بھی کبھی آتش غم وائے نصیب
ہم جہان دفن ہین وان زیر زمین آب نہین

بخت بیدار نہ یہ دیدۂ دربان یارب
چشم مشتاق کی تقدیر مین کیون خواب نہین

تجکو اے بخت سیہ آگ لگا کر دیکھون
شب ہجران مین اگر جلوۂ مہتاب نہین

جام کوثر اوسی میکش کو ملے گا زاہد
بول وہ مٹھا جو کوئی ہمکو مے ناب نہین

چھیڑ اٹھتی ہے کوئی نالہ کوئی رکھتا ہے
چارہ گر ناخن وحشت ہے یہ مضراب نہین

اب لفافہ بھی نہین خط کا خدا کی قدرت
پہلے اتنی ہی شکایت تھی کہ القاب نہین

وان یہ ٹھہری ہے کہ اسکو بھی نظر مین رکھیے
اب جو ٹھہرے تو ہمارا دل بیتاب نہین

دیکھ بتخانے مین تقدیر کا عالم اے شیخ
یان مصلا نہین منبر نہین محراب نہین

آنکھ لگتی ہے تو کہتے ہین کہ نیند آتی ہے
آنکھ اپنی جو لگی چین نہین خواب نہین

راز دل کس سے کہون حضرت ناصح کہیے
جو مرے دوست ہین کیا غیر کے احباب نہین

نامہ بر مجھسے یہ کہتا ہے کہ تم تو کیا ہو
بادشہ بھی ہو تو وان قابل القاب نہین

نہ ملے مجکو مرے حال پہ رونے والے
عیش کیسا کہ یہان غم کے بھی اسباب نہین

مجھسے بیتاب کی میت پہ ملین کیون کافور
کیا میسر مرے احباب کو سیماب نہین

جستجو چاہیے گو خون جگر ہی ملجائے
رزق انسان کا کمیاب ہے نایاب نہین

پوچھتے کیا ہو کہ دیکھا شب وعدہ کیا کیا
تمسے تعبیر نہ آئے وہ مرا خواب نہین

موت اب کوچۂ قاتل مین کھڑی رہتی ہے
یہ بھی قسمت کہ تری اے دل بیتاب نہین

طعنے دینے کو محبت مین برا کہنے کو
کونسے روز یہان مجمع احباب نہین

١٦٢ حال دل اس سے کہا اسنے کہا بس خاموش
داغ اس دل کے سمجھنے کی ہمین تاب نہین ١٦

گر نہ کسی بہانے سے آجائے وقت نزع — ظالم کریں ہزار بہانے قضا سے ہم

گو حال دل چھپاتے ہیں پر اسکو کیا کریں — آتے ہیں خود بخود نظر اک مبتلا سے ہم

ناچار اختیار کیا شیوۂ رقیب — کچھ بچ گئے ہیں خوب ہیں گذری حیا سے ہم

مانگی نہوگی خضر نے یون عمر جاودان — کیا اپنی موت مانگتے ہیں التجا سے ہم

دیکھیں تو پہلے کون مٹے اسکی راہ مین — بیٹھے ہیں شرط باندھ کے ہر نقش پا سے ہم

مجبور اپنے شیوۂ شرم و حیا سے ہم — ناچار اضطراب دل مبتلا سے ہم

۱۶۱ یہ آرزو ہے آنکھ میں سرمہ لگائیں گے
اے داغ خاک پائے رسول خدا سے ہم ۹

شب وصال نہ پہلے نہو حیا سے کم — جفا کے ہم سے گلے ہم کریں وفا کے تم

کوئی خوشی تو ہوئی ہے کہ ہنستے آتے ہو — گئے تھے کیا کسی مردے پہ آشنا کے تم

مزا ہو حشر میں دونوں ہوں ایکبار طلب — ہمارے ساتھ چلو سامنے خدا کے تم

کسی طرح نہیں ملتے بغیر دل کے لیے — یہ ڈھنگ سیکھ گئے کس کی التجا کے تم

مجھے جو ناز ہوا اپنی بیگناہی پر — کہا انہون نے سزاوار ہو سزا کے تم

مری زبان جلانے سے کیا جلے گا اثر — کہ جانتے ہی نہیں ہتکنڈے دعا کے تم

کیا جو شکوۂ عزیزوں نے میرے قاتل سے — کہا انھوں نے کہ قائل نہیں وفا کے تم

کہیں نہ حضرت دل ہم سے تم دغا کرنا — ہمارے دوست ہو پہلے ہی ابتدا کے تم

۱۶۲ تمہارے شعر میں گرمی ہو کس بلا کی — جلے ہوئے ہو مگر داغ انتہا کے تم ۱۰

ردیف نون

جور سپہر و ظلم بتان سہ گئے بہت
رستم وہی ہے جسنے اٹھائی جفائے دل

ایسا بنا دن ٹھیک کہ یہ یاد ہی کرے
اب کی کسی طرح مرے قابو میں آئے دل

(۱۰۹) کہتے نہ تھے وہ سنکے پر ارمان جائینگے
اے داغ اسنے اور کہو ماجرائے دل (۱۱)

ردیف میم

(۱/۱۲) (۱/۱۱)

چھک گئے ہیں آج اک ساغر سے ہم
ہاتھ دھو بیٹھے ہیں کوثر سے ہم

بتکدے سے ہیں جا کے اُس بت کا پتا
پوچھتے پھرتے ہیں ہر پتھر سے ہم

قصد صحرا ہے دل ویران کے ساتھ
اک بیابان لیچلے ہیں گھر سے ہم

جب رگ جان سے ملی کرتا ہے خون
چھیڑ دیتے ہیں اسے نشتر سے ہم

تیر تیرا بدھر کے مژگان سے نہیں
کچھ کھٹکتے ہیں اسی نشتر سے ہم

کسقدر کٹتی ہے راہ شوق جلد
تیز چلتے ہیں ترے خنجر سے ہم

کیا کہیں کس سے کہیں کس کے لیے
پھرتے ہیں چاروں طرف مضطر سے ہم

حضرت واعظ نے جو چاہا کہا
پر نہ بولے کچھ خدا کے ڈر سے ہم

دل جو اپنا ہم نے مانگا تو کہا
کیا چرا لائے تمہارے گھر سے ہم

کیسے کیسے تجھ سے کرتے گر آسمان
صدقہ کر ڈالیں ترے سر پر سے ہم

(۱۲۰) وہ ستمگر روبرو ہوگا تو داغ
کیا کہیں گے داور محشر سے ہم (۹)

ڈرتے ہیں چشم و زلف و نگاہ و ادا سے ہم
ہر دم پناہ مانگتے ہیں ہر بلا سے ہم

معشوق جائے حور ملے مے بجائے آب
محشر میں دو سوال کرینگے خدا سے ہم

مقام اہل خرابات اور ہے زاہد
نہیں یہ لوگ جہان خراب مین داخل

یہان ادا سے خموشی کو ہم جفا سمجھے
وہان جواب نہ دینا جواب مین داخل

زمانہ بخت جوان لائیگا کہان تجھسا
کہن ہوئی بھی ہے پیری شباب مین داخل

وہ لطف [illegible] کے کیا جانے
ہوا ہے پاؤن خضر کا جواب مین داخل

دوبارہ ہم کو تجھی تعجیل کر نہ لکھنا خط
یہ شرط ہے مرے خط کے جواب مین داخل

عشق آگیا جو مجھے راحت اسکو وہ سمجھے
ہوئی ہے بیخودی شوق خواب مین داخل

۱۵۸

گئے تھے داغ تلاش صنم مین کعبے کو
خدا نے مفت کیا ہے ثواب مین داخل

۱۴

کیون کھکے دل کا حال کہین ہائے ہائے دل
اچھی کہی کہ ہم سے کہو ماجرائے دل

افسوس مین نے روز ازل یہ نہ کہدیا
دے مجھکو سب جہان کی نعمت سوائے دل

گھبرا کے بزم ناز سے آزردہ اٹھ گئے
سُن سُن کے ہائے ہائے جگر ہائے ہائے دل

بہر عیادت آج وہ آکر یہ کہہ گئے
ہو زندگی عزیز تو کیون لگائے دل

رہتا ہے دم شمار سے سینے مین ہر گھڑی
روٹھے ہوئے کو ہائے کہان تک منائے دل

یہ دلربا ہے اپنے سے لیکر نہال ہون
پروا نہین رہی ہین جاتا ہے جائے دل

کیا اب بھی مشق ظلم کے ارمان رہ گئے
ایک ایک دن مین تونے ہزارون ستائے دل

آئینہ جان کر ادھر اعراض ہو گیا
یہ کیا کیا برا ہو ترا اے صفائے دل

شکوہ کیا کہ شکر کیا تیرا بار بار
تھم تھم کے نرم نرم کچھ آئی صدائے دل

پایا نہ اس گلی مین دل اپنا کسی جگہ
یون ہم گرے پڑے تو بہت ڈھونڈھ لائے دل

تعریف انکی ہوتی ہے کیون میرے روبرو
تم چاہتے ہو یہ کہ رقیبون پہ آئے دل

اے عندلیب تجھکو لگی کب ہوائے عشق
کلیوں کی طرح تجھ میں نہ پھوٹے ہزار دل

عاشق ہوئے وہ جیسے عدو پر یہ حال ہے
رکھ رکھ کے ہاتھ دیکھتے ہیں بار بار دل

اوسنے کہا ہے صبر پڑیگا رقیب کا
لے اور بیقرار ہوا بیقرار دل

بیتاب ہوکے بزم سے اوسکی اٹھا دیا
غافل ہوئیں مگر ہے بہت ہوشیار دل

(۱۵۷) مشہور ہیں سکندر و جم کی نشانیاں
اے داغ چھوڑ جائیں گے ہم یادگار دل (۲۰)
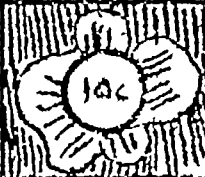
ہوا زمانہ پیری عذاب میں داخل
جوان تھے تو جوانی تھی خواب میں داخل

پڑھی نماز جنازے کی میرے قاتل نے
گناہ کرکے ہوا ہے ثواب میں داخل

غلط رہا ہے وہی ابتدا سے آخر تک
ہوئی ہے دل کی رقم جس حساب میں داخل

کسی نے دست تسلی سے ایسی چٹکی لی
سکون دل بھی ہوا اضطراب میں داخل

بہت ہے ناز تمھیں خال مصحف رخ پر
مگر یہ نکتہ نہیں انتخاب میں داخل

ہوا یہ شہرہ سخاوت سے پانی پانی ہیں
تمام خلق عناصر ہیں آب میں داخل

رقیب کو مرے آگے پلائی مے ساقی
کیا نہ زہر ذرا سا شراب میں داخل

بتوں کا روئے کتابی ہوا ہے کیوں مقبول
خدا کا نام نہیں اس کتاب میں داخل

وہ لطف خاص ترا جس سے جان پر بنجائے
نہ ہو کہیں ستم بے حساب میں داخل

اگر نہیں ہے مے و مینا و ساقی و معشوق
بہشت بھی ہے جہان خراب میں داخل

یہ رشک داغ تو بہ ہوا ہے اے زاہد
برے بھلے ہیں سبھی اس شراب میں داخل

دکھا کے منہ جو چھپاتے ہو کوئی چھپتا ہے
نگاہ شوق رہیگی نقاب میں داخل

کسے مجال جو دیکھے وہ حسن عالم سوز
وہاں ہی برق تجلی حجاب میں داخل

ہوتے ہیں تجھ کو ٹکڑے اگر یہ عجب اتفاق ہے
جاتے ہیں جانب عدم یا نیمہ بستر الگ الگ

رنج فراق یار بھی حصہ بہ حصہ کر کبھی
ایک دل و اتنے غم چاہیے گھر الگ الگ

نوش کا مرتبہ کیا تو نے تیس تیغ کا
کٹ گئے گرتے ہیں دست و پا سینہ و سر الگ الگ

شکوہ یہ ہم ہے کہیں ایک ہی سا ایکسا دل بنائے
لوگ بہت ہیں بزم میں سب ہیں مگر الگ الگ

(۱۵۲) حشر کو اسنے چھ سے یہ داغ گنہگار عشق
تا زکی ہزار ہیں اسکی نظر الگ الگ (۱۷)

ردیف لام

مجھ سا نہ دے زمانہ کو پروردگار دل
آشفتہ دل فریفتہ دل بیقرار دل

ہر بار مانگتی ہے نیا چشم یار دل
اک دل کے کس طرح سے بناؤں ہزار دل

مشہور ہو گئی ہے زیارت شہید کی
خون گشتہ آرزو کا بنا ہے مزار دل

یہ صیدگاہ عشق ہے ٹھہرائیے نگاہ
صیاد مضطرب سے نہ ہو گا شکار دل

طوفان نوح بھی ہو تو ملجائے خاک میں
اللہ رے غبار ترا پر غبار دل

پوچھا جو اوسنے طالب روز جزا ہے کون
نکلا مری زبان سے بے اختیار دل

کرتے ہو عہد وصل تو اتنا رہے خیال
پیمان سے زیادہ ہے ناپائدار دل

تاثیر عشق یہ ہے ترے عہد حسن میں
مٹی کا بھی بنائیں تو ہو بیقرار دل

اسکی تلاش ہے کہ نظر آئے آرزو
ظالم نے روز چاک کیے ہیں ہزار دل

عالم ہوا تمام رہا اسکو شوق جور
برسادے آسمان سے پروردگار دل

پہلے پہل کی چاہ کا کیجے نہ امتحان
آنا تو سیکھ لے ابھی دو چار بار دل

نکلے مری بغل سے یہ ایسے تڑپ کے ساتھ
یاد آ گیا وہیں مجھے بے اختیار دل

کتاب عشق کے الٹے ورق اول سے آخر تک
مگر سمجھے نہ ہم اسکا سبق اول سے آخر تک

بڑی ہی ابتدا بھی انتہا بھی تیری الفت کی
کہ اسمیں ہیں غم و رنج و قلق اول سے آخر تک

کبھی ہی عرش اعلی پر کبھی تحت الثری میں ہے
کھلے ہیں شیخ پر چودہ طبق اول سے آخر تک

مے انگور تحفے میں تجھے دیتا ہوں اے زاہد
رہیگا تیز یکساں یہ عرق اول سے آخر تک

ہزاروں دوست دشمن بزم میں اسکی رہے لیکن
رہا اک شکل پہ یوں نظم و نسق اول سے آخر تک

ازل سے تا ابد پائی نہ راحت اس جراحت نے
رہا ہم بسملوں کا سینہ شق اول سے آخر تک

بہار عارض گلگوں سہی تیری اسکو کیا نسبت
نہیں اک رنگ پر رہتی شفق اول سے آخر تک

بشر کو گر نہ ملتی کسکو ملتی عشق کی دولت
نہیں تھا کوئی اسکا مستحق اول سے آخر تک

(۱۵۵) لکھوں اسکو جواب اے داغ کیا میں صفحے حیراں ہیں
لکھے ہیں جسنے یہ مضموں ورق اول سے آخر تک (۱۳)

ردیف کاف فارسی

کیوں نہ جائیں ہو عیاں عیب و ہنر الگ الگ
دیکھتے ہیں بچشم غور اہل نظر الگ الگ

اسکی تلاش میں مگر ایک کا ہیگا ایک رقیب
پھرتے ہیں روز و شب جو یوں شمس و قمر الگ الگ

راہ میں انکو وہم تھا کوئی نہ پہ گماں ہے
آئے نہ ساتھ ساتھ وہ مجھسے مگر الگ الگ

تیغ نگاہ یار کو دیتے ہیں ہر گھڑی دعا
پارۂ دل جدا جدا لخت جگر الگ الگ

روح فزا کسیکو ہے روح گزا کسیکو ہے
بادۂ عشق نے کیا اپنا اثر الگ الگ

کسکا یقین کیجئے کسکا یقین نہ کیجئے
لائے ہیں اسکی نامہ بر سب یہ خبر الگ الگ

صبح شب وصال میں پاؤں پڑا انکے گر پڑا
کہنے لگے وہ ناز سے وقت سحر الگ الگ

میں ہوں ادھر تو ادھر تیا ہوں یہاں تو وہ وہاں
رہتے ہیں مجھسے دور دور آٹھ پہر الگ الگ

آتش تو بہ سوز خاک سے لگے
آنچ آئے نہ دامن تر تک

کیا ٹھکانا ہے اس کدورت کا
خاک اڑتی ہے دیدۂ تر تک

مئے جب عنبر کا سلام لیا
ہاتھ آ کے رہ گیا سر تک

۱۵۳

کوئی ملتا ہے داغ دل اے داغ
یہ جلے گا چراغ محشر تک

۱۳

ساقیا ابر ہے دے جام شتاب ایک پر ایک
آج محفل میں گرے مست خراب ایک پر ایک

ہے ترے شوق میں سرگرم عتاب ایک پر ایک
اور کھینچے ہوئے شمشیر پر آب ایک پر ایک

گل بازی ہے حسینوں میں مرا افسانہ
پھینک دیتا ہے محبت کی کتاب ایک پر ایک

جوش پر ہے جو ترا حسن تو اے پردہ نشین
زور کرتا ہے غضب بند نقاب ایک پر ایک

توڑ اس طرح سے نالۂ دل ساتوں فلک
کہ گرین ٹوٹ کے یہ خانہ خراب ایک پر ایک

تہ و بالا جو کیا وان بھی نگاہوں نے تری
تو پڑا ہوگا یونہیں روز حساب ایک پر ایک

گر گئے بزم طرب میں مرے آہنگ فغان
چڑھ کے بولے نہ کبھی تار رباب ایک پر ایک

دل کو سو داغ نہ دو جان کو سو رنج نہ دو
منصفی شرط ہے لازم ہے عذاب ایک پر ایک

کبھی پورا ہوا تیری جفاؤں کا شمار
ہم بڑھاتے ہی گئے وقت حساب ایک پر ایک

لب جو سیر کو آیا ہے جو وہ بحر جمال
لوٹتا پڑتا ہے تماشے کو حباب ایک پر ایک

جور پر جور غضب پر بھی غضب ظلم پہ ظلم
ہے قہر ایک پر ایک آفت ہے عتاب ایک پر ایک

یاد آتی ہے تو لکھتا ہوں دمبدم اک بات نئی
روز آتا ہے مرے خط کا جواب ایک پر ایک

جب کبھی داغ کیا ہم نے سوال بوسہ
سیکڑوں منہ سے دیئے تم نے جواب ایک پہ ایک

۹

ردیف کاف تازی

دعا مانگے دل غمگین کہاں تک
کہوں میں دمبدم آمین کہاں تک

مسلمانوں سے بغض و کین کہاں تک
کہاں تک اے بت بے دین کہاں تک

ترے بیمار کو آتی نہیں موت
پڑھے جائے کوئی یٰسین کہاں تک

تڑپنے دو ابھی میں بھی تو دیکھوں
وہ دیتے ہیں مجھے تسکین کہاں تک

مجھے چھوڑیں خدا پر دوست میرے
یہ ہنگامہ سر بالین کہاں تک

خدا اوس بت کی باتوں کا ہے مشتاق
گیا شور لب شیریں کہاں تک

مرا سنہ تھک گیا شکر جفا سے
کروں میں آفرین تحسین کہاں تک

پریشانی سیہ بختوں کی دیکھو
ہے گا طرہ مشکین کہاں تک

تصور میں عدو کے تم ہو بیدار
سناؤں قصہ رنگین کہاں تک

بجا ہے عشق میں بے صبر ہیں ہوں
رہی گی آپ کی تمکین کہاں تک

۱۵۲

رہے گا مصطفیٰ آباد میں داغ
غریب و عاجز و مسکین کہاں تک

۹

جا سکے جو نہ آپ کے در تک
چاہے وہ دادخواہ محشر تک

دل کا آئینہ خوب صاف کیا
اور ہم نے مٹائے جوہر تک

پہنچا ناسور سینہ تا بہ جگر
ہم نے پہنچایا چھید کو گھر تک

ہجر میں یوں بھی تو ہوا نہ وصال
پھیر دیکھے گلے پہ خنجر تک

نور ہے اور خرام ناز ترا
یہی فتنہ بہت ہے محشر تک

تصویر کو بھی اوسکی دیا شک غرور ہے
دیکھے کبھی نہ طالب دیدار کی طرف

تقصیر مےفروش کی اے محتسب نہین
یہ چیز اڑ کے جاتی ہے میخوار کی طرف

آتا نہین قریب کوئی دور دور سے
اوٹھتی ہین اونگلیاں ترے بیمار کی طرف

بولے وہ آپ کیسے بنے ہین حمایتی
یہ کہکے جھک پڑے مرے غمخوار کی طرف

چلتے نہین وہ شرم سے نیچی نظر کیے
آنکھین لگی ہین شوخی رفتار کی طرف

دی جان کس خوشی سے تہ تیغ داغ نے
لب پر تبسم اور نظر یار کی طرف

(۱۵۰) (۱۱)

ردیف قاف

غم اوٹھانے کے ہین ہزار طریق
کہ زمانے کے ہین ہزار طریق

غیر کے ذکر پر نہین موقوف
جی جلانے کے ہین ہزار طریق

نہین جتانی تسلیان اونکی
آزمانے کے ہین ہزار طریق

مہربانی کی ایک راہ تو ہو
گر ستانے کے ہین ہزار طریق

خواب مین تمکو کس نے روکا ہے
آنے جانے کے ہین ہزار طریق

دل مین آیا ہزار راہ سے غم
اس ٹھکانے کے ہین ہزار طریق

اونکو سو سو بہانے آتے ہین
ہر بہانے کے ہین ہزار طریق

جان سے جائینگے ہم اے دربان
قیدخانے کے ہین ہزار طریق

دی ہے مے اوس نے غیر کو جھوٹی
منہہ لگانے کے ہین ہزار طریق

ابھی کمسن ہو تم نہین واقف
دل دکھانے کے ہین ہزار طریق

داغ اب فاقہ مست بن بیٹھے
مانگ کھانے کے ہین ہزار طریق

(۱۵۱) (۱۱)

کیون نہین تم مجھ سے میری جان صاف
چاہیئے انسان سے انسان صاف

موت کی صورت نظر آئی مجھے
ہے جو تیرے تیر کا پیکان صاف

چھٹ گئی سب بھیڑ مشتاقونکی آج
کر دیا سفاک نے میدان صاف

کینہ جو اک صاف باطن تو نہین
ہین ترے محفل مین سب سامان صاف

خط نہ دیکھا مصحف رخ پر ترے
یہ نظر آیا عجب قرآن صاف

انکے گھر مین مجمع اغیار رہتا
ہم یہ سمجھے تھے کہ ہے میدان صاف

خانہ دل کی صفائی ہو گئی
پھر نہین مجھ سے مرا مہمان صاف

اسکے ہاتھون خاک مین ملجائین گے
دل کدورت سے نہین اک آن صاف

۱۴۹ مشغلہ ہے یہ جناب داغ کا
ہو رہا ہے آج کل دیوان صاف ۱۵

دیکھا نہ ہم نے رشک سے اغیار کیطرف
منہ پھیر بیٹھے بزم مین دیوار کی طرف

اے دل خوشا وہ دل جو پھرے یار کیطرف
دونون جہان مین ایسے طرفدار کی طرف

وہ دیکھتے ہین بزم مین اغیار کی طرف
مین دیکھتا ہون چرخ ستمگار کی طرف

سیل سرشک اپنے ہی گھر مین بہاینگے
کیون جائے یہ بلا تری دیوار کی طرف

بیٹھے بٹھائے آئی جو شامت کیا علاج
دل نے کہا کہ آؤ چلین یار کی طرف

شوخی سے دیکھنا نہین آتا ابھی انھین
غرفے سے جھانک لیتے ہین بازار کی طرف

جادو کیا رقیب پر اوس نے تو کیا کیا
دیکھو تم اپنی چشم فسون کار کی طرف

بیکس ہینگے حشر مین کب مجرمان عشق
رحمت کھنچے گی ہم ہین گنہگار کی طرف

چاہی تھی داد ہم نے دل صاف کی مگر
آئینہ ہو گیا ترے رخسار کی طرف

ردیف عین مہملہ

اس شوق کی نہیں ہے سبب قاتل کو اطلاع
افسوس ہے کہ دل کی نہو دل کو اطلاع

سارے جہان کو گردش مجنون کی ہے خبر
لیکن نہو تو صاحب محمل کو اطلاع

مین ناتوان چلا ہون دبے پاؤن اسطرح
میری نہین ہے رہبر منزل کو اطلاع

صورت دکھا کے آئینے کو نام بھی بتاؤ
ہو جائے خوب مدمقابل کو اطلاع

ہوجائگا یہ عاشقون کو ہی یون ہجر کی خبر
جسطرح ہو خزان کی عنادل کو اطلاع

ہے آدمی کی پردہ غفلت سے زندگی
مرجائے گر ذرا بھی ہو غافل کو اطلاع

چھپتی ہے کب چھپائے سے اہل کرم کی شان
ہوتی ہے خود بخود دل سائل کو اطلاع

ہم تشنہ کام بزم سے اٹھ آئے لاکھ بار
اسکی نہین ہے ساقی محفل کو اطلاع

مرتا ہے کون عشق مین کسنے کیا ہے وار
قاتل کو اطلاع ہے نہ بسمل کو اطلاع

وہ پہلوے رقیب مین ہے مست بیخبر
دے اے فغان پکار کے غافل کو اطلاع

(۱۳۶) لاتونکو چھپکے جب وہ گئے ہین عدو کے گھر
اے داغ ہو گئی ہر اک دلکو اطلاع (۹)

ردیف غین معجمہ

مانند گل ہین میرے جگر مین چراغ داغ
پروانے دیکھتے ہین تماشائے باغ داغ

ہے تنگ دل کے دلین سماتا ہے داغ عشق
میدان حشر چاہیے بھر فراغ داغ

بھرجائے سوز دل کا مزہ آنکھ مین اگر
ہو شکل لالہ دیدہ نرگس ایاغ داغ

کھلا ہو داغ دل مدد اسے ناخن جنون
لبریز خون سے رہے ہر دم ایاغ داغ

کیوں نہوں چشم کرم کے مشتاق | ہوتے ہیں اہل کرم سے محظوظ

کہیں نہ پس جائے قیامت ظالم | فتنے ہیں تیرے قدم سے محفوظ

نامہ بر تجھ سے وہ سرور ہوئے | یا مری طرز رقم سے محظوظ

ہائے تقدیر کہ مر کر بھی ہم | نہوے سیر عدم سے محظوظ

نہ ملے وہ تو کہیں بھی کیا خوب | پھر ہوں ہم دیر و حرم سے محظوظ

وصل میں شاد ہوں کیسا کیسا | جو ہو جھوٹی بھی قسم سے محظوظ

بیکسی میں ہے غنیمت اسے داغ | کیوں نہوں عشق کے غم سے محظوظ

قول و قسم کی شرط ملاقات کا لحاظ | انسان کو ضرور ہے ہر بات کا لحاظ

تھوڑی سی پی ہی لی ہے بہت جستجو کے بعد | آ ہی گیا ہے پیر خرابات کا لحاظ

دامن جھٹک جھٹک کے چھڑایا ہزار بار | تمکو ہوا نہ خاک مری بات کا لحاظ

اے شیخ یاد دوست میں ہوں مست رات دن | لازم ہے تجھسے رند خوش اوقات کا لحاظ

کل غیر کے بھی سامنے جھپکے گی تیری آنکھ | دنکو مزا دکھائیگا اس رات کا لحاظ

دیکھا ادھر اٹھا کے نظر ہو چکی حیا | کیا جانتا نہیں کوئی اس گھات کا لحاظ

کل بھی خدا کے واسطے رکھنا خیال میں | ان منتوں کی شرم مدارات کا لحاظ

اقرار بھی ہے وصل پہ انکار بھی انھیں | اس بات کا لحاظ نہ اس بات کا لحاظ

فریاد نالہ شور فغاں شیون اشک آہ | ساتوں فلک بھی کرتے ہیں ان سات کا لحاظ

اے داغ میکدے میں گئے ہیں جناب شیخ | ٹوٹا ہے آج قبلۂ حاجات کا لحاظ

سن سنکے عرض حال کی تکرار بار بار
کہنا کسی کا ناز سے وہ دمبدم غلط

مصحف نہین ہے نامۂ اعمال ہے مرا
یارب یہ ہے ہزار جگہ کم سے کم غلط

وہ نیم وعدہ کرتے ہی دلمین پلٹ گئے
آدھی قسم صحیح تھی آدھی قسم غلط

کل چھیڑ سے جو مینے کہا کیون ستم شعار
کہتے ہین یہ فسانۂ رنج والم غلط

کیا رسم وراہ غیر سے رکھتا نہین ہے تو
کیا جھوٹ ہے یقین ہمارا بھرم غلط

تجھسے امید ہو تو خدا سے ہون نا امید
کیا جانتے نہین ترے وعدے کو ہم غلط

کیا کوچۂ رقیب مین چھپ کر نہین گیا
ہوجائیگا سراغ نشان قدم غلط

مشہور کسکا نام ہے جھوٹا جہان مین
کھاتا ہے روز کون قسم پر قسم غلط

دیکھا ہے تجکو آخر شب پاس غیر کے
کہتے ہین خواب صبح کا ہوتا ہے کم غلط

ایسے ہی خوش گئے ہین ترے کشتۂ فراق
تڑپین گے تیری یاد مین اہل عدم غلط

اپنے ہی گھر کو آپ سمجھنا کہ ہے بہشت
اسکے سوا حکایت خلد وارم غلط

کہنا پڑا نامہ بر سے مرے وہ تو مرگیا
جھوٹا ہے تو نامہ غلط ہے رقم غلط

تجھسے یقین کینہ و جور و جفا بجا
چشم وفا و الفت و مہر و کرم غلط

اسلئے وہ داغ آپ ہین جھوٹونکے بادشاہ
معشوق سے حکایت جور و ستم غلط

ہو روز حشر بھی خلد برین کو سدھاریئے
دنیا مین آکے ہم نہین جو نیکنام غلط

ردیف ظاے معجمہ

۱۳ — ۹

غم جاوید سے ہم سے محفوظ
اور ہم تیرے ستم سے محفوظ

دلمین رہتے ہین جو رہنے والے
کب ہوے خلد وارم سے محفوظ

ردیف ضاد معجمہ

آئے وہ بیوفا یہان اُسکی بلا کو کیا غرض
جائے در قبول تک اسمیری دعا کو کیا غرض

موت کو اے دل حزین اور بہانے ہین بہت
آئے جو اُسکے ہاتھ سے میری قضا کو کیا غرض
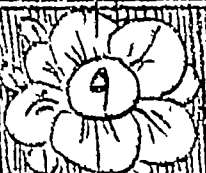
دعوی دین اگر کیا کہنے لگا وہ بُت بجا
تجھ بندے سے آپکو خدا ایسی خدا کو کیا غرض

جبکہ ہو خانۂ رقیب خانۂ یار سے قریب
لائے جو میری راہ پر راہ نما کو کیا غرض

جوش ہے اب شباب کا خاتمہ ہے حجاب کا
اُس نگہ شریر سے شرم و حیا کو کیا غرض

اُسکی گلی سے آئے کیون نکہت زلف لائے کیون
مجھکو صبا سے کیا امید مجھسے صبا کو کیا غرض

یہ تو مرا ہی کام ہے سجدے کرون تو مین کرون
کیون تیرے پاؤن پر گرے زلف رسا کو کیا غرض

بعد فنا یقین ہے کھائیگا استخوان مرے
سایہ فگن ہو کس لیے بال ہما کو کیا غرض

ماتم داغ مین شریک ہو نہ سکا تو کیا رہے
گھر سے تمھین بلائین کیون اہل عزا کو کیا غرض

ردیف طائے مہملہ

مین اور حرف شکوہ غلط اے صنم غلط
واللہ جھوٹ ہے تیرے سر کی قسم غلط

دیکھے ہزار آئینہ و جام عمر بھر
افسانۂ سکندر و احوال جم غلط

آتا ہے وہم لغزش مستانہ دیکھکر
پڑتے ہین نامہ بر کے ہزارون قدم غلط

معشوق کس طرح نہ کرم کی عوض مین گرم
ہے انکی ہر نوشت مین لفظ کرم غلط

مطلب نکال لیتے ہین سب حرف حرف سے
پڑھتے ہین وہ صحیح جو کہتے ہین ہم غلط

تعریف حسن سنکے وہ بولے بہت بجا
مضمون شوق پر ہے کہا یک قلم غلط

کوئی یہ بھی کام مین کام ہے جو کبھی ہو اہل ہنر سے خوش

دل و دین لیا جو رقیب سے تو مبارک آپ کو یہ خوشی
مجھے فائدہ مجھے نفع کیا کہ جو ہون برائے ضرر سے خوش

وہ تو حوریان بہشت ہین کہ ہر اک فقیر سے شاد ہون
یہ بتان ہند نہین زاہد یہ حریص ہوتے ہین زر سے خوش

یہ سنا جو حضرت داغ نے کہ حضور کعبہ کو جائینگے
یہی ذکر ہے یہی فکر ہے شب و روز عزم سفر سے خوش

ردیف صاد مہملہ

یہ نہ کہیے کہ نہین کام کی حرص
اور جو کافر کو ہوا اسلام کی حرص
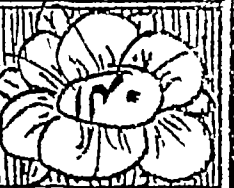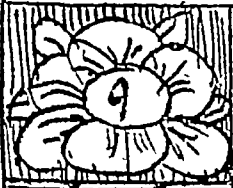
ہم نے توبہ مین یہ لذت پائی
ہو گئی بادۂ گلفام کی حرص

اوس نگہ سے مجھے فتنہ کی طمع
اوس دہن سے مجھے دشنام کی حرص

ہو گیا جان کا خواہان قاصد
دے نہ اتنا جو ہو انعام کی حرص

ہائے ساقی کا تغافل مجھہ سے
اور مجھہ رند کو آشام کی حرص

فتنہ گر وہ بھی ہوئی ہے مشہور
تھی قیامت کو ترے نام کی حرص

آنکھ پھرتی ہے تری لیل و نہار
ہے اسے گردش ایام کی حرص

مل گئی میری سیہ بختی مین
دیکھنا زلف سیہ فام کی حرص
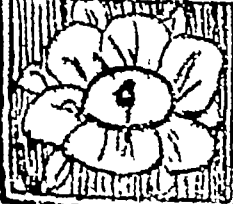
غیر کے ڈھنگ اور اڑاؤ اے داغ
ہے اگر راحت و آرام کی حرص

انھین بزم غیر مین تھا گمان کہ یہ سادہ لوح بہل گیا
مجھے خوف عزت و آبرو کہ رہا فقط اسی ڈر سے خوش

کہون وصف بادۂ ناب کیا انھین زاہد ایسی کہی دوا
جو دماغ اسکی مہک سے تر تو مزاج اس کے اثر سے خوش

اگر آبلہ ہے کبھی ابھرا ہو تو ہر ایک داغ جلا ہوا
جنھین ہم نے سینے مین دی جگہ نہ وہ دل سے خوش نہ جگر سے خوش

وہی دوست ہین وہی آشنا وہی آسمان ہے وہی زمین
عجب اتفاق زمانہ ہے کہ بشر نہین ہے بشر سے خوش

مجھے چشم تر سے نہین گلہ مرے دل کا داغ مٹا دیا
کہ لیا ہے نور بصر اگر تو کیا ہے لخت جگر سے خوش

کبھی حال اہل عدم سنا تو انھین یہ وہم سما گیا
کسی بے نشان کا تو ذکر کیا نہ رہی وہ اپنی کمر سے خوش

نہ ہو درد و آہ و غم و الم کبھی تنگ اپنے مقام سے
یہ ہو سر سے خوش وہ زبان سے خوش یہ ہو دل سے خوش وہ جگر سے خوش

یہ خوشا نصیب کہ یار نے مری موت غیر سے سن تو لی
یہ اگرچہ جھوٹ اڑائی تھی ہوا تو ایسی خبر سے خوش

وہ گلی ہو اور نظارہ ہو یہ نظر ہو اور اشارہ ہو
کبھی شاد جلوۂ بام سے کبھی سیر روزن و در سے خوش

مجھے تجھ سے شکوہ ہے اے فلک کبھی تو نے میری خوشی نہ کی

کبھی زمین پہ کبھی آسمان پہ تھی شب غم
رہے گی یاد مجھے برق آہ کی گردش

الٰہی دم مری آنکھوں میں پھیر کھا کے نہ آئے
کہ راہ رو کو قیامت ہے راہ کی گردش

اسی دوراہے میں اپنے تو پاؤں ہی تو لگے
کہ برسوں دیر سے تا خانقاہ کی گردش

کسی کو گردش کعبہ کسی کو گردش دیر
ہمیں پسند تری جلوہ گاہ کی گردش

اُسے جو ڈھونڈھتے بیٹھے بٹھائے ملتا ہے
نہ یہ کہ خضر سے گم کردہ راہ کی گردش

اُٹھے نہ غیر کے پہلو سے آپ کیا جانیں
کسی غریب خراب و تباہ کی گردش

وہ اور بھول کے یوں میرے گھر چلے آئیں
مگر نصیب سے آئی راہ کی گردش

حصول محفل رندان سے کیا ہوا اُنکو
مگر شباب ہے شیخت پناہ کی گردش

اگر یہی ہے نزاکت تو وقت نظارہ
نہ لے اُڑے تمہیں دیکھو نگاہ کی گردش

یہ دل تو کیا ہے کہ طوف حرم کو چکرا دے
مژہ کی جنبش و کافر نگاہ کی گردش

جنہیں فروغ ہے عالم میں ہیں وہ سرگردان
یہ دیکھو آئینہ سے مہر و ماہ کی گردش

زمین چرخ کوئی دم میں ہیں تہ و بالا
یہی رہی جو تمہاری نگاہ کی گردش

اشارے کرکے ملا غیر سے وہ روز حساب
مری نظر میں ہے چشم گواہ کی گردش

۱۳۵
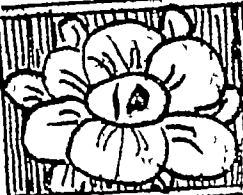
پھرینگے داغ نہ دہلی کے دن یقین ہانو
نہیں ہے چرخ میں دولاب چاہ کی گردش

۱۵

مری موت خواب میں دیکھکر ہوئے خوب اپنی نظر سے خوش
انھیں عید کی سی خوشی ہوئی رہے شام تک وہ سحر سے خوش
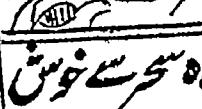
کبھی شاد و رہم داغ سے کبھی آبلوں کے گہر سے خوش
ہے بڑی خوشی کا مقام یہ غم ہجر یار رہے گھر سے خوش

کبھی داغ توبہ کی ہے کبھی پھر شراب پی ہے
نہ عذاب ہی ملے گا نہ ہمین ثواب ہرگز
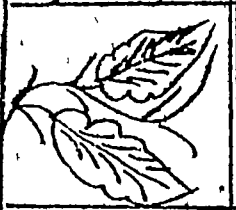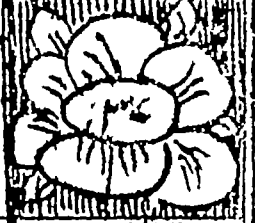
ردیف سین مہملہ

کیا بیمروت خلق ہے سب جمع ہین بسمل کے پاس
تنہا مرا قاتل رہا کوئی نہین قاتل کے پاس

کیونکر دکھاؤن حال دل اُسکو بٹھا کر دل کے پاس
نخوت سے جو بائین طرف بیٹھے نہ اس مائل کے پاس

کوسون کی دوری یہ بھی ہے معشوق و عاشق مین مگر
لیلے رہی محمل نشین مجنون رہی محمل کے پاس

نالہ ابھی نکلا نہین لب سے کہ آپہنچا اثر
جاتے ہین ارباب کرم خود دوڑ کر سائل کے پاس

رہبر نے راہِ عشق مین برسون سے لے کے مجھے
ظالم سے جب پوچھا کہا آ گئے منزل کے پاس

مین اپنی آنکھین ڈھانک لون ان مین ہاتھ اپنی باندھ لون
ڈرتے ہو کیون آکر سنو کچھ پردہ حائل کے پاس

پیر مغان جو بجھ چکا ہے اُسمین سے مجھکو بھی ملے
زاہد تجھے لایا ہون مین کس مرشد کامل کے پاس

بحر محبت جوش پر ہے مین کیا کرون نو مشق ہون
دم ٹوٹ جاتا ہے مرا آتا ہون جب ساحل کے پاس

باہم سہی مین یکجا رہین یکرنگ ہو کر حسن و عشق
خال سویدا ہو مرا رخ پر تمہارے تل کے پاس

کب ناخن تدبیر سے کھلتی ہے قسمت کی گرہ
کیا کام ایسے ہاتھ کا اس عقدہ مشکل کے پاس

ہان آہ وہ ہمت کہ ہو دست ادب مین سبحۂ دعا
ہان اے طبیعت جرأت کہ ہون لاکھ حسرتین قاتل کے پاس

کیا ماتم حسرت کرون وہ شعلہ زن ہے داغ غم
جلکر پھپھولے پڑ گئے جب ہاتھ آیا دل کے پاس

وہ جا کے بزم غیر مین کیا جانے کیا بنجائینگے
فتنہ قیامت ہو گیا پہنچے جو اُس محفل کے پاس

مجنون تری تقریر سے اے ذوق بین عشق بیان
لیلے کھڑی ہے منتظر کب سے یہ محمل کے پاس

کیا [illegible] اشتیاق خاموش ہے [illegible] زبان
خنجر بھی چل نکلا جہان ہم بھر رہا قاتل کے پاس

سنتے ہی نالہ مرا وہ رہ گئے خنجر بکف
کچھ سمجھ کر سوچکر ڈر کر سنبھل کر دیکھکر

دید کے قابل ہے ای زاہد تماشا حشر کا
جائینگے جنت مین لیکن سیر دن بھر دیکھکر

وہ خوشی بھی دید کے قابل ہے جب ہوتا ہی شاد
مضطرب کو مضطرب یا مضطر کو مضطر دیکھکر

حضرت زاہد خدا کو آپ نے دیکھا نہین
بندگی کرتے ہین ہم ای بندہ پرور دیکھکر

کر سکے کیا لاگ اپنے میری آہ ناتوان
خو لگا ہین تیز ہو جاتی ہین خنجر دیکھکر

خوگر رنج و بلا ہون مجکو کچھ پروا نہین
تمکو سناٹا گذر جاے گا محشر دیکھکر

دیکھنا یار وجگر کو رو رہا تھا اپنے مین
وہ لیے جاتا ہے کوئی دل مکرر دیکھکر

کیسے چلے چھوڑ کر ہم آئے ہین اہل حشر
دل بھرے گا سیر سے وہ بہار محشر دیکھکر

۱۳۶ سخت جانی سی ہے کیا داغ دیکھا چاہیے
آج لائے ہین وہ سو دو سو مین خنجر دیکھکر ۹

ردیف زای منقوطہ

جو دکھائی بھی نہ دیکھون رخ پر حجاب ہرگز
یہ وہ آنکھ ہے کہ دیکھا نہین جسنے خواب ہرگز

مری کثرت گنہ کی کوئی حد نہین رہی
نہ غم عذاب مجکو نہ غم حساب ہرگز

مری آہ آتشین ہے کہ دماغ مہ جبین سے
یہ بلند آسمان پر نہین آفتاب ہرگز

وہ ہے تیرا مصحف رخ اگر اسکو دیکھ پائین
تو یہ کافر کتابی نہ چھوئین کتاب ہرگز

اگر آپ مول لیتے تو تمیز نشہ ہوتی
ملے مفت کی جو زاہد وہ نہین شراب ہرگز

نہ مزاج یار بدلا نہ مرا نصیب پلٹا
نہین اسے فلک ہمیشہ تجھے انقلاب ہرگز

وہ اثر سے مین ڈرتا ہون دعائین مانگتا ہون
کہ مری دعا الٰہی نہ ہو مستجاب ہرگز

یہ بجا کہ منع ہوگا رمضان مین آب و دانہ
یہ غضب کہ تیس دن تک نہین شراب ہرگز

غرق خوں ہے مری مژگاں بھی اور پیکاں بھی
رنگ کھلتا ہے مگر دیکھیے اچھا کس پر

حور کے ناز و ادا کو تو فرشتے سمجھیں
خلد میں کھائنگے ہم آپ کا دھوکا کس پر

وہی قاتل وہی مخبر وہی منصف بھی ہے
اقربا میرے کریں خون کا دعوا کس پر

اسکی تصویر جو یوسف کے مقابل رکھدیں
دیکھیے گرتے ہیں پھر اہل تماشا کس پر

جو کیا مینے کیا کس نے ترے ساتھ سلوک
جو ہوا مجھپہ ہوا ہے ستم ایسا کس پر

دے دیا اسکے مریضوں کو خدا نے بھی جواب
آپ بھولے ہوے بیٹھے ہیں مسیحا کس پر

سامنے غیر کے تم فتنہ مجھے کہتے ہو
چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر

کوئی گل باغ میں ہے غیرت گل سا تو نہیں
آنکھ پڑتی ہے تری نرگس شہلا کس پر

جانب چرخ اشارے سے بتایا اس نے
جب کہا مینے مرا صبر پڑے گا کس پر

دل چرایا ہے مرا آپ بھری محفل میں
اور کہتے ہیں کہ ہے شبہہ تمھارا کس پر

۱۳۵
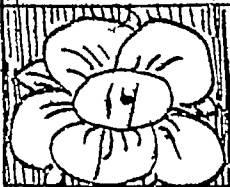
داغ جاتے تو ہیں مقتل میں پرادل سب سے
دیکھیے وار کرے وہ ستم آرا کس پر

۱۶

تنگ ہے دل وسعت داماں محشر دیکھکر
اے جنوں ہم پاؤں پھیلاتے ہیں چادر دیکھکر

چلتے پھرتے کبھی سے کھٹکے بارہا پوچھے ہیں ہم
ہائے ظالم غیر کے دلمیں ترا گھر دیکھکر
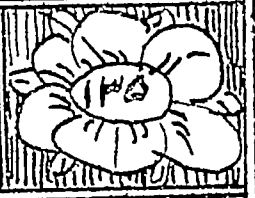
حسرتیں اترا رہی ہیں آرزوئیں شاد ہیں
میری قسمت دیکھکر میرا مقدر دیکھکر

دشنۂ قاتل ہلال عید ہے اپنے لیے
ہم تو ملتے ہیں گلے یاروں سے خنجر دیکھکر

لن ترانی سے غرض کیا حسن عالم سوز کو
ہم نظر آتے ہی جل جاتے ہیں اکثر دیکھکر

خشک ہوتی ہے زبان زاہد کی استغفار سے
منہ میں بھر آتا ہے پانی دامن تر دیکھکر

روز جاکر اسکے کوچے سے پلٹ آتے ہیں ہم
دیدۂ حسرت سے پھروں جانب در دیکھکر

بتون کے خوف سے ڈر ڈر کے رہ گیا ہون مین
ہزار مرتبہ آمادۂ وضو ہو کر
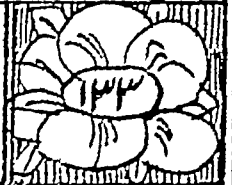
۱۳۳
ہوا ہون مین بھی اب اے داغ اپنا دشمن آپ
زمانہ دوست ہے اوسکا مراعدو ہو کر

۹
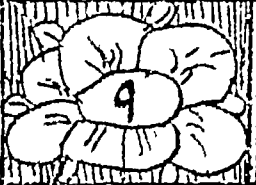
بزم اغیار کا ظاہر ہے اثر آنکھون پر
وہین اوسکا کہ اوسکی نظر آتی نہ کبھی
کہ نظر جانب درگاہ نظر ہو سکا
رحم آجائے دم ذبح نہ تجکو قاتل
ہو گیا باغ مین گلشن کو تماشا اسکا
تیری زلفون پہ بلائین جو بلا گردان ہین
مرتبہ دیکھنے والے کا ترے ایسا ہے
صبح اُس فتنۂ محشر کو جو دیکھا ہم نے

مہربان آپکی خدمت مرے سر آنکھون پر
ہو اگر علینک خورشید و قمر آنکھون پر
شب کو ٹھہرے یہ رہے تا بہ سحر آنکھون پر
اپنے دامن کو بچھا دو مری تر آنکھون پر
چشم گل لب پہ تو نرگس کی نظر آنکھون پر
فتنے قربان ہین اے شعبدہ گر آنکھون پر
کہ بٹھاتے ہین جسے اہل نظر آنکھون پر
ایک آشوب رہا چار پہر آنکھون پر
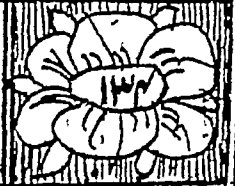
۱۳۴
داغ کے دل کا تو کچھ بھید نہ پایا ہم نے
ایک حسرت سی برستی ہے مگر آنکھون پر

۱۷
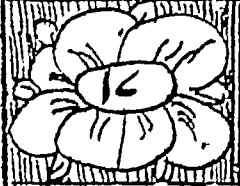
دوستی کا ہو زمانہ مین بھروسا کس پر
امتحان نالۂ دل کا تو دکھا دون لیکن
یون تو معشوق گل و شمع بھی کہلاتے ہین
فتنہ پرداز دغا باز فسون گر عیار
مجھ سے کہتے ہین انکا لینگے ہین کچھ بھی پیر
لیکے دل بھی نہ دیا بوسہ جو مانگا تو کہا

تو مجھے چھوڑ چلا ہے دل شیدا کس پر
یہ تو سمجھو کہ فلک ٹوٹ پڑے گا کس پر
دیکھنا یہ ہے کہ مرتا ہے زمانا کس پر
ہائے افسوس دل آیا بھی تو آیا کس پر
صاف کہدو کہ دل آیا ہے تمہارا کس پر
کوئی سنتا بھی ہے کرتے ہو تقاضا کس پر

رقیب کہتے ہیں الجھا کر غضب میں آیا ہوں دل لگا کر

نہیں جب انصاف کچھ نہ دیکھا تو روز محشر کو خاک ہوگا
بیباک کے اعمال نامہ اپنا پھروں گا مشعل جلا جلا کر

غضب ہے چین جبیں جو سمجھے ہے یہ نقش دل کندہ نگیں ہے
لکیر دنیا نہ کی نہیں ہے جو صاف کر لو مٹا مٹا کر

جفا کبھی اتحاد ہی ہو گئی کسی کی فریاد ہی نہ ہو گیا
فلک کی بنیاد ہی ہل گئی کیا جب اک نالہ دل لگا کر

بھلی ہے اب میت زندگانی کہاں سے لاؤں تجھے جوانی
کہ روز کرتی ہے ناتوانی ضعیف و کمزور مجھکو پا کر

تلاش کرتی مجھکو نامہ بر کی خبر نہ تھی ہائے اس خبر کی
نہ پاؤں کی سدھ رہی نہ سر کی گئی ہے ایسی حباس ٹا کر

تمام ہو خاک اپنا مطلب کہ یار ٹھہرے شوق سے بے ڈھب
لکھا ہے اک حرف آرزو اب سو وہ بھی ہم نے مٹا مٹا کر

یہ جی میں یاں ٹھن گئی ہے بالکل کہ حال دل کہئے ملے قاتل
غضب کیا کیوں کیا تغافل گھٹا دیا جو حوصلہ بڑھا کر

وہ بدگمان نکتہ چیں ہے بیڈھب کہیں نہ قاصد ہو قتل یارب
اگرچہ لکھا ہے حرف مطلب ہزار پہلو بچا بچا کر

خدنگ دل دوز سے خدایا بچا نہ پہلو بہت بچایا
اگر جگر سے میں کھینچ لایا تو دل میں بیٹھا یہ گھر بنا کر

نہ ہر بشر کا جمال ایسا نہ ہر فرشتے کا حال ایسا

کچھ اور سے اور ہو گیا تو مری نظر میں سما سما کر

یہ امتحان ہے کہ جو سخی ہیں ہمیشہ محتاج تھے وہی ہیں

دعا نے میری اثر دیا ہے تمام عالم کو ہاتھ اوٹھا کر
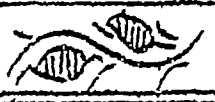
خدا کا ملنا بہت ہے آسان بتوں کا ملنا ہے سخت مشکل

یقین نہیں گر کسی کو ہمدم کوئی تو لائے اوسے منا کر

الٰہی قاصد کی خیر گزرے کہ آج کوچے سے فتنہ گر کے

صبا نکلتی ہے لڑکھڑا کر نسیم چلتی ہے تھر تھرا کر

رقیب اچھے یہ مانا میں نے برا مجھے تو نے دل سے جانا

بھلوں سے کرتے ہیں سب بھلائی کسی برے کا تو کچھ بھلا کر

فریب دلدار کا ہے احسان کہ ہم کو گردش سے باز رکھا

بچے ہزاروں بلاؤں سے ہم بچا سکے اوسکے دم میں آ کر

جناب سلطان عشق وہ ہیں کہ جن کا ہے داغ اک اشارا
فرشتے حاضر ہوں دست بستہ ادب سے گردن جھکا جھکا کر

رہے گی اک روز جان جا کر رہے نہیں ہوش دل لگا کر
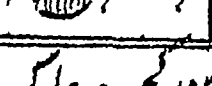
عدو سے کہتا ہوں تنگ آ کر کہ تو مرے حق میں کچھ دعا کر

بچے گی یاروں میں کوئی آ کر یہ توبہ زاہد خدا خدا کر

کہاں کی حجت ہے فیصلہ کر شتاب ناداں ہی بلا کر

طبیب کہتے ہیں کچھ دوا کر حبیب کہتے ہیں بس دعا کر

وگرنہ دیتا ہے دل زمانہ یہ آزما کر دہ آزما کر
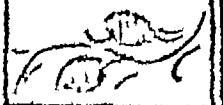
تری محبت نے مار ڈالا ہزار ایذا سے مجھکو ظالم

رولا رولا کر کھلا کھلا کر جلا جلا کر مٹا مٹا کر

عجیب یہ تیرہ خاکدان ہے اسی کی ہو روشنی جہان ہے

فلک نے اختر بنا لیے ہین چراغ ہستی بجھا بجھا کر

جہان لگی آنکھہ کچہہ یونہین سی دہین جبھی بہالنس سی جگر مین

کہ درد دل کی چپک نے کیا کیا دکہاسے صدمے جگا جگا کر

تمھین تو ہو جو کہ خواب مین ہو تمھین تو ہو جو خیال مین ہو

کہان چلے آنکھہ مین سما کر کدہر کو جاتے ہو دل مین آکر
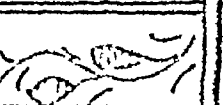
ستم کے جو لذت آشنا ہون کرم سے بے لطف بے مزا ہون

جو تو وفا بھی کرے تو ظالم یہ ہو تقاضا کہ پہر جفا کر

شراب خانہ ہے یہ تو زاہد طلسم خانہ نہین جو ٹوٹے

کہ توبہ کرتی گئی ہے توبہ ابھی یہان سے شکست پاکر

جو ظلم کرنا تھا سر پہ میرے تو اور رستے او ٹھاے ہوتے

اُٹھائی ہے تم نے تو قیامت رقیب کو بزم مین بٹھا کر

خیال مین سد راہ زندان نگاہ مین دیدۂ نگہبان

ہمیشہ ہاتھون مین تولتا ہون سلاسل اپنی اوٹھا اوٹھا کر

نگہ کو بیباکیان سکھاؤ حجاب شرم وحیا اوٹھاؤ

مجھے اسکے مارا تو خاک مارا لگاؤ چوٹین چھپا چھپا کر

انگلیون پر جو ہوا کرتی ہے گنتی ہر روز
یاد کرتے ہین وہ انداز ستم گن گن کر

چاہیے داغ دیے تو نے فلک لاکے کو
جو سخی ہین نہین دیتے ہین درم گن گن کر

دس کے دہ کہتے ہین جب لیتے ہین بوسے انکے
بھول ہم ڈال دیا کرتے ہین کم گن گن کر

ابر گھر انہین ہوتا ہے تو ہم فرقت مین
صبح کر دیتے ہین تارے شب غم گن گن کر

۱۲۹
ہمکو مطلب نہین دینار و درم سے اے داغ
شاد ہین داغ جگر عشق مین ہم گن گن کر
۷
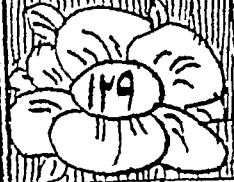
روتا ہے تجھ بغیر دل زار زار زار
اور کھینچتا ہے آہ شرربار بار بار

اے دل قمار عشق مین شاید ہو تیری جیت
پہلے نکال منھ سے نہ زنہار ہار ہار

بیمار عشق کا نہ کسیکو خدا کرے
عیسے کو بھی دلاے یہ آزار زار زار

ہمکو اسیر کرکے جو صیاد لے چلا
کیا روے دیکھ کر سوے گلزار زار زار

بید سا ہے یہ خرام عجب کیا کرے اگر
دامان حشر کو تری رفتار تار تار

وہ گل اگر نہ پاس ہو وقت شناوری
ہو ہمکو موج قلزم زخسار بار بار

۱۳۰
اب داغ سے علاقہ رہا کیا وہ کون ہے
اب تو ہوئے ہین آپ کے اغیار یار یار
۹

کیا ہے دیدار اوس صنم کو ہزار طوفان اوٹھا اوٹھا کر
لگائین وہ تہمتین کہ بولا خدا خدا کر خدا خدا کر
کہا نہ کچھ عرض مدعا پر وہ لے رہے دم کو مسکرا کر
سنا کیے حال چپکے چپکے نظر اوٹھائی نہ سر اوٹھا کر
نہ طور دیکھے نہ رنگ برتے غضب مین آیا ہون دل لگا کر

ہم جانتے ہیں خوب تری طرز نگہ کو | ہے قہر کی آنکھ اور محبت کی نظر اور

اے داغ مئے عشق سے کیا زہر کو نسبت
ہے اسمیں اثر اور وہ رکھتا ہے اثر اور
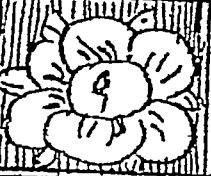
حیف شرمندہ نہیں تو ستم آرا ہو کر | ہم پہ کرتا ہے ستم یار ہمارا ہو کر
یہ تمنا ہے شہیدوں کو ترے اے قاتل | کہ یونہیں قتل ہوں ہم زندہ دوبارا ہو کر
جوش گریہ بھی تماشا ہے کہ میری مژگاں | رو رہیں اشک فشاں ایک ہزارا ہو کر
کل کچھ اقرار بھی تھا آج ہی بالکل انکار | مٹ گیا حیف ہے اتنا بھی سہارا ہو کر
دلکو جب بیچ دیا تم نے یہ پھر جائے گا | کیا ہمارا کہیں ہو نہ سکا تمھارا ہو کر
خاک کس سوختہ جاں کی ہے تری کوچے میں | کہ ہر اک ذرہ جو اڑتا ہے شرارا ہو کر
بہرہ عشق کا آغاز سے انجام ہوا | ناگوارا دل نازک سے ہے گوارا ہو کر
چھد گئی سوزن مژگاں سے نقاب اس رخ کی | رہ گیا گر کبھی پردے میں اشارا ہو کر

غیر کے سر پہ وہ کرتے ہیں جو گنہ ہیں اپنی
رشک دل چیرتا ہے داغ کا آرا ہو کر
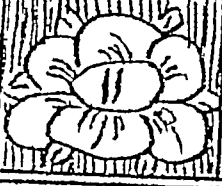
رکھے اب پھر عیادت کو قدم گن گن کر | دے رہا ہے یہ مریض آپکا دم گن گن کر
دے خوشی کے عوض اندوہ الم گن گن کر | دے شب وصل کے بدلے شب غم گن گن کر
یاد آتی ہے اگر اک نگہ لطف تری | بھول جاتا ہوں تری لاکھ ستم گن گن کر
چلتے ہیں ساتھ جنازے کے جو چالیس قدم | تو نزاکت سے وہ رکھتے ہیں قدم گن گن کر
پیچ تقدیر کے کیا مجھے یاد آتے ہیں | شب کو اس کاکل پر پیچ کے خم گن گن کر
تھا ہمیں ہجر میں اک ایک مہینا برسوں | دن گذارے ہیں ترے سر کی قسم گن گن کر

ڈالتے ہو کیوں دوپٹے کا تم آنچل دوش پر
بار تھے پہلے ہی گیسوے مسلسل دوش پر

رتبہ ہمارا غیب دان سے یہ گرا کاتبین
رات دن تحریر کیا کرتے ہین جھل دوش پر

پہلے افعی تھین وہ زلفین اب ہوئین مار سیاہ
آ ہین انبار سر پر کمر رہتی تھین اول دوش پر

یہ سنا تھا آج سینے آپنے کھینچی تھی تیغ
جیسے گردن کو مری بھاری ہے ہیکل دوش پر

شاخ گل پر کچھ نظر کیجیے کہ سنبل کی طرف
دیکھیے اوسکی کمر پر زلف کا بل دوش پر

میکدے سے ہم چلے بیہوش ہو کر اسطرح
ہاتھ مین کہا خم مے اور بوتل دوش پر

کشتگان ابروے خمدار کی دلوا دو نیاز
تمنے رکھی ہے کمان مجھ اول دوش پر

یہ تجلی ہے اوسکے عارض پر نور کی
جم گیا ہے نور گویا دودوا آنچل دوش پر
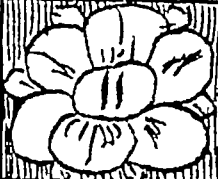
لیگئے ہین آج تو اے داغ وہ سینے سے دل
سر سلامت آپ پائین گے سہین کل دوش پر

یان دل مین خیال اور ہے وہان مدنظر اور
ہے حال طبیعت کا ادھر اور ادھر اور

ہر وقت ہے چتون تری سے شعبدہ گر اور
اک دم مین مزاج اور ہے اک پل مین نظر اور
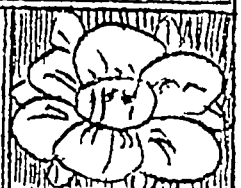
ناکارہ تو نادان کوئی مجھسا بھی نہوگا
آیا نہ بجز بے ہنری مجھکو ہنر اور

دل دیکے لیا رنج والم واے ری قسمت
ہم سمجھے تھے کچھ اور ہوا ہاے مگر اور

جیتا نہ بچے ایک بھی جلاد نہو کوئی
دو چار ستمگار رہون تیرے سے اگر اور

ہون پہلے ہی مین عشق مین غرقاب خجالت
کیون مجھکو ڈبوتے ہین مرے دیدۂ تر اور

ٹھہرا ہے وہان مشورۂ قتل ہمارا
لے حضرت دل لایا سنو تازہ خبر اور

اور اور ہین آب آپ ہین کیا آپ سے نسبت
ہون لاکھ زمانے مین اگر رشک قمر اور

بھر بھر کے جو دیتے ہین وہ جام اورونکو
لے لیکے مرے بیٹھے ہین یان خون جگر اور

لے گئی دل کو چرا کر تری دزدیدہ نگاہ
لٹ گئے ہم تو رہِ عشق میں غافل ہو کر

آ گیا مفت کے چکر میں ازل سے ناحق
اے فلک تو بھی تقدیر کے شامل ہو کر
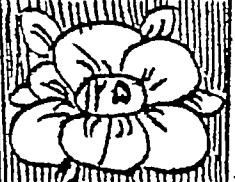
۲۵ قدر دان کوئی نہیں اہل سخن کا اے داغ
کیا کریں آہ کسی کام میں شامل ہو کر ۱۵
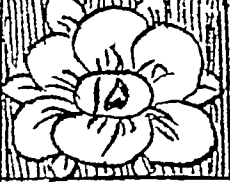
بخار اچھا نکالا سوز دل نے چشم گریاں پر
کہ ہر آنسو برنگ آبلہ ہے نوک مژگان پر

رہے تھے ایکجا پابند ہو کر کب دیوانے
الٰہی گر پڑے بجلی کہیں دیوار زندان پر

نمود صبح تک کیا جانے کیا کیا رنگ بدلیگی
ابھی سے بیکسی چھائی ہے میری شام ہجران پر

اڑا اتنا نہ تو لطف خلش جاتا ہے اے وحشت
قدم ٹکنے نہیں پاتا مرا خار بیابان پر

الٰہی خیر ہو بڑھ سب جنون نے ہاتھ دوڑایا
کہ اک آفت ہے دامن پر قیامت ہے گریبان پر

ملے تھے لب ہی اُس لب سے کہ مارا تیغ ابرو نے
تاسف کامی کہ مجکو موت آئی آب حیوان پر

ہجوم یاس نومیدی وفور حسرت و ارمان
چڑھائی لشکر غم کی ہے اک جان پُر ارمان پر

یقین ہے ہم کو ہونگے سب یہی انداز جنت کے
فرشتوں کی نگاہیں ہیں تری مجلس کے سامان پر

وہ پیکان تشنۂ خون ہے جگر دم میں نہیں باقی
غضب ہے مفلسی ثابت ہوئی جاتی ہے مہمان پر

نگاہ و غمزہ و ناز و ادا نے دلکو گھیرا ہے
کیا ان کافرون نے حملہ بیچارے مسلمان پر

الٰہی آبرو رکھ لے مرے رشک مسیحا کی
اجل کے ساتھ جھگڑا ہو رہا ہے ہین مگر دربان پر

کہاں ہیں داغ سے اے محتسب کچھ خیر ہے تجکو
ٹپک کر اشک خونی رنگئے ہیں جیب و دامان پر

ملاتے خاک میں اس قالب خاکی کو اول ہی
اگر یہ جانتے ایسی جفائیں ہوں گی انسان پر

ملا لطف خلش پائے نگہ کو اسکا احسان ہے
لگائے جس نے کانٹے ہر طرف دیوار زندان پر

۲۶ یہ خون داغ ہی ہرگز نہیں چھٹنے کا قاتل
کہ اسکا حشر تک دھبا رہیگا تیرے دامان پر ۹

نہ اوٹھنے دیا دل نے اس انجمن سے
کیا قصد سو بار زانو بدل کر

لکھا خط میں جب اُنکا القاب پیچے
قلم حرف مطلب پہ آیا پھسل کر

مجھے شمع دو بزم میں پالکو دیکھوں
گری ہے کوئی شے بغل سے نکل کر

شب ہجر آخر ہوئی پر ہے اتنی
بنی خضر کی عمر یہ رات ڈھل کر

مرے دلکو باتوں نہیں بہلا رکھا ہے
قیامت کرے گا یہ فتنہ مچل کر

ہوے ایک دیر و حرم کے مسافر
کچھ اس راہ چلکر کچھ اس راہ چل کر

رہِ عشق کی ٹھوکریں ہم سے پوچھو
کہ سنبھلے ہیں گر گر گرے ہیں سنبھل کر

مجھے یاد ہے اپنی صحرا نوردی
گیا تھا گریبان سے پہلے نکل کر

یہ پوچھو شب ہجر کیونکر بسر کی
یہ کروٹ بدلکر وہ کروٹ بدل کر

شب ماہ کا لطف ای شیخ جب ہے
کہ ہالا بنے تیری پگڑی اچھل کر

گناہوں سے میرے یہ کافر فرشتے
کہ اعمال نامہ لکھا خط بدل کر

۹

ہوئی بے اثر سرد مہری بتوں کی
نہ ٹھنڈے ہوے حضرت داغ جل کر

۱۲۴

عمر کیونکر نہ بسر کیجیے غافل ہو کر
کہ بلا سے ہیں اک قطرۂ مے دل ہو کر

جب تڑپ دیکھتے ہیں اسکی وہ مائل ہو کر
لوٹیے آپ بھی جی چاہتا ہے دل ہو کر

ہم وہ ہیں گوش بر آواز حسین چاہتے ہیں
شور محشر بھی اوٹھے شور عنادل ہو کر

نہ کھلی ناخن تدبیر سے قسمت کی گرہ
ہمکو عقدہ بھی ملا ہاے تو مشکل ہو کر

صدقے اُس ابروے پُرخم کی تمنا ہے یہی
حشر تک لوٹیے اس تیغ کے بسمل ہو کر

پاؤں اُٹھتا ہی نہیں دشت بھی زندان ہے مجھے
جادہ راہ لپٹتا ہے سلاسل ہو کر

عجب نہیں تپش دل داغ معصیت سے مرے
حباب آبلے بنجائیں آب کوثر پر

کرینگے خوب ہم آزردہ خاطر احباب
پڑے گا صبر کسی کا نہ جان مضطر پر

شب فراق میں کانٹے بنے ہیں لٹاؤں کیونسے
سلاؤں طالع خفتہ کو اپنے بستر پر

نگاہ ملتے ہی تلوار کا اٹھایا ہاتھ
رکھیں نہ تمنے کبھی چار انگلیاں سر پر

ہمارے نالوں سے اٹھ اٹھکے حشر چیخ اٹھا
اخیر بیٹھ رہا تھک کے یار کے در پر

امید وصل ہو کیا ایک وعدۂ دیدار
اُسے بھی تو نے تو رکھا ہے روز محشر پر

کہاں کرشمہ برق جمال و طور کہاں
پڑی تھی آہ کسی دل جلے کی پتھر پر

نہیں ہے ہوش سے خالی ہماری بیہوشی
کہ بیخودی میں گرے ہم جو آیا ساغر پر

نفس نفس ہے غبار سیاہ کی صورت
پڑی ہے خاک کہاں کی دل مکدر پر

فلک کرے بھی جو سامان عیش کو برباد
تو جام جم ہو گرے آئینہ سکندر پر

اودھم رہا ہے وہ دیوانہ داغ زندان میں
بپا ہے حشر کا ہنگامہ آپ کے در پر

کوئی آئے انجمن میں سے کیا نکلکر
کہ رہ رہ گیا ہے مراد کر جلکر

کیا دلکا چور رنگ غم نے مسلکر
کسی پھول کو دیکھ کھلی ہیں نہ ملکر

وہ نازک کہ جامہ سے باہر نکلکر
جھکے اسطرح جس طرح کوئی جلکر

رکھوں کا ٹکڑا ہاتھ قاصد کے دل پر
کہ اودن سے کہیں چار باتیں سنبھلکر

مری تشنگی دیکھکر روز محشر
چھلک جائیگا آب کوثر ابلکر

محبت نے کی جب مری دستگیری
مقدر نے رو رو دیا ہاتھ ملکر

ہماری گواہی نہ دی حشر کے دن
ہوے کچھ ادھر کچھ ادھر لوگ ٹلکر

غضب ہے پابند شرم ٹھہری نگاہ کچھ شوخ و شنگ ہو کر

وہ قتل کرتے ہوئے جو جھجکے تو یاد آغاز عشق آیا
کہ بار ہا یون ہی رہ گئی تھی ہمارے دل مین امنگ ہو کر

کھلے الٰہی نہ عقدۂ دل کہ اس سے امید بندھ رہی ہے
عجب نہین آرزو مین نکلین جو دل کی تنگی سے تنگ ہو کر

بھرے ہوئے ہین ہزار ارمان پھر اوسپر ہی حسرتونکی حسرت
کہان نکل جاؤن یا الٰہی مین دل کی وسعت سے تنگ ہو کر

جھجکی ذرا چشم جنگجو بھی نکل گئی دل کی آرزو بھی
بڑا مزہ اوس ملاپ کا ہی جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر

۱۲۱

رہیگا خنجر پہ تیرے دھبا کہ تونے بیجرم اسکو مارا
یہ داغ کا خون ہے ستمگر چھٹے گا ہرگز نہ رنگ ہو کر

۱۹

مرے ہی واسطے بیٹھا ہے پاسبان در پر
ملے جو راہ مین کہتے ہین آئیے گھر پر

گمان بگولے پہ تھا کچھ یقین صرصر پر
کسی نے خاک نہ ڈالی مرے مقدر پر

سنا ہے ہمنے یہ آتا ہے موت کا آنا
الٰہی آئے نہ وہ وعدۂ مقرر پر

رکا جو ہاتھ دم ذبح اوس ستمگر کا
نگاہ تیز سے چھریان لگائین خنجر پر

نہ رکھو حشر پہ موقوف داستان تیری
کرو خدا کے لیے رحم اہل محشر پر

اڑی ہے خاک زمانے مین جسقدر اب تک
جمی ہے آکے ہمارے دل مکدر پر

وہ چشم مست سیہ اور وہ پنجۂ مژگان
کہ جیسے ہاتھ کسی نازنین کا ساغر پر

نیاز و ناز دکھاتا ہی نشیب و فراز
زمین ہے زیر قدم آسمان ہی سر پر

تمام عالم کی خاک چھانی یہ عشق آخر کو تنگ ہو کر
جب آدمی کو بنایا تو وہ تو دل پہ بیٹھا خدنگ ہو کر
وہی تو ہے شعلۂ تجلی کہ وقت اظہار سے تنگ ہو کر
جب اس نے اپنی نمود چاہی کھلا حسینوں پہ رنگ ہو کر
تو دیکھو دیکھو تم آئینے کو کہ مجھکو رہتا ہے ہول ہر دم
کہیں نہ جم جائے عکس اسکا رخ مصفا پہ زنگ ہو کر
نگاہ دزدیدہ کس نے دیکھی دکھاؤ آنکھیں کرو نظارے
لڑے گی میدان میں نگہ کیا لڑی اگر خانہ جنگ ہو کر
وہ ہم ہیں مجنون وحشت پیما جنون کو ہوتا ہے ہم سے سودا
کہ کھینچ آہو میں بیٹھی وحشت ہماری وحشت سے تنگ ہو کر
بہار گل کیا ہے اوسکے جوبن کو چمن میں چل کر یہ سیر دیکھو
کہ شمع رخسار پہ تمھارے جلے گی بلبل پتنگ ہو کر
بزنگ حسرت مثال ارمان جو آگیا یان سے پھر نہ نکلا
رہے گا سینے میں تیر تیرا اسیر قید فرنگ ہو کر
کچھ ایسے فتنون پہ فتنے اوٹھے کہ شور محشر بھی چیخ اوٹھا
اوٹھی قیامت بھی ساتھ میرے تو انکے کوچے سے تنگ ہو کر
دم قلق وقت بیقراری جو دل پہ رکھا کبھی ہاتھ ہم نے
تو ناتوانی سے رہگیا ہے ہمارے سینے پہ سنگ ہو کر
نہ وہ نظارے نہ وہ اشارے نہ ویسے غمزے نہ ویسی چشمک

شعر پر سیم سینے جو دیکھا تو صفت ہے تیری
آئی پیری تو کہاں پھر وہ جوانی کی بہار

کوئی خالی نہیں ارباب سخن کا کاغذ
کہ بگڑ جاتا ہے تصویر سخن کا کاغذ

ورق دل پہ کھنچی داغ صنم کی تصویر
تھا اسی کام کا یہ اور اسی فن کا کاغذ

چاہوں جو لئے مزار تعویذ
ہوں سنگ ستم ہزار تعویذ

ہیں میرے گلے کے ہار تعویذ
اک درد جگر ہزار تعویذ

کھینچی ہیں زمیں پہ لکیریں
یوں لکھتے ہیں خاکسار تعویذ

دشمن مرے زہر گھولتے ہیں
اور مونس و غمگسار تعویذ

ہیں بحر جمال دونو بازو
کھلتے ہیں نہ اے نگار تعویذ

قرطاس فلک جو مجھکو ملتا
لکھتا پئے حب یار تعویذ

لائے گا اوسے یہ گرد نامہ
ہے دیدۂ انتظار تعویذ

ان بازوؤں پہ فدا ہیں جوشن
صدقے قربان نثار تعویذ

جوڑا جو کھلا تو کھل پڑا دل
ہم سمجھے تھے اے نگار تعویذ

پردے میں قریب کے ہے تصویر
سینے پہ ہے آشکار تعویذ

آیا دم نزع بھی جو قاصد
بن جائے گا خط یار تعویذ

دیکھا نہیں نقش دل سا کوئی
چلتا ہوا سحر کار تعویذ

تسخیر پری کے واسطے داغ
لکھتا ہوں میں بار بار تعویذ

ردیف راے مہملہ

نہ کیونکر ہو افضل ہمارا محمدؐ
کہ ہے اپنے پیارے کا پیارا محمدؐ

الٰہی یہ محشر میں ہم کہتے جائیں
کہاں ہے کہاں ہے ہمارا محمدؐ

وہیں کشتی نوح بھی ڈوب جاتی
نہ دیتے جو اسکو سہارا محمدؐ

ابھی فرش سے عرش ملجائے جھککر
کریں گر طلب کا اشارا محمدؐ

یہی بات عاشق نے معشوق سے کی
نہیں تیری فرقت گوارا محمدؐ

ق
کہینگے یہی اوس شہ انبیا سے
وہاں ہونگے جب آشکارا محمدؐ

شفیع امم روز محشر تمہیں ہو
ہمیں ہے تمہارا سہارا محمدؐ

صدا خیر مقدم کی کعبے سے آئی
حرم سے جب آئے دوبارا محمدؐ

بلا لو مدینہ میں پھر داغ کو تم
نہیں ہند میں اب گذارا محمدؐ

ردیف ذال معجمہ

لاکھ لکھئے اونہیں اندوہ محن کا کاغذ
کب وہ پڑھتے ہیں کسی خستہ تن کا کاغذ

قاصد آ آ کے سنا جاتے ہیں جھوٹی باتیں
لائیں بھی کوئی اس سیم بدن کا کاغذ

آتش رنگ حنا سے ترے ہاتھوں نہ لگا
جل نہ جائے کہیں اس خستہ تن کا کاغذ

کوئی مضمون نہیں دل شکنی سے خالی
کس لئے لکھا تو خط عہد شکن کا کاغذ

اشک خونی سے میں لکھ لکھ کے مٹا دیتا ہوں
اپنے حال دل پر رنج و محن کا کاغذ

خط گلزار ہے وہ حرف جو کاغذ پہ لکھے
رشک گلزار ہوا اس پہ چمن کا کاغذ

سہنے مضمون گرانباری غم لکھا تھا
دست قاصد میں ہوا اسکے وہ من من کا کاغذ

ناتواں ہوں گلے میں مرے باندھو تعویذ
توڑ ڈالے مری گردن کو نہ من کا کاغذ

بدنام کردیا ہے تمھین عشق غیر نے
اب ہوگیا خطاب تمھارا عدو پسند

حسرت نکا یہ مزہ ہے کہ دلمین خلش رہے
نکلی ہوئی ہین تو نہین آرزو پسند

گل شمع کا بنے تری محفل مین سب حسین
آیا نہ ایک کا بھی ہمین رنگ و بو پسند

(۱۱۶) پھر دن پھری ہے حضرت داغ او کے دیر درود
جب آ گیا ہے داغ کوئی خوش گلو پسند (۱۵)

ہوتی ہے جنس مہر و وفا جب ارسو پسند
آگے ترے پسند کرے جس کو تو پسند

ظاہر بگاڑ دل سے تجھے ہے بدو پسند
یہ جنگ زرگری تو نہین جنگجو پسند

ممکن کہ تجھ سا دیکھ لے چشم خطا نگر
اسکا کہان جواب جسے آئے تو پسند

میری طرح سے جائیگی تجھپر کسی کی جان
میری طرح سے آئیگا عالم کو تو پسند

جنت مین پھول پھول کو مین سونگھتا پھرا
دنیا مین تھی کسی گل عارض کی بو پسند

افسانہ کلیم تجلی سے سنا
وہ آنکھ آنکھ ہے جسے آجائے تو پسند

اے عرض مدعا تری تاثیر دیکھ لی
قاصد کو بھی نہ آئی مری گفتگو پسند

اے شیخ جسکو جو ملے گا بہشت کا شوق
جنت کو مین پسند جہنم کو تو پسند

کیا کیا بری طرح سے ملایا ہے خاک مین
آنکھونکو بھی نہین مرے دل کا لہو پسند

دینے لگے اخیر وہ باتون مین گالیان
جانا کہ اسکو آئی مری گفتگو پسند

رگ رگ سے ہم نکال لیا ڈھونڈ ڈھونڈ کر
درد فراق کی ہے مجھے جستجو پسند

سو حسرتون مین ایک تو معلوم ہو مجھے
یہ شوق ناپسند ہے یہ آرزو پسند

محشر مین خلق اپنی مصیبت مین مبتلا
یان یہ تلاش آئے کوئی خوبرو پسند

رغبت سے ہجر مین لے آب و طعام سے
آنسو عزیز زہر گوارا لہو پسند

(۱۱۷) اے داغ بچ گیا تے ہو ذلت سے عشق کی
دنیا مین ہو تمھین تو بڑے آبرو پسند (۹)

اُس زلف کا بطرح جیا دل میں تصور
اندھیر ہے اس گھر میں ہوا گھٹکے دھوان بند

مقبول نہو نگی کسی میکش کی دعائیں
میخانہ کا دروازہ نہ کر پیر مغان بند

کیا جانے گئے چھپ کے شب وصل کدھر سے
تھا صبح جو دیکھا تو رہا قفل مکان بند

۱۱۳ — ۱۱

وہ زیست نہیں موت ہے اے داغ پھر اسکو
زندان علائق میں جو ہو کوئی جوان بند

دلمیں ہے غم و رنج و الم حرص و ہوا بند
دنیا میں مخمس کا ہمارے نہ کھلا بند

سو قوت نہیں دام و قفس پہ ہے اسیری
ہر غم میں گرفتار ہوں ہر فکر میں پابند

ہم دام میں پھنستے ہی ہوئے عاشق صیاد
یہ اور بھی اک بند پہ مضبوط لگا بند

اے حضرت دل جائیے میرا بھی خدا ہے
بے آپ کے رہنے کا نہیں کام مرا بند

اک حرف محبت پہ بگڑتے ہیں وہ سو بار
اب دفتر افسانۂ الفت ہی ہوا بند

اس کوچے میں جاتے ہی اجل آئی ہماری
جنت میں بھی یا رب نہو کوئی راہ قضا بند

اے محتسب اک دم سے ترے کتنی جفائیں
شیشے کا ہے دم بند صراحی کا گلا بند

دم رکتے ہی سینے سے نکل پڑتے ہیں آنسو
بارش کی علامت ہے جو ہوتی ہے ہوا بند

تقریر سے ناصح کی ہو دل خاک شگفتہ
کرتا نہیں کمبخت لب ہرزہ سرا بند

رک جائے جو دم رکنے سے وہ نالہ نہیں اپنا
محشر میں بھی ہوگا نہ یہ آزاد ذرا بند

۱۱۴ — ۹

کہتے تھے ہم اے داغ وہ کوچہ ہے خطرناک
چھپ چھپ کے مگر آپ کا جانا نہ ہوا بند

آنکھ سے گرتی ہے خون دل افگار کی بوند
اسکی ہمسر ہو کہاں ابر گہر بار کی بوند

صحن گلشن میں ہے مے پینے کا ساقی لطف
پڑتی ہو کوئی کوئی ابر گہر بار کی بوند

ردیف دال مہملہ

اُس نے اگر کرم بھی کیا تو جفا کے بعد
ہمدرد کونسا ہے پھر اس آشنا کے بعد
آخر بشر کے واسطے کچھ شغل چاہیے
حسرت سے تک رہا ہوں جو تجھکو سبب یہ ہے
یہ چاہتا ہے شوق کہے جائیں حالِ وصل
بھاگوں علاج دردِ محبت سے کیوں نہ میں
دیتے ہیں داغ لطف و عنایت سے پیشتر
بھولے ہم اُنکو چاہ کے پہلے ہی ناراض کر دیا
خاموش ہیں جو ہوں تو جہان کا بیاں ہے
کہتے ہیں وہ شکایت بیداد ظلم ہے

آیا مری خبر کو ستمگر قضا کے بعد
ہم جی کے کیا کرینگے دلِ مبتلا کے بعد
کھینچے گا آپ کیا ستمِ ناروا کے بعد
خاک اُڑتے دیکھتا ہوں میں اپنی وفا کے بعد
جبتک ہماری زیست ہو روزِ جزا کے بعد
دینگے طبیب زہر یقین ہے دوا کے بعد
دل مانگتے ہیں کینہ و جور و جفا کے بعد
چوکے ہم اُلٹے کرتے تھے شکوے دعا کے بعد
تاثیر پھر ملے گی نہ میری دعا کے بعد
عاشق وہ ہے جو چاہے کسیکو جفا کے بعد

آرام کے لیے ہے تمھیں آرزو سے مرگ
اے داغ اور چین نہ آیا فنا کے بعد

ہے مہر اگر اب بھی ہو رازِ نہان بند
جس دلکو لگی ہو وہ کرے خاک فشان بند
موت آ گئی ہمیں ہائے دمِ عرضِ تمنا
اس عشق نے کیا قفل لگایا ہے دلوں پر
ہر دلبرِ مہ پارہ خریدار ہے تیرا

لب بند ہے لفظ شنیدہ ہیں بند زبان بند
کہیے تری فریاد سے کس کس کی زبان بند
دل کھلنے نہ پایا کہ ہوئی اپنی زبان بند
کینہ ہے زبان بند تو حسرت سے بیان بند
اکبار رہی حسن فروشوں کی دکان بند

عہد کسی طرح گوارا نہ تھا
اُسنے قسم کھائی ہے سم کی طرح

اختر داغ دل و بخت سیہ
عمر کٹی ہے شب غم کی طرح

میری وفا بھی عجب اُستاد ہے
تم کو سکھاتی ہے ستم کی طرح

جب یہ کہا مرتے ہین کہتے ہین وہ
مر گئے اہل عدم کی طرح

غیر کے آگے وہ مرے حال پر
لطف بھی کرتے ہین ستم کی طرح

داغ در یار ہے کعبہ اگر
بچ نہ گئے صید حرم کی طرح

۱۱۰ ردیف خاے معجمہ ۱۱

ہوئی جب سے زبان یار گستاخ
خوشامد گو ہوے ناچار گستاخ

وہ بد خو بد زبان اغیار گستاخ
ہوا دربار کا دربار گستاخ

نگاہ مست کچھ یون کہہ رہی ہے
کہ جیسے ہو کوئی میخوار گستاخ

الٰہی حضرت ناصح کی ہو خیر
وہ بت ہے بے ادب اغیار گستاخ

رہون چپ تو کہین چپ لگ گئی ہے
اگر بولون بتائین یار گستاخ

کیا کیا کیا دم عرض تمنا
ہوا سو بار چپ سو بار گستاخ

مجھے پاس ادب نے روک رکھا
کیا تھا شوق نے ہر بار گستاخ

خبر اچھی سنائی نامہ بر نے
کہ بیٹھے تھے وہان دو چار گستاخ

رکھا دل نے لب جان بخش پر حرف
مسیحا سے ہوا بیمار گستاخ

تری رحمت اگر حامی نہ ہوتی
نہ ہوتے کافر و دیندار گستاخ

رہے خنجر رہے پاس ادب داغ
نہ ہو نا مرتے دم زنہار گستاخ

ادائے مطلب دل ہمسے سیکھ جائے کوئی
اُنھین سُنا ہی دیا حال نا آشنا کی طرح

مزے ہین اُس دہن زخم کے لیے کیا کیا
جو چوسے تیر کے پیکان کو زباں کی طرح

سمجھ کے کیجیے برباد میرا مشت غبار
پہ سے نہ آئے کوئی چکر آسیا کی طرح

یہ دل ہے آپکا گھر رہیے شوق سے لیکن
شکیب و راحت و صبر و قرار جاں کی طرح

قیامت آئی شب وصل میرے گھر کے پاس
رقیب نے اُسے آواز دی اذاں کی طرح

شب اُسکی بزم مین تھا شمع پر بھی رشک ہمین
کہ منھ مین شعلے کو گلگیر لے زباں کی طرح

مجھے یہ حکم ہے زنہار تم نہ کرنا عشق
نصیحتین بھی وہ کرتے ہین امتحاں کی طرح

ہم اپنے ضعف کے صدقے بٹھا دیا ایسا
ملے نہ در سے ترے سنگ آستاں کی طرح

کچھ اُسنے کہنے کو بیٹھے تھے ہم کہ خلوت مین
رقیب آہی گیا مرگ ناگہاں کی طرح

شکستہ بال ہون وہ مرغ ناتوان و ضعیف
کہین تو مین نہ اُٹھے میرے آشیاں کی طرح

نہ ہونگے سوز محبت کے دل جلے ٹھنڈے
بھری ہے آتش غم مغز استخواں کی طرح

نہ چھوڑ صید محبت کو خاک پر صیاد
اسے بھی ڈال لے تو دوش پر کماں کی طرح

زبان خار ہوئی تر ہماری وحشت سے
کہ چھالے پھوٹ گئے چشم خونفشاں کی طرح

۱۰۹

خدا قبول کرے داغ تم جو سوئے عدم
چلے ہو عشق بتان لے کے ارمغاں کی طرح

۱۰

دل نہ رہا سینے مین دم کی طرح
لوٹ گیا تری قسم کی طرح

تم مرے دل مین رہو دم کی طرح
دم نہ سہی حسرت و غم کی طرح

خامہ گر ضعف سے ہین انگلیان
چلتی ہین کاغذ پہ قلم کی طرح

کوچۂ دشمن کو وہ جنت کہین
مٹ نہ گیا باغ ارم کی طرح

رو چکا تقدیر کے لکھے کو مین ۔ اتھو ہاتھ اے کاتب تقدیر کھینچ
سنگ مقناطیس ہین ہم سخت جان ۔ کھنچ کے اے قاتل ذرا شمشیر کھینچ
اے فغان کردو دلکو بھی شریک ۔ یون اثر کو باندھکر زنجیر کھینچ
خواب میر اسنکے ہمدم منھ سے بول ۔ یون نہ تو آہین دم تعبیر کھینچ
داغ کو تو نیم بسمل چھوڑ دے ۔ دلسے اے سفاک آدھا تیر کھینچ

ردیف حاے حطی

۱۰۸ ۶۶

پکارتی ہے خموشی مری فغان کی طرح ۔ نگاہین کہتی ہین سب راز دل زبان کی طرح
بگڑ گئی ہے یہان ہر طرح جہان کی طرح ۔ کہان کی وضع کہان کی ادا کہان کی طرح
چھڑادے قید سے اے قید ہم اسیرون کو ۔ لگادے آگ قفس کو بھی آشیان کی طرح
کبھی تو صلح بھی ہو جاے زہد و مستی مین ۔ الٰہی شیخ بھی میخوار ہو مغان کی طرح
جلاکے داغ محبت نے دل کو خاک کیا ۔ بہار آئی مرے باغ مین خزان کی طرح
حیانے روک لیا جذب دل نے کھینچ لیا ۔ چلے وہ تیر کی صورت کھنچے کمان کی طرح
جواب خضر ہین مردہ دل کہ جنکو یہان ۔ ملی ہے مرگ ابد عمر جاودان کی طرح
تلاش یار مین چھوڑی نہ سر زمین کوئی ۔ ہمارے پاؤن مین چکر ہے آسمان کی طرح
سمجھے خضر تو قول شہید الفت کو ۔ گرہ مین باندھ رکھے عمر جاودان کی طرح
سنے جو حضرت زاہد سے وصف جنت کے ۔ تو صاف پھر گئی آنکھون مین اس مکان کی طرح
جھکی ہی جاتی ہے کچھ خود بخود حیا سے وہ آنکھ ۔ گری ہی پڑتی ہے بیمار ناتوان کی طرح
یہ سد راہ ہوا کس کا پاس رسوائی ۔ رکے ہوے ہین مرے اشک کاروان کی طرح

نازک بہت ہے رشتۂ الفت نہ ٹوٹ جائے
اتنا نہ اپنے آپ کو اے مہ جمال کھینچ

ہو جائے تو نہ طائر دل کی طرح اسیر
صیاد اپنی سمت کو آہستہ جال کھینچ

ظالم کھینچ آئیگا مرا دل بھی سنان کے ساتھ
سینے سے دیکھ بھال کے برچھی کی بھال کھینچ

قامت دکھا کے آج صنوبر کو کر قلم
سولی پہ سرو باغ کو اے نونہال کھینچ

کھینچی تھی جب مصور قدرت نے دل کی شکل
کہتا یہ کون تو نہ اسے بے خیال کھینچ

وہ ٹھنڈے ٹھنڈے چمن سے گھر کو چلے گئے
اے اور آہ سرد دل پر ملال کھینچ

ناصح قمار گاہ محبت میں جی نہ ہار
دل کو لگا کے نفع اٹھا خوب مال کھینچ

۱۰۷

اے داغ جذب عشق کی دیکھینگے اب کشش
کی اس کشیدہ رونے تو ہم سے کمال کھینچ

۱۵

یوں مصور یار کی تصویر کھینچ
کچھ ادا کچھ ناز کچھ تقریر کھینچ

لیکے دشمن سے خط تقدیر کھینچ
یہ حصار اے دل پئے تسخیر کھینچ

ہے گداز دل سے نالہ ہر خدنگ
میں ہی کھینچوں تو نہ قاتل تیر کھینچ

کیوں کھٹکتا ہے عبث اے خار عشق
یا نکل یا دامن تاثیر کھینچ

کھینچ یوں رمال میرا زائچہ
شکل کی جا یار کی تصویر کھینچ

اے مصور کاش لڑ جائے نصیب
اس جبین پر یہ خط تقدیر کھینچ

لے اڑے تو جسکی اے پیر مغان
اب کی ایسی تند پر تاثیر کھینچ

ہو چکا سفاک عذر ناز کی
تو کمان کی طرح دلسے تیر کھینچ

تیرہ بختوں کا خط تقدیر دیکھ
آنکھ میں اس سرمہ کی تحریر کھینچ

دامن یوسف اگر کھینچا تو کیا
اے زلیخا دامن تاثیر کھینچ

آیا ہے جھوم جھوم کے ابر بہار آج
توبہ کو خشت خم سے کرون سنگسار آج

ہو وقت کی پڑھی ہے نہ ہوگا اُتار آج
ہوتے ہین تیرے مست کوئی ہوشیار آج

اے بیخودی وہ آئین تو مین آپ مین نہ آؤن
وہ بھی تو میری طرح کرین انتظار آج

خالی نہ تھی خراش دل کاوش جگر
لایا ہے رنگ دیدۂ خونبابہ بار آج

شاید لگی ہے انکو مرے نزع کی خبر
وہ پوچھتے ہین حال مرا بار بار آج

بیطرح ہے نگاہ سے دل کی کٹی چھنی
بیڈھب ہے گرم معرکۂ کارزار آج

آئینہ ہو گیا ترے دل مین ستم شعار
کتنا ہوا ہے صاف ہمارا غبار آج

ناصح نے میرا حال جو مجھسے بیان کیا
آنسو نکل پڑے مرے بے اختیار آج

سچ ہے کھٹک ہی جاتی ہے صورت حریف کی
بلبل نے مجھکو دیکھکے کھایا ہے خار آج

فریاد درد عشق مین کچھ آگیا اثر
ہوتی ہے اپنی آپ صدا دلکے پار آج

ہم خاک ہو کے اتنے گرانبار غم رہے
آندھی اُڑا رہی ہے ہمارا غبار آج

برسون سے لگ رہی تھی لب بام ٹکٹکی
تھک تھک کے گر پڑی نگہ انتظار آج

اب تیرے دردمند کا بس ہوچکا علاج
کل سے زیادہ اور ہے وہ بیقرار آج

کل جائیگا پیامبر اپنا یہان بہ شوق
خط کے جواب کا ہے ہمین انتظار آج

١٠٦

اے داغ دھن بندھی ہے تجھے کوے یار کی
کمبخت موت ہے ترے سر پر سوار آج

٩

ردیف جیم فارسی

غربت کے رنج فاقہ کشی کے ملال کھینچ
اے داغ پر زمانے سے دست سوال کھینچ

اندیشۂ فردا نہ رہے حضرتِ زاہد
میخانے مین پی جیئے تھوڑی سی اگر آج

ہر نقشِ قدم مین ہے اثر خون جگر کا
تلوون سے بہت گسنے ملے دیدۂ تر آج

لالچ بھی ہے قاصد کو مرے خوف خطر سے
سو مرتبہ خط باندھکے کھولی ہے کمر آج

ہم ہجر کے دن جا نہ سکے سوے عدم بھی
سب کہتے ہین اچھا نہین اس سمت سفر آج

بسمل ہی کیا اُسکو جسے خواب مین دیکھا
سوتے مین بھی لڑتی رہی قاتل کی نظر آج

داغِ دلِ سوزان پہ رکھا مرہم کافور
کس شمع کو افسوس بجھاتی ہے سحر آج

وعدے تو مرے اُنکے قیامت کی ہے تکرار
اور بات ہے اتنی کہ اُدھر کل ہے ادھر آج

یان قصد عدم کا ہے وہان قتل کا سامان
دیکھین تو سہی پہلے بندھی کس کی کمر آج

یہ شوق یہ ارمان یہ حسرت یہ تمنا
کیا ہو مرے قابو مین تم آجاؤ اگر آج

معلوم نہین کل مری تقدیر مین کیا ہے
اے نالۂ دل عالم بالا کی خبر آج

قطعہ

وہ مین کہ میسر تھا مجھے ساغر جمشید
پیتا ہون تو کرتا ہے کمی خون جگر آج

وہ مین کہ مرا قصر ہر اک رشکِ ارم تھا
بستر ہے گدایانہ سر راہ گذر آج

وہ مین کہ مری عرش پہ تھی منزلِ عالی
کرتی ہے زمین بھی مرے قدمو سے حذر آج

وہ مین کہ مجھے عالم بالا کی خبر تھی
اے بیخبری خاک نہین اپنی خبر آج

وہ مین کہ مجھے سیر گلستان سے غرض تھی
ہے خون جگر اور مرا دیدۂ تر آج

سامان تھا دنیا کا مرے واسطے موجود
دنیا سے گزرنے کو نہین زاد سفر آج

بازارِ محبت مین لیا غیر نے کیا کیا
ہمکو نہ ملا ایک بھی پتھر کا جگر آج

۱۰۵
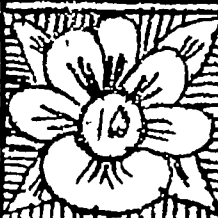
تھی کل سے تلاش اُنکی مرے قتل پہ اے داغ
نکلے وہ عزادار بنے غیر کے گھر آج

۱۵
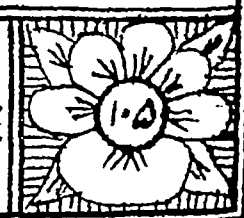
مجھکو سنا کے جب کہا ہے کوئی وفا کرے
کہنے کو بجا درست منھ سے نکل گیا عبث

عشق میں تیرے فتنہ گر رنج اٹھائے بے قدر
تکیہ کلام ہے مرا کوئی کرے وفا عبث

صدمۂ انتظار کو کچھ تو قیام چاہیے
روز جزا سے پیشتر آئی مری قضا عبث

عشق کیا ہی کرتے ہیں لو نہیں ہزاروں مرتے ہیں
داغ کی جان و مال کو روتے ہیں آشنا عبث

ردیف جیم تازی

شوخی سے ٹھہرتی نہیں قاتل کی نظر آج
یہ برق بلا دیکھیے گرتی ہے کدھر آج

انجام محبت کریں خاک نظر آج
انسان ہے مجبور نہیں کل کی خبر آج

وہ جاتے ہیں آئی ہے قیامت کی سحر آج
روتا ہے گلے مل کے دعاؤں سے اثر آج

مہمان ہے وہ غیرت خورشید و قمر آج
دن آج ہے رات آج ہے شام آج سحر آج

موسیٰ نے نہ دیکھا تھا سر طور وہ جلوہ
دیکھا ہے جو کچھ ہمنے پس روزن در آج

زاہد کا عمامہ ہو کہ ہو شیخ کی دستار
ان دونوں پہ طرہ ہے مرا دامن تر آج

امید یہ کہتی ہے وہ آتے ہیں ٹھہر جا
ہے یاس کی تاکید کہ دنیا سے گزر آج

وعدے سے پلٹ جائیں نہ وہ داور محشر
انصاف کر انصاف میں تو دیر نہ کر آج

کل تاب فغاں تھی تو یہ تاثیر کہاں تھی
کیا کیا لب خاموش پہ قربان ہے اثر آج

دھبا شب فرقت کی سیاہی کا نہ چھوٹے
گر چشمۂ خورشید میں منھ دھوئے سحر آج

روکا ہی کیا رشک تھا تا ہی رہا ضعف
بیتابی دل سے ہی گئی غیر کے گھر آج

جس دوست کو دیکھا مجھے دشمن نظر آیا
جبتک مری نظروں میں ہی تیری نظر آج

وہاں وہ غش ہوئی بار غم سے لاش مری
اٹھانیوالوں نے گر کر بہت اٹھائی چوٹ

ادب سے جھک کے چلا راہ عشق میں ایسا
کہ میرے سر نے مری ٹھوکروں میں کھائی چوٹ

سلام میں نے کیا رات رکھکے ہاتھ سینے پر
وہ جانتے ہیں مجھے دیکھکر چھپائی چوٹ

نشان پائے صنم سنگ راہ ہوتے ہیں
وہ ناتوان ہوں کہ نقش قدم سے کھائی چوٹ

جب اپنے ہاتھ کی تجھ سے نہ اٹھ سکی فریاد
حریف ہو کے اٹھائے گا کیا پرائی چوٹ

نگاہ آہ میں کس کس طرح چلی چوٹیں
یہ حال تھا ادھر آئی ادھر لگائی چوٹ

علاج درد جگر کیا کریں میں اے ناصح
بُری ہے کیا بھلی جنگی لگی لگائی چوٹ

فراق درد محبت فراق یار نہیں
کریگی دل سے نہ اے چارہ گر جدائی چوٹ

۱۴۳

یہ بعد مرگ رہا درد کا اثر اے داغ
کہ استخوان مرے کیا ہما نے کھائی چوٹ

۱۱

ردیف ثاے مثلثہ

اب سے ہماری توبہ کی جو وفا تو کیا عبث
عجز و نیاز عشق ہیچ خواہش و التجا عبث

میری صدا سے پیشتر آتی ہے یہ ندا کہ بس
باب قبول بند ہے مانگتے ہو دعا عبث

سنتے ہی میرا حال وہ بول اٹھے یہ چارہ گر
میت کی کیا دوا کریں موت کی ہے دوا عبث

آپکا رازدان ہوں نہیں بلکہ مزاجدان ہوں میں
غیر سے میرے سامنے لطف ستم نما عبث

وان خط شوق بھی مرا کاغذ مشق بن گیا
کاٹ کے حرف مدعا اس نے بنا دیا عبث

لطف قبول توبہ ہے لطف اثر حصول ہے
لوگ اخیر وقت میں مانگتے ہیں دعا عبث

گریہ سے ہے ہنسی مری داغ سے دل لگی مری
کوئی نہ کوئی شغل ہو یا ہو بکا یا عبث

آئے جنت سے پھر نہ دنیا مین — بے مزہ ہو گیا ثواب بہت

پیر میخانہ کے دعا گو ہین — یہ سلامت رہے شراب بہت

ہجر بت اور صحبت زاہد — خلد مین بھی تو ہین عذاب بہت

شام ہونے تو دو چلے جانا — ہے ابھی تیز آفتاب بہت

کچھ سمجھ کر وہ ہو رہے خاموش — تھے مرے بات کے جواب بہت

بل تری زلفون کے بھی دیکھ لیے — درد دلمین ہے پیچ و تاب بہت

دل بیتاب خط مین رکھ دین — کہ چلے نامہ بر شتاب بہت

دیکھیے کب عدم کو جانا ہو
کر چکے داغ پا تراب بہت

ردیف تاے ہندی

نگاہ یار نے اس شوق سے لگائی چوٹ — کہ جسطرح سے دل آتا ہو دل پر آئی چوٹ

قدم قدم رہِ الفت مین مینے کھائی چوٹ — کہ راہبر کی بھی ٹھوکر سے مجھپر آئی چوٹ

کہان تمھون نے یہ سینے پر اپنے کھائی چوٹ — ادھر ادھر کے جو کرتی ہے خود نمائی چوٹ

گرا جو مین در دلدار پر تو اوٹھ نہ سکا — بڑا ہی کام کیا میرے کام آئی چوٹ

تمھون کے دلمین نہ کی میری آہ نے تاثیر — اُچٹ کے مجھپہ لگی مینے جب لگائی چوٹ

شراب ناب سے ترتھی زمین میخانہ — پھسل کے محتسب سنگدل نے کھائی چوٹ

نہ کیون ہو چوٹ مرے دل کی چوٹ پر قاتل — لگائے جبکہ ترا پنجہ حنائی چوٹ

لگائی آپنے کیون میری قبر پر ٹھوکر — غضب کیا کہ عبث خاک مین ملائی چوٹ

اکدن نہ آزمائی کسی بوالہوس کی چاہ
ہر روز آپ کیجیے مرا امتحان درست

اسکو درستیِ دلِ عاشق سے کیا غرض
جس بدزبان کی نہین اک بھی زبان درست

آتا ہے بہرِ فاتحہ جب کوئی فتنہ گر
رہتا نہین ہے قبر کا میری نشان درست

آنکھون مین رہ کے دلمین ٹھہر تیرے واسطے
آراستہ ہر ایک مکان ہر مکان درست

ہر روز تازیانۂ زلف دراز سے
تونے بھی خوب ٹھوک کیا میری جان درست
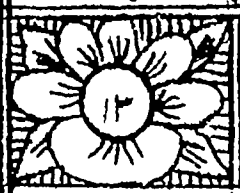
آتا ہے سامنے جو وہ غارت گر شکیب
اوسان داغ رہتے ہین اپنے کہان درست

(۱۹۹) (۱۳)
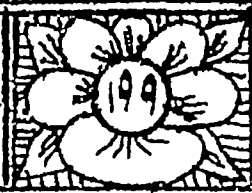
ہے طرفہ تماشا سربازار محبت
سر بیچتے پھرتے ہین خریدارِ محبت

اک حشر بپا تھا دمِ اظہارِ محبت
رفتار قیامت ہوئی گفتارِ محبت

اللہ کرے تو بھی ہو بیمارِ محبت
صدقے مین چھٹین تیرے گرفتارِ محبت

ابرو سے چلے تیغ تو مژگان سے چلے تیر
تعزیر کے بھوکے ہین خطاوارِ محبت

اسواسطے دیتے ہین وہ ہر روز نیا داغ
اک درد کے خوگر نہون بیمارِ محبت

ہے گور الٰہی قفسِ تنگ سے کیا کم
مر کر بھی تو چھوٹے نہ گرفتارِ محبت

کچھ تذکرۂ عشق ہے حضرت ناصح
کانون کو مزہ دیتی ہے گفتارِ محبت

دل بھول نہ جائے کبھی مژگان کی کھٹک کو
کچھ چھیڑتے رہے اے خلشِ خارِ محبت

جو چارہ گر آیا مرے بالین پہ نہ بولا
اللہ کو سونپا تجھے بیمارِ محبت

ثابت قدم ایسے رہِ الفت مین نہونگے
تھا ہمکو تہِ تیغ بھی اقرارِ محبت

خسرو سے جو چاکر ہین تو محمود سے بردے
اللہ رے اللہ رے سرکارِ محبت

[illegible]گی زبان پر تو وہ کہتے ہین کہ گویا
بخشے ہی نہ جائینگے گنہگارِ محبت

کم نہین سامانِ ہنگامۂ محشر سے آپ
دیکھیے دل کو دعائین دیکے گئے اس گھر سے آپ

برسون آنکھون مین رہے آنکھون سے بچھڑ کر دل مین آئے
راہ سیدھی تھی مگر پہنچے بڑے چکر سے آپ

خوب ہے مجھسے عبث مین نے کہا اپنا کیا
فیصلہ میرا بھی کرلین داورِ محشر سے آپ

لگ گئے لاکھون گلے اس تیزی رفتار سے
اب تو چل نکلے زیادہ اپنے بھی خنجر سے آپ

اپنے سینہ سے دبا دیجیے ذرا سینہ مرا
پھر رکھیے شیشۂ دل کو اسی پتھر سے آپ

وصل مین کیسی حیا مین تو نہ مانونگا کبھی
سہم کر چپ ہو رہے بے شبہ میرے ڈر سے آپ

حضرت زاہد ہر اک نشہ کو عادت شرط ہے
مر نجائینگے شراب چشمۂ کوثر سے آپ

آب پیکان لیکے چلتا ہے ترے ترکش سے تیر
رزق لاتا ہے مرا مہمان اپنے گھر سے آپ

ابتدا سے انتہا تک عشق مین ہین خوفناک
امتحان سے غیر شامِ غم سے ہم محشر سے آپ

شرم سے گو اب کسی جانب پلک اٹھتی نہین
چٹکیان لینگے کلیجے مین اسی نشتر سے آپ

حضرت زاہد نکل آیا فلک پر آفتاب
پیر و مرشد اب تو اٹھیے میکدے کے در سے آپ

جب ہمین مرنا ہی ٹھہرا حاجت قاتل نہین
کاٹ لینگے ہم گلا اپنا کسی خنجر سے آپ

۹۸

کیون جناب داغ یاد اللہ میری یاد ہے
بھیس بدلے رات کو آتے تھے کسکے گھر سے آپ

۹

ردیف تاے فوقانی

کب بات ہو بغیر خوشامد وہان درست
وہ نادرست بھی جو کہین کہیے ہان درست

تھوڑے سے دن بہار کے ہین کس امید پر
کرتے ہین اپنا مرغ چمن آشیان درست

مجھ مین بھی اپنا حال طبیعت بیان کرون
گر ہو مزاج آپکا اے مہربان درست

قربان جاؤن دستِ حنائی کے وہ رکھکے ہاتھ
یہ پوچھتے ہین مجھسے بتا تو کہان ہے اب

ملنے کے بعد رنج اٹھائے ہین اسقدر
شکرِ وصال بھی مرے لب پر فغان ہے اب

کیا کیا ملا ہے تھا کہین انسان چاند سے
سچ پوچھیے اگر تو زمین آسمان ہے اب

اسکو بھی ہے تیری وجہ سے ہین بدگمانیان
جو ہمنشین مرا ہے ترا پاسبان ہے اب

(۹۶) مدت ہوئی کہ داغ کو سنتے تھے سوے دیر
کیا جانے وہ خدائی کا مارا کہان ہے اب (۱۱)

ردیف بائے فارسی

مہربان ہوکے جب ملینگے آپ
جو نہ ملتے تھے سب ملین گے آپ

ہین سمجھے تیغِ غضب ملینگے آپ
یون گلے مجھسے کب ملین گے آپ

غیر سے ہو گئے پیام و سلام
ہین یہ ملنے کے ڈھب ملین گے آپ

ہجر کا شکوہ حشر مین کرنا
وان تو ہے یہ غضب ملین گے آپ

ڈرتے ڈرتے کہونگا رازِ نہان
خواب مین مجھسے جب ملین گے آپ

دمِ رخصت یہ چھیڑ تو دیکھو
مجھسے کہتے ہین کب ملین گے آپ

آپ کیون خاک مین ملاتے ہین
ہم مصیبت طلب ملین گے آپ

کاروان کی تلاش کیا اے دل
آگے منزل پہ سب ملین گے آپ

ایک تو وعدہ اور اسپہ قسم
یہ یقین ہے کہ اب ملین گے آپ

تیغ تیری کھنچی ہے اے قاتل
بسملِ جان بلب ملین گے آپ

(۹۷) داغ اک آدمی ہے گرما گرم
خوش بہت ہونگے جب ملین گے آپ (۱۱)

باندھ کر خط پر کبوتر پر
لکھدیا ہم نے تمنا سچا مطلب

مرگیا مژدۂ وصال سنے مین
یون بھی نکلا رقیب کا مطلب

کبھی کہتا ہون اُسے خوب کیا
کبھی کہتا ہون کیون کہا مطلب

بے غرض یا تھے تو لطف صحبت تھا
دشمن وضع ہو گیا مطلب

ہجو [illegible] بات پایا انتخاب
خط مین پہلے ہی لکھدیا مطلب

دل مین دشمن کے رہ گئی حسرت
سامنے آ کے رہ گیا مطلب

حضرت داغ تو یہ کہتے ہین
کاش پورا کرے خدا مطلب

۹۵ ۱۹

ہم مٹ گئے تو پرسش نام و نشان ہے اب
اُسکی تلاش کر کہ محبت کہان ہے اب

مین کیا کرون بلا سے جو تو مہربان ہے اب
وہ دل کہان ہے اب وہ طبیعت کہان ہے اب

ہرگز نہ تھا زمانۂ سابق مین یہ فلک
جیسی آسمان کی دھوم تھی وہ آسمان ہے اب

بے مہر و بیوفا و دل آزار و دلستان
جی ڈھونڈھتا ہے جسکو وہ پیدا کہان ہے اب

تم پارسا سہی مگر اتنا تو سوچ لو
کچھ دیکھ ہی لیا ہے جو دل بدگمان ہے اب

دو ظالمون مین لاگ ہوئی میرے واسطے
نامہربان وہ ہے تو فلک مہربان ہے اب

ملتا ہے کب کسی سے یہ شوق جفا کشی
دشمن بھی میرے واسطے [illegible] ہے اب

ظالم کہین خدا نہ کرے تو سُنے اُسے
جو کچھ شب فراق مین میری زبان ہے اب

سُن لو جو ہم بیان کرین پھر کہان یہ بات
چلتی ہوئی ہماری ابھی تک زبان ہے اب

اللہ وہ زمانہ اتنا شیر کیا ہوا
کہنے کے واسطے مرے لب پر فغان ہے اب

بیٹھے ہین ہم بھی گوش برآواز کہدو تو وہ
آنا ہے جسکو آئے یہان امتحان ہے اب

ردیف باے موحدہ

۹۴

نامہ بر کہتا ہے اب لاتا ہون دلبر کا جواب
سُن چکا ہون چار دن آگے مقدر کا جواب

شیخ ہو حق کر رہا ہے رات دن مستون کے ساتھ
آجکل ہے میکدہ اللہ کے گھر کا جواب

خلق کے اعمال نامے چھین لونگا روز حشر
گم ہوا ہے ہاتھ سے قاصد کے دلبر کا جواب

میرے دل ہی سے نگہ تیری اٹک کر رہ گئی
دوسری جانب جگر بھی تھا برابر کا جواب

غیر کی تعریف لکھی سارے خط مین اور مجھے
یہ بھی لکھتے ہین کہ لکھو میرے دفتر کا جواب

پہلے تو میری گزارش سُنکے وہ چُپ ہو رہے
کیا کہون پھر کیا ملا عرض مکرر کا جواب

خط تمھارا ہمکو پہنچا ہے فقط اتنی رسید
واہ کیا لایا ہے قاصد میرے دفتر کا جواب

اُمتِ عاصی کی بخشش کا کیا حق سے سوال
ہے کہان کونین مین میرے پیمبر کا جواب

لوگ کہتے ہین بنا دلّی بگڑ کر لکھنؤ
پر کہان اے داغ اُس اُجڑے ہوے گھر کا جواب

۱۵

کیون کہا تھا کسی سے کیا مطلب
اسی کہنے سے کھل گیا مطلب

بات پوری نہین کہی مین نے
کہ وہ طرارے اوڑا مطلب

مین کہے جاؤن تم سُنے جاؤ
ایک کے بعد دوسرا مطلب

ہے مرا درد آپ کی راحت
ہے مرے پاس آپ کا مطلب

خون ہونے کو خاک ہونے کو
یا مرا دل ہے یا مرا مطلب

مٹ گئے ایک ہی تغافل مین
شوق ارمان مدعا مطلب

اُنکی جانب سے ہے پیام وصال
ہے نئی چاہ کا نیا مطلب

غیر کا خط بھی چاک کر ڈالا
مل گیا تھا جو کچھ مرا مطلب

اے دلِ بیتاب خدا کی قسم
عشق مین جی تجھسے برا ہو گیا

دم مرے سینے مین جو رکتا ہے آج
کون خدا جانے خفا ہو گیا

حال مرا دیکھکے کہتے ہین وہ
کوئی حسین اس سے جدا ہو گیا

نالہ نے تاثیر نہ کی روزِ حشر
وہ بھی شبِ غم کی دعا ہو گیا

سب مجھے دیوانہ بنانے لگے
لو وہ تمھارا ہی کہا ہو گیا

۹۲ داغ قیامت مین یہ مژدہ سنئے ۱۲
جا ب تجھے فردوس عطا ہو گیا

یہ قول کسی کا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا
وہ کچھ نہین کہتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

سن سنکے ترے عشق مین اغیار کے طعنے
میرا ہی کلیجا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

بن آئی ہے جو چاہین کہین حضرتِ واعظ
اندیشۂ عقبےٰ ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

انکا یہی سننا ہے کہ وہ کچھ نہین سنتے
میرا یہی کہنا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

دیکھو تو ذرا چشم سخن گو کے اشارے
پھر تم کو یہ دعوا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

خط مین مجھے اول تو سنائی ہین ہزارون
آخر یہی لکھتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

پھٹتا ہے جگر دیکھکے قاصد کی مصیبت
پوچھو تو یہ کہتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

خاموش کیا چھیڑ کے ظالم نے شبِ وصل
وہ تذکرہ چھیڑا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

یہ خوب سمجھ لیجیے غماز وہی ہے
جو آپ سے کہتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

دنیا مجھے کہتی ہے برا حاضر و غائب
سمجھو تو سبب کیا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

تجکو ہی شایان ہے کہ تم دیتے ہو دشنام
مجکو ہی زیبا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

۹۳ مشتاق بہت ہین مرے کہنے کے پر اے داغ
یہ وقت ہی ایسا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا ۹

کوئی آگے نکل نہین سکتا / تجھسے فتنہ بھی چل نہین سکتا

زور قسمت سے چل نہین سکتا / دل سنبھالے سنبھل نہین سکتا

ہے وہ افسردہ میری شمع مزار / جس سے پروانہ جل نہین سکتا

آسمان دوست ہوگیا تیرا / اب زمانہ بدل نہین سکتا

ضعف کے لاکھ لاکھ احسان ہین / کف افسوس مل نہین سکتا

تم تو سو بار مان جاؤگے / دل ہمارا بہل نہین سکتا

ہم تو اس بددعا کے قائل ہین / جو زبان سے نکل نہین سکتا

موت کیون آکے پھر گئی شب وصل / وقت آیا تو ٹل نہین سکتا

غم جو کھایا ہے کیا کہون تجھسے / مین یہ کھایا اوگل نہین سکتا

رشک اغیار کیا گوارا ہو / زہر کوئی نگل نہین سکتا

۹ — نام کو داغ ہون مگر ظالم / تو جلائے تو جل نہین سکتا — ۱۳

عیش بھی اندوہ فزا ہوگیا / ہائے طبیعت تجھے کیا ہوگیا

دشمن ارباب وفا ہوگیا / دوست بھلا ہوکے برا ہوگیا

یاد ہے کہنا وہ کسی وقت کا / ہوش مین آؤ تمھین کیا ہوگیا

داغ وہ بہتر ہے جو مرہم بنا / درد وہ اچھا جو دوا ہوگیا

آپ سے اقرار کے سچے کہان / وعدہ کیا اور وفا ہوگیا

یہ تو نہ تھی کوئی مکرنے کی بات / حرف خوشامد بھی گلا ہوگیا

سامنے تم میرے چراتے ہو آنکھ / آئینہ کیا آج نیا ہوگیا

تھی گردشِ مژہ بھی ترے تیر کی شریک
برمے کی طرح سینے مین پیکان پھر گیا

رونق کچھ آ گئی جو پسینے سے موت کے
پانی ترے مریض پہ اک آن پھر گیا

دیکھا اُسے جو دور سے اوڑ کر مرا غبار
اُس شوخ شہسوار کی چوگان پھر گیا

گریہ نے ایکدم مین بنا دی وہ گھر کی شکل
میری نظر مین صاف بیابان پھر گیا

قاتل نے وقتِ ذبح لیا جب خدا کا نام
خنجر ہمارے حلق پہ آسان پھر گیا

۸۹ — ۱۱

لائے تھے کوے یار سے ہم داغ کو ابھی
لو اُس کی موت آئی وہ نادان پھر گیا

وہ رسوائی سے ڈر جائے تو اچھا
برائی کام کر جائے تو اچھا

کہا ظالم نے میرا حال سُن کر
وہ اس جینے سے مر جائے تو اچھا

خدا جانے کہے کیا جا کے قاصد
دل اُس سے پیشتر جائے تو اچھا

غضب ہے انتظار وعدہ حشر
نہین کہکر مکر جائے تو اچھا

مبارک خضر کو ہو عمر جاوید
یہ تھوڑی سی گزر جائے تو اچھا

مسیحائی ہوا قاتل کا شیوا
عدم تک یہ خبر جائے تو اچھا

کہا قاصد کو اُسنے دیکے دشنام
سبک ہو کر اگر جائے تو اچھا

عدم مین کیا نہوں گے صاحب درد
ہمارا چارہ گر جائے تو اچھا

رقیبون کا تری محفل مین کیا کام
جہنم ان سے بھر جائے تو اچھا

نگاہِ یار دل کو لوٹتی ہے
یہ مہمان اپنے گھر جائے تو اچھا

۹۰ — ۱۱

وہ تکلیف عیادت کیون کرین داغ
مری اُن کو خبر جائے تو اچھا

رقیب اسکے بھی قائل نہین خدا کی قسم — اگر ستم بھی کیا تو بھی لطف تو نے کیا

وہ عرض وصل سمجھتے ہین ہاتھ کانون پہ — اثر یہ خوب مری طرز گفتگو نے کیا

گیا رقیب کے گھر یار ہا شب وعدہ — بہت ذلیل مجھے تیری جستجو نے کیا

غرور کیون نہو جب دل سے چھیڑ ہاتھ لگے — بڑا دماغ تری زلف مشکبو نے کیا

اُٹھے گی گردن قاتل نہ بار خون سے کبھی — ستم شعار کو نازک مرے لہو نے کیا

سوال وصل پہ اقرار کیا کیا ظالم — دماغ ہم سے کیا یا مزاج تو نے کیا

جگر کے ٹکڑے ملاوے تو بخیہ گر جانون — اگرچہ جیب کو ثابت ترے رفو نے کیا

وہ آج ناز سے لائے تھے خنجر فولاد — اُسے بھی موم مری سختی گلو نے کیا

اُسکو گردش دوران سمجھ گئے مے کش — جو دور شیشہ و پیمانہ و سبو نے کیا

فرشتہ بن کے نہ اُڑ جائے عرش پر زاہد — اُسے جو خاک سے پاک اسقدر وضو نے کیا

جفاکشی کا مزہ مجھکو ہان اب آئے گا — کہ آسمان کو اپنا شریک تو نے کیا

ہمارے دوست کی ہم پر یہ مہربانی ہے — ہمارے واسطے جو کچھ ہر اک عدو نے کیا
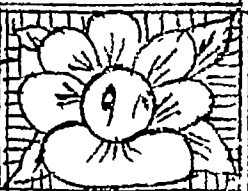
کھلا ہین اُن سے تو وہ اور داغ مجھسے رُکے
خفا تو اُن کو مری شرح آرزو نے کیا
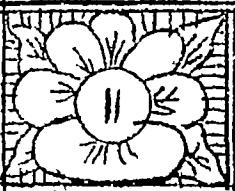
کعبے کی سمت جا کے مرا دھیان پھر گیا — اُس بت کو دیکھتے ہی بس ایمان پھر گیا

تو وعدہ کر کے مجھسے مری جان پھر گیا — حق سے پھرا جو قول سے انسان پھر گیا

اُلٹا ہوا نے پھیر دیا تیر یار کو — افسوس ہے کہ راہ سے مہمان پھر گیا

محشر مین دادخواہ جو لے دل نہ تو ہوا — تو جان لے یہ ہاتھ سے میدان پھر گیا

چھپکر کہان گئے تھے وہ شکوہ کہ میرے گھر — سو بار اُن کا آکے نگہبان پھر گیا

کیا حشر میں وہ دولت دیدار سے ہو شاد | دنیا میں جو وصال سے محروم رہ گیا

۵۶
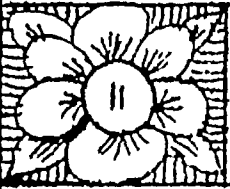
جی جائے موت آئے جو کمبخت داغ کو
سچ تو یہ ہے کہ تم سے کوئی جھوٹ کہہ گیا

۱۱
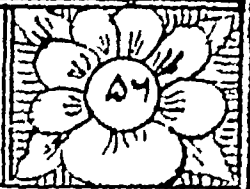
کھینچا غم فرقت کا دل تو نے عذاب ایسا | ہم تجھکو نہ سمجھے تھے اے خانہ خراب ایسا
نیند آتی نظر آتی تا حشر نہیں ہم کو | دیکھا ہے پریشان سا کچھ رات کو خواب ایسا
جو عرض تمنا پر ظالم نے کہا مجھ سے | ابتک نہ ملا ہوگا سائل کو جواب ایسا
تن تن کے جو چلتا ہے وہ شوخ کمان ابرو | ایک ایک سے کہتا ہے ہوتا ہے شباب ایسا
نومید کرم ہو کر ہم توبہ کرین مے سے | دوزخ مین پڑے زاہد بے لطف ثواب ایسا
پوچھا تھا محبت مین ہوتا ہے قلق کیسا | قسمت نے کہا تو دیکھ اے خانہ خراب ایسا
قسمت نے مری پایا جو رنج محبت مین | دوزخ کے بھی حصے مین آیا نہ عذاب ایسا
مرنے بھی نہین دیتے جینے بھی نہین دیتے | احسان ترحم وہ انداز عتاب ایسا
مین شوق مین بیخود ہون وہ غیر سے کہتے ہین | کردیتی ہے انسان کو بدمست شراب ایسا
جب خواب مین آتے ہو منھ مجھ سے چھپاتے ہو | مشتاق سے شرم ایسی عاشق سے حجاب ایسا

۸۷
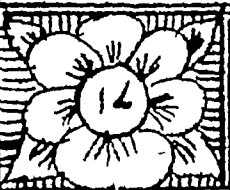
اے حضرت داغ اسکو غیرون سے غرض کیا ہے
وہ اور یہ رسوائی سمجھین نہ جناب ایسا

۱۷
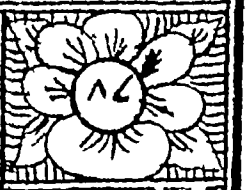
ہمین زمانے مین بدنام تیری خو نے کیا | دل فریفتہ جو کچھ کیا سو تو نے کیا
ستم کیا تو مری دل کی آرزو نے کیا | مجال ہے یہ کہون تجھسے مین کہ تو نے کیا
حنا کو رنگ نے مشہور گل کو بو نے کیا | جہان مین شہرہ تمھارا رخ نکو نے کیا
شب اسکی بزم مین دلوائی غیر سے تعظیم | برا سلوک مرے ساتھ آبرو نے کیا

بدگمان تھا کہ شب ہجر نہ کم ہو جائے
اُسنے کافور مری لاش پہ ملنے نہ دیا

اس جفا پر یہ وفا ہے کہ تمہارا شکوہ
دلمین رہنے نہ دیا منھ سے نکلنے نہ دیا

شوق نے راہ محبت مین ابھارا لیکن
ضعف نے ایک بھی گرتے کو سنبھلنے نہ دیا

عقل کہتی تھی نہ لکھ دفتر مطلب اُسکو
شوق نے ایک بھی مضمون بدلنے نہ دیا

اے شب ہجر ترا خلق پہ احسان ہوگا
حشر کے دن کو اگر تونے نکلنے نہ دیا

بدگمانی نے نہ چھوڑا اُسے تنہا چھوڑوں
مین نے قاصد کو الگ راہ مین چلنے نہ دیا

کسی صورت نہ بچا عشق کی رسوائی سے
کہ مجھے نام بھی غیرت نے بدلنے نہ دیا

چھین لیتا اُسے مین حشر کے دن ضد کر کے
کیا کرون مجکو فرشتون نے مچلنے نہ دیا
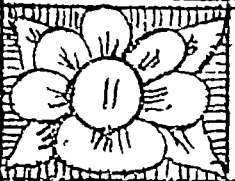
بزم اغیار مین اُس شوخ نے عیاری سے
کیا ہی اعجاز کیا داغ کو جلنے نہ دیا
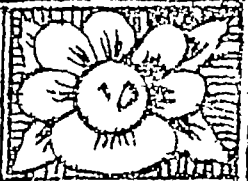
دم عشق مین گیا دل مجبور رہ گیا
صدمہ کسی سے اُٹھ نہ سکا کوئی سہ گیا

شب کو جو گھر مین غیر کے وہ رشک مہ گیا
مین کیا بتاؤن کون مرے دل سے کہہ گیا

مجھ سخت جان کو ناز کہ یہ جور سہ گیا
قاتل کو یہ گلا کہ مرا ہاتھ رہ گیا

ہم اُسکی بزم ناز مین اس حال سے گئے
گویا فقیر دیکھنے دربار شہ گیا

اُٹھتے نہین ہین ضرب محبت پہاڑ سے
رستم وہی ہے مرد جو یہ درد سہ گیا

قاتل کے آتے آتے سب اپنے کٹ مرے
ڈورا لہو کا خنجر غیرت سے بہ گیا

غم نے ترس کے چھوڑ دیا قطرہ قطرہ خون
تھوڑا سا اور دلمین کھٹکنے کو رہ گیا

بوسہ نہ دو اُٹھاؤ تو عارض سے اپنی زلف
کیا چاندنی کا لطف ہے جب چاند گہہ گیا

ہنگام ضبط سینے مین سو گردشین رہین
اچھا رہا وہ اشک جو آنکھون سے بہ گیا

نہ کیا نیم اشارے سے مرا کام تمام / مژۂ یار لگاتی نہیں خنجر پورا

اُسکی رفتار نے کی اور قیامت برپا / اُٹھنے پایا بھی نہ تھا فتنۂ محشر پورا

قصد بتخانہ کیا ہے جو خدا پہنچا دے / جو کیا کام ہوا خیر سے اکثر پورا
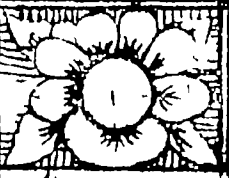
۱۳ ختم ہے شوخیٔ الفاظ و تلاش مضمون / ہے تو یوں داغ سخنور ہے سخنور پورا ۱
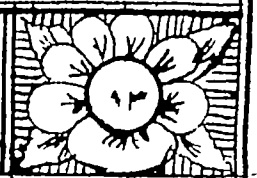
اُس بت کو جب خیال ستم ہو کے رہگیا / مین مضطرب خدا کی قسم ہو کے رہ گیا

نکلی پیام بر کی زبان سے نہ کوئی بات / کمبخت اُسکے سامنے سم ہو کے رہ گیا

بدلے جو تیور اُسکے شب وصل کیا کہون / اظہار شکوۂ شب غم ہو کے رہ گیا

اے چارہ گر جگر کی کسک کسطرح مٹے / گو درد غم ہوا بھی تو کم ہو کے رہ گیا

ضرب المثل جہان مین وہ دل ہے مٹا ہوا / جو پائمال زیر قدم ہو کے رہ گیا

جانا اسی کو مین نے یہ پورا ہے آشنا / جو تیر میرے دل سے بہم ہو کے رہ گیا

واعظ سے ہم سے بحث رہی کوئے یار مین / ذکر بہشت خلد و ارم ہو کے رہ گیا

پورا ہوا نہ ایک بھی اس دل کا مسودہ / فرسودہ لاکھ بار قلم ہو کے رہ گیا

غالب ہوئی جو شوق پہ تاثیر جذب دل / قاصد روانہ چار قدم ہو کے رہ گیا

دل نے تری گلی سے نہ اُٹھنے دیا مجھے / سو بار قصد دیر و حرم ہو کے رہ گیا
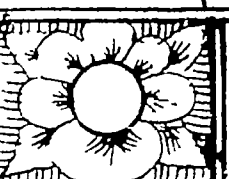
۱۴ اے داغ ہم نہ دیکھ سکے روز حشر کچھ / سر خجلت گناہ سے خم ہو کے رہ گیا
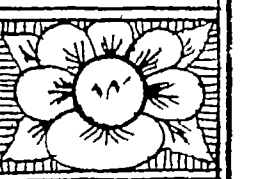
کوئی کلمہ بھی مرے مُنھ سے نکلنے نہ دیا / وہ لٹایا مجھے قاتل نے سنبھلنے نہ دیا

نفس سرد کی تاثیر شب غم دیکھو / شمع کو تا بہ سحر مین نے پگھلنے نہ دیا

ہون خوشنما خراشِ دل اے پنجۂ جنون
مرجاؤن مین تو یہ نہ کہین بے شعور تھا

ہم بوسہ لیکے اُنسے عجب چال کر گئے
یون بخشوا لیا کہ یہ پہلا قصور تھا

رکھا جو تشنہ لب مجھے ساقی نے سیر تھی
جسکو نظر لگی وہی پیمانہ چور تھا

کیا تو نے چشمِ لطف سے دیکھا غضب کیا
قربان اُس نگاہ کے جسمین غرور تھا

پاسِ ادب سے رک گئی فریاد کچھ ادھر
مین کیا کہون کہ عرش یہان سے کتنی دور تھا

شب کو جو تم نہ آئے تو پہنچے کہان کہان
کیا طبعِ بدگمان کو ہائے عبور تھا

کرنی پڑین فراق مین بیمار داریان
ہاتھون مین ساری رات دلِ ناصبور تھا

دیکھا سلف سے آجتک انصاف عشق کا
تقصیروار تھا وہی جو بے قصور تھا

نظر پھر گیا تمہارا رخِ پُر نور دیکھکر
دیکھا جو آنکھ مین اُسی مکھڑے کا نور تھا

اُسکے غم مین دیدہ و دل کیون نہو تباہ
دل کا سرور تھا مری آنکھون کا نور تھا

۶۲ اے داغ صدمۂ غمِ ہجران بجا درست
یہ سب سہی مگر تمہین جینا ضرور تھا ۱۱
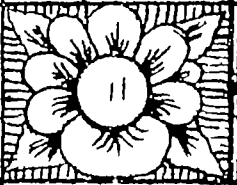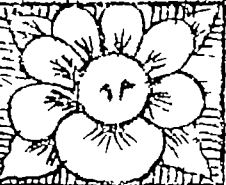
نہ ہوا پھر نہ ہوا شوق کا دفتر پورا
ایک ہی دن مین ہوا قصۂ محشر پورا

مجھکو دم بھر کی بھی فرصت نہ ملی نالون سے
ورنہ گھڑیال ٹھہرتا ہے گھڑی بھر پورا

تھک گئے ہاتھ مگر کثرتِ مطلب ہے وہی
فکر ہے مجکو خطِ شوق ہو کیونکر پورا

اپنے حصے کی بچا لیتے ہین دینے والے
نہ بھرا ساقیِ کم ظرف نے ساغر پورا

ایک ہی آن مین قاتل نے کیا قتلِ جہان
حلق آیا نہ کسی کا تہِ خنجر پورا

نہ یہ دل ہے نہ یہ جرأت نہ یہ اندازِ بیان
نامہ بر حال کہے یار سے کیونکر پورا

گو تری زلف پریشان ہے پریشان ہے سوا
ابھی آشفتہ ہوا کب دلِ مضطر پورا

اے چشم یار دیکھ تغافل سے باز آ
دل ٹوٹ جائیگا کسی امیدوار کا

عاشق کی مشت خاک پریشان نہو کبھی
آسین جو میل ہو ترے دل کے غبار کا

(۸۱) غش کھا کے داغ یار کے قدمون پہ گر پڑا
بے ہوش نے بھی کام کیا ہوشیار کا (۱۰)

لطف آرام کا نہین ملتا
آدمی کام کا نہین ملتا

کیسے حاضر جواب ہو کہ جواب
میرے پیغام کا نہین ملتا

اُسنے جب شام کا کیا وعدہ
پھر پتہ شام کا نہین ملتا

جستجو مین بہت ہے وہ کافر
بھید اسلام کا نہین ملتا

مل گیا مین تمھین وگرنہ غلام
کوئی ہمدام کا نہین ملتا

چرخ پر جا کے عرض حال کرون
رستہ اس بام کا نہین ملتا

نہ ملے رنگ رنگ مین جبتک
دل سے آشام کا نہین ملتا

ظرف بیمثل ہے دل پرخون
پھر اس جام کا نہین ملتا

اسکے رشک کیا گوارا ہو
پھر بھی کام کا نہین ملتا

(۸۲) داغ کی ضد سے ہے تلاش انہین
کوئی اس نام کا نہین ملتا (۱۵)

جبتک کسی کی چاہ نہ تھی کیا سرور تھا
ٹھہرا ہی دل بغل مین پری رشک حور تھا

یان امتحان برق تجلی ضرور تھا
کیا مین نہ تھا اس آنکھ مین جانکو طور تھا

واعظ ترے لحاظ سے ہم تشنگی پی گئے
کیا ذکر ناگوار شراب طہور تھا

کیون نا امید عفو بھلا کیا سنیگا وہ
اسکا نہ بخشنا تری رحمت سے دور تھا

ادا عشق کا ہے پر افسوس رہنا
ہماری تمنا سے مایوس رہنا

یہ قید محبت اک آرزو کی ہے
مگر کوئی جانے بھی محبوس رہنا

یہ سیکھا ہے تو نے فلک غماز کس سے
مری آنکھ میں بنکے جاسوس رہنا

کیا ہے رقیبوں نے سامان عشرت
خبردار اے چرخ منحوس رہنا

خوشا وہ زمانہ کہ تھا دل کا شیوہ
نہ مایوس رہنا نہ مانوس رہنا

الٹ دے ذرا روئے روشن سے پردہ
یہ کیا شمع ساں زیر فانوس رہنا

وہ مشغول خرام آئیگا سوئے گلشن
الگ اس سے اے کبک و طاؤس رہنا

۶۸ ۱۳

محبت میں یوں داغ عزت رہے گی
کہ ہم دشمن ننگ و ناموس رہنا

کیا ہو سکے مقابلہ مژگان یار کا
دل ایک ہاتھ کا ہے جگر ایک وار کا

انداز کچھ بدلنے لگا جور یار کا
اب لطف دیکھنا ستم روزگار کا

پوچھے کوئی مزاج تو اللہ رے غرور
کہتے نہیں وہ شکر ہے پروردگار کا

یہ کیا نشان مہر و محبت یہیں کہیں
ڈھونڈو چراغ لیکے ہمارے مزار کا

کٹتی تھی جو کبھی یاد وہ راتیں کدھر گئیں
اب مجھکو انتظار ہے اس انتظار کا

گلچیں نے کی جو قتل آیا ذرا سا منہ
وہ رنگ روپ ہی نہیں صبح بہار کا

تھیں بدگمانیاں اسے یا وہ خدا کی شان
ہے اعتبار اسکو مرے اعتبار کا

اٹھنا ہی تیری بزم سے دشوار تھا مجھے
اسپر سنبھالنا دل بے اختیار کا

فرقت میں ہم نے اپنی تسلی کیواسطے
رکھا ہے نام شوخ دل بیقرار کا

شکوے کرو زبان شکایت کے تو سہی
کیا حال ہے کسی نگہ شرمسار کا

تم کہتے ہو معشوق اطاعت نہین کرتے
عاشق بھی تو معشوق کا نوکر نہین ہوتا

ہم جانتے ہین آئے ہین ماتم کو فرشتے
جس بزم مین شغل مے و ساغر نہین ہوتا

عادت ہے عجب چیز بری ہو کہ بھلی ہو
مرتا ہون جو بیچین گھڑی بھر نہین ہوتا

اے داغ نہ ڈر سے جان محبت مین کہ نادان
پھر زندہ جہان مین کوئی مر کر نہین ہوتا

راہ پر جن گر رہ الفت مین رہزن بن گیا
دل نے کی یہ دوستی ہم سے کہ دشمن بن گیا

ہو کے نازان اپنی صورت پر ہوا ہی خود پرست
وہ بت کافر صنم بن کر برہمن بن گیا

شب کو جلتا چھوڑ آئے تھے دل اس کوچے مین ہم
وہ قیامت سے چراغ راہ دشمن بن گیا

رہروان معرفت کا دان سیا جاتا ہے منھ
جادۂ راہ حقیقت تار سوزن بن گیا

کیا فروغ حسن ہے وہ شب کو ہمسائے مین تھے
خانۂ تاریک میرا دشت ایمن بن گیا

ہے نزاکت مانع جنبش لب جان بخش کو
کام تیرا خوب چشم سامری فن بن گیا

رہ سکی ثابت نہ جوش حسن سے اسکی نقاب
چاک چاک ایسا ہوا پردہ کہ چلمن بن گیا

کشت دل مین دیکھ تخم عشق کی بالیدگی
ہمت قائل اسکے ہین جو دانہ خرمن بن گیا

میرے مرنے سے کیا ظالم نے گو سامان عیش
ہر لب مطرب پر آکر نغمہ شیون بن گیا

ہاتھ اپنا چارہ گر اسکو لگا سکتے نہین
دامن زخم جگر مریم کا دامن بن گیا

ہاتھ ڈالے تھے گلے مین اسکے مین نے خواب مین
کیا نزاکت ہے نشان طوق گردن بن گیا

ناتوان ایسا کیا ہے خوف نے صیاد کے
واسطے میرے رگ گل کا نشیمن بن گیا

گل کھلاتا ہے خزان مین بھی مرا دست جنون
جب چھلے زخم کہن اک تازہ گلشن بن گیا

مست مے کل تک تو سمجھا تھا مین اور آج داغ
داغ مے دامن پہ ہے دھو کر پاک دامن بن گیا

قتل پر میرے فرشتے بھی گواہی کر دیں
دیدیا کاتب اعمال کو محضر اپنا

ہم فقیروں کو کہاں چین کہ وہ کہتے ہیں
میرے در پر سے اُٹھا لیجیے بستہ اپنا

داغ اُسکا الم اُسکا غمِ ہجران اُسکا
سینہ اپنا جگر اپنا دلِ مضطر اپنا

کم نہ تھی شوخیِ رفتار سے بیتابیِ شوق
راہ میں پاؤں پڑا اُن کے برابر اپنا

موے کاکل سے تو کمزور مرے ہاتھ نہیں
چھین لیتا ہوں ابھی میں دلِ مضطر اپنا

سخت جانوں کا تو مشکل سے گلا کٹتا ہے
پہلے پتھر پہ لگا لیجیے خنجر اپنا

۸۶ — ۱۵
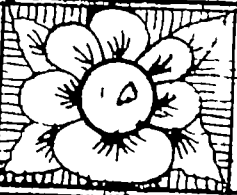
وہ زمانہ بھی تمہیں یاد ہے تم کہتے تھے
دوست دنیا میں نہیں داغ سے بہتر اپنا
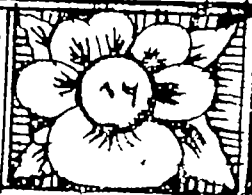
کچھ سعی سے اقبال میسر نہیں ہوتا
ہر آئینہ گر داغ سکندر نہیں ہوتا

دنیا میں مزا عشق سے بہتر نہیں ہوتا
یہ ذائقہ وہ ہے کہ میسر نہیں ہوتا

کیا کوئی زمانہ میں ستمگر نہیں ہوتا
ہوتا ہے مگر تیرے برابر نہیں ہوتا

ہے حوصلۂ مشقِ جفا اُس کو الٰہی
ہر کوئی گنہگار مکرر نہیں ہوتا

بیداد تری دیکھ کے یہ حال ہوا ہے
عاشق کوئی دنیا میں کسی پر نہیں ہوتا

رہتا ہے شب و روز بغل ہی میں دل اپنا
تم ہوتے ہو جب پاس تو اکثر نہیں ہوتا

ہم چھیڑ سے کہدیتے ہیں کٹتے ہوئے انکو
ملتے ہیں بہت ہاتھ جو خنجر نہیں ہوتا

میں صبر نہ کرتا کہ مرے حق میں الٰہی
بہتر یہی ہوتا ہے کہ بہتر نہیں ہوتا

کیا مر نہیں جاتا تپِ ہجر سے کوئی
باور نہیں آتا تمہیں باور نہیں ہوتا

رہزن ہی سے ہم پوچھتے ہیں راہِ محبت
جب ہم کو میسر کوئی رہبر نہیں ہوتا

ہم شکوۂ بیداد کہیں بھول نہ جائیں
دنیا میں بپا فتنۂ محشر نہیں ہوتا

یہ ستم طرفہ ستم ہے کہ ترسا ہی رکھا
جان سے تو نے کسی کو نہ ستمگر مارا

چشم کافر کی رہی بحث لب جانان سے
کہ مرے مردے کو سو بار جلا کر مارا

ستم چرخ نے مارا ہے یہ ظاہر ہو جائے
اس لیے اُڑ کے مری خاک نے چکر مارا

آسمان سے ترے کوچہ میں بہت زور ہوئے
نہ ہٹے ایک قدم ہم نے جو لشکر مارا

مارنا دل کا سمجھتا ہوں جہادِ اکبر
وہی غازی ہے بڑا جس نے یہ کافر مارا

سخت جانی سے یقین تھا نہ مرے مرنے کا
موت سے پوچھتے ہیں وہ اسے کیونکر مارا

رہ گئی قتل گہ عام میں عزت میری
آج قاتل نے مجھے لاکھ میں چن کر مارا
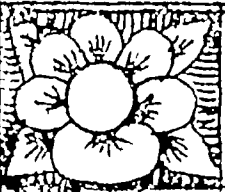
مدعی کوئی بھی میدان سخن میں نہ رہا
تو نے کیا معرکہ اے داغ سخنور مارا
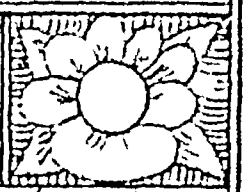
راز دل کوئی کہے لاکھ میں کیونکر اپنا
داور حشر جدا اچھا ہے محشر اپنا

خط میں لکھا ہے جو حال دل مضطر اپنا
واں بھٹکتا ہی پھر رہا ہے کبوتر اپنا

توبہ کے بعد بھی خالی نہیں دیکھا جاتا
دور رہتا ہے بھرا شیشۂ ساغر اپنا

ہم تو برباد ہوئے عشق میں اپنے ہاتھوں
کوئی بدخواہ نہیں اپنے سے بڑھ کر اپنا

عشق کا لطف تو جب ہے کہ مجھے دے ڈالیں
زندگی اپنی خضر بخت سکندر اپنا

انھیں مری شکل سے نفرت ہے مگر بہر خدا
آدمی بھیجتے رہتے ہیں وہ اکثر اپنا

وہ نہیں تھے کہ ترے جور سے گھبراتے تھے
وہ نہیں ہیں کہ تقاضا ہے برابر اپنا

دھوم ہے کوچۂ قاتل میں قیامت آئی
فیصلہ ہم بھی کیے لیتے ہیں چل کر اپنا

روز رہتا ہوں نئے روپ سے اسکے در پر
روز رکھتا ہوں نیا نام بدل کر اپنا

ہم کسی کام میں تنہا ہیں کہ قائل ہی نہیں
کچھ نہ بن آئی کہ کہتے ہیں مقدر اپنا

لاکھ آفتین آئین لاکھ حسرتین چھائین
اک ترے نہونے سے پھر گیا مکان اپنا

غیر خوش ہے ہم ناخوش کاش مدعی ہوتا
اک آسمان اُس کا اک آسمان اپنا

بیچ ہے گا کوئی تو برق و باد و باران سے
ہر درخت پر باندھا ہم نے آشیان اپنا

وہم ہی ہے ہمکو ہوگئی خطا ہم سے
بس نہ کھائیے قسمین تھا غلط گمان اپنا

دلمین جسقدر ہے درد اُسکو کیا یقین آئے
داغ بے نمود اپنا زخم بے نشان اپنا

دوست اور ایسا دوست اک دم مین مر جائے
دل غریق رحمت ہو تھا قدردان اپنا

کردیا مجھے بیخود شوق سجدہ نے کیسا
یہ نہین خبر یہ ہے سنگ آستان اپنا

دوستی کے پردہ مین کون دشمنی کرتا
اُسکی مہربانی ہے جو ہے مہربان اپنا

لوگ ماجرائے غم پوچھنے کو آتے ہین
بھیجدو ادھر سے در پہ کوئی پاسبان اپنا

وان برائی سے بھی اب تذکرہ نہین آتا
ذکر خیر رہتا تھا رات دن جہان اپنا

ہائے میرے قاتل کو مفت کی ہے بدنامی
کام کر گئی ہوتی مرگ ناگہان اپنا

ہم ستم رسیدونکو زندگی مصیبت ہے
خضر پر دھرے احسان عمر جاودان اپنا

دھوم صبح محشر کی داغ سنتے آتے ہین
پر نہین کچھ اندیشہ خواب ہے گران اپنا

دوست دشمن کو ترے ناز نے اکثر مارا
ایک ہی وار مین دونون کو برابر مارا

پاس آنے نہ دیا آہ شرر افشان نے
دور سے پھینک کے جلاد نے خنجر مارا

طائر نامہ بر اپنا تو نہو لے تقدیر
آج سنتا ہون کوئی اُس نے کبوتر مارا

اے محبت دل آشفتہ کا سودا دیکھا
اُسکی زلفون سے لیا اور مرے سر مارا

قلزم عشق مین ہے گوہر مقصود اے دل
تونے غوطہ نہ کبھی اسمین شناور مارا

محبت کے دعوے ملے خاک میں سب
وہ کہتے ہیں کیا ہے اجارا تمھارا

رکاوٹ نہ ہوتی تو دل ایک ہوتا
تمھارا ہمارا ہمارا تمھارا

برائی جو کی تم نے غیروں کی ہم سے
ہوا حال سب آشکارا تمھارا

نکل کر مرے گھر سے یہ جان لوگے
نہ ہوگا کسی گھر گذارا تمھارا

سنا ہے کسی اور کو چاہتا ہے
وہ دشمن ہمارا وہ پیارا تمھارا

کریں گے سفارش ہم اے داغ ان سے
اگر ذکر آیا دوبارا تمھارا

کیا کہوں تیرے تغافل نے حیا نے کیا کیا
اس ادا نے کیا لیا اور اس ادا نے کیا کیا

بوسہ لے کر جان ڈالی غیر کی تصویر میں
یہ اثر تیرے لب معجز نما نے کیا کیا

یاں جگر پر چل گئیں چھریاں کسی مشتاق کی
واں خبر یہ بھی نہیں ناز و ادا نے کیا کیا

میرے ماتم سے مرے قاتل کو ناخوش کر دیا
کیا کیا افسوس یہ اہل عزا نے کیا کیا

حشر میں پھرتے ہیں خوش خوش کیا وہ اترائے ہوئے
اور کہتے ہیں مرا روز جزا نے کیا کیا

چاہ کر ہم تو حسینوں کو مزے لوٹا کیے
پند گو تیرے دل بے مدعا نے کیا کیا

رائیگاں جاتی نہیں محنت کسی کی ہمنشیں
ہم دکھا دینگے ہماری التجا نے کیا کیا

مار ڈالا آپ اپنی رنج فرقت میں مجھے
اور پھر کہتا ہے ظالم یہ خدا نے کیا کیا

سنتے ہیں اے داغ ہم اس بت سے بگڑا ہے رقیب
غیب سے سامان دیکھو تو خدا نے کیا کیا

چاہتا ہے کب مرنا کوئی سخت جاں اپنا
مجھکو چاہیے قاتل اول امتحاں اپنا

جب یقین عشق آیا پھر وہ بت کہاں اپنا
آ گئے غضب میں ہم دیکھے امتحاں اپنا

جان لیجائے گا آنا شبِ تنہائی کا
کون اب روکنے والا ہے مری آئی کا

خوگرِ رنج و بلا حشر کے دن کیا خوش ہون
کہ وصال آج ہوا ہے شبِ تنہائی کا

زندہ ہے نام شہادت کا اُسی کے دم سے
تیرے کشتے نے کیا کام مسیحائی کا

ہر گلی کوچہ مین پامال اسے ہو جانا
دل ہے یا نقشِ قدم ہے کسی ہرجائی کا

اس ادب سے تہِ شمشیر تڑپنا اے دل
کہ گمان تیری تپش پر ہو شکیبائی کا

فتنے بھی قاعدے سے اُٹھتے ہین جب اُٹھتے ہین
کیا سلیقہ ہے تمھین انجمن آرائی کا

وہ یہ کہتے ہین مرا صبر پڑے گا تجھپر
اب مجھے رنج نہین اپنی شکیبائی کا

کیا غرض ہے مری تقدیر کو مجھسے پوچھے
آبرو کا ہے طلبگار کہ رسوائی کا

وان شبِ وعدہ ملی پاؤنمین مہندی اُسنے
یان کلیجا کوئی ملتا ہے تمنائی کا

رات بھر شمع رہی ہجر مین وہ بھی خاموش
ملتجی تھا تری تصویر سے گویائی کا

سر مرا کاٹ کے دہلیز پہ اپنی رکھدو
شوق باقی ہے ابھی ناصیہ فرسائی کا

یون نہ مقبول ہوا ہوگا کسی کا سجدہ
بت کو ارمان رہا میری جبین سائی کا

ہو گیا پرتوِ رخسار سے کچھ اور ہی رنگ
مین نے منھ چوم لیا اُسکے تماشائی کا

تھم گئے جم گئے آنکھون مین لہو کے قطرے
خون ظاہر ہے مرے صبر و شکیبائی کا

ا؎ بن گیا داغِ جگر مہرِ قیامت اے داغ
پر ابھی رنگ وہی ہے شبِ تنہائی کا ۹۰

نذرا وصل آج ہوا سارا تمھارا
ابھی فیصلہ ہے ہمارا تمھارا

تو دین و دنیا مین کافی ہے مجکو
خدا کا بھروسا سہارا تمھارا

اُن آنکھونکی آنکھونسے لونمین بلائین
میسّر ہے جن کو نظارا تمھارا

لائے ہیں لوگ جنازے کیطرح محشر میں
کس مصیبت سے ترا کشتۂ بیداد آیا

اُسکے جلوے کو غرض کون و مکان سے کیا تھی
داد لینے کے لیے حسنِ خداداد آیا

بیستون سے یہی آواز چلی آتی ہے
جو کیا تو نے وہ آگے ترے فرہاد آیا

دلِ ویران سے رقیبوں نے مرادیں پائیں
کام کس کس کے مرا خرمنِ برباد آیا

عشق کے آتے ہی منھ پر مرے پھولی ہے بسنت
ہو گیا زرد یہ شاگرد جب استاد آیا

ہو گیا فرض مجھے شوق کا دفتر لکھنا
جب مرے ہاتھ کوئی خامۂ فولاد آیا

عید ہے قتل مرا اہلِ تماشا کے لیے
سب گلے ملنے لگے جبکہ وہ جلاد آیا

چین کرتے ہیں وہاں رنج اُٹھانیوالے
کام عقبیٰ میں ہمارا دلِ ناشاد آیا

دی مؤذن نے شبِ وصل اذان پچھلی رات
ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا

میرے نالے نے سنائی ہے کھری کس کس کو
منہ فرشتوں پہ یہ گستاخ یہ آزاد آیا

غمِ ہجر نے دی مجھکو مبارکبادی
جب سنا یہ کہ انھیں شیوۂ بیداد آیا

میں تمنائے شہادت کا مزا بھول گیا
آج اس شوق سے ارمان سے جلاد آیا

جذبِ وحشت ترے قربان ترا کیا کہنا
کھنچ کے رگ رگ میں مرے نشترِ فصاد آیا

شاد دیا نہ جو دیا نالہ و شیون نے دیا
جب ملاقات کو ناشاد کی ناشاد آیا

لیجیے سنیے اب افسانۂ فرقت مجھ سے
آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا

آپ کی بزم میں سب کچھ ہے مگر داغ نہیں
ہم کو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا
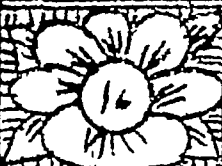
اسقدر ناز ہے کیوں آپ کو یکتائی کا
دوسرا نام ہے وہ بھی مری تنہائی کا

کیا چھپے رازِ الٰہی دلِ شیدائی کا
عرصۂ حشر تو بازار ہے رسوائی کا
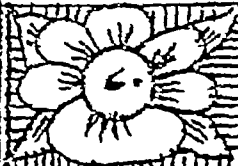
تھم ذرا اور نہ گر اُلٹ کے یہ خانہ خراب
گنبد چرخ اب لئے شورش محشر یاد آیا

کس کے آنے کا تصور ہے کہ ہر دم ہر وقت
ہے ترا تکیہ کلام اے دل ناشاد آیا

جلوہ گر کعبۂ دل میں ہے وہ بت اے زاہد
کہئے لبیک یہان عشق خداداد آیا

اپنے سر کی مرے لاشے نے بلائیں لے لین
دست قاتل کا جو انداز مجھے یاد آیا

چھوٹ کر کنج قفس سے بھی یہ کھٹکا نہ گیا
جب صبا آئی تو جانا وہی صیاد آیا

یہ وہ گھر ہے کہ خوشی کا تو یہان کیا مذکور
غم بھی آیا مرے دلمین تو بہت شاد آیا

سخت جان کوئی نہ تھا اہل ہوس مین یارب
ٹوٹ کر بھی نہ اُدھر خنجر جلاد آیا

آتش غم نے جلایا ہے سراپا ایسا
میرے سایے مین نہ پھر کبھی ہمزاد آیا

غیر جب ذبح ہوا تجھکو مرے سر کی قسم
کچھ مزا بھی تجھے اے خنجر فولاد آیا

حشر کیا شے ہے فقط چار پہر کا کھٹکا
دیکھنا پھر ہمین سوے عالم ایجاد آیا

رات بھر شور رہا ہے ترے ہمسائے مین
کسکے ارمان بھرے دل کو خدا یاد آیا

پہلے ہی میری رگ جان مین لگا یا نشتر
پٹی آنکھوں پہ مگر باندھ کے فصاد آیا

دھجیان اُنکی فرشتون نے اڑا ہی کیا کیا
ہاتھ اُنکے جو مرا دامن محشر یاد آیا

عارض آئینہ جبین آئینہ رخ آئینہ
اپنا منھ دیکھنے آگے ترے بہزاد آیا

داغ کو تم نے بھلایا ہے کچھ ایسا دل سے
وہ تو کیا شعر بھی اُس کا نہ کبھی یاد آیا

٦٩

کون سا طائر گم گشتہ اُسے یاد آیا
دیکھتا بھالتا ہر شاخ کو صیاد آیا

میرے قابو مین نہ پہرون دل ناشاد آیا
وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا

کوئی بھولا ہوا انداز ستم یاد آیا
کہ تبسم تجھے ظالم دم بیداد آیا

سخت جانی سے مری جان بچیگی کبتک
ایک جب کند ہوا دوسرا خنجر آیا

وہ سنایا ہی کیے ایک کی سو سو مجھکو
حرف مطلب مرے لب پر نہ مکرر آیا

مین وہ ہون تیز روِ راہِ محبت اے خضر
سایہ میرا نہ کبھی میرے برابر آیا

میرے افسانے کو پورا نہ ہوا روز جزا
ڈھل گیا دن تو یہ جانا کہ گھڑی بھر آیا

داغ تھا درد تھا غم تھا کہ الم تھا کچھ تھا
لے لیا عشق مین جو ہمکو میسّر آیا

عشق تاثیر ہی کرتا ہے کہ اُس کافر نے
جب مرا حال سنا سنتے ہی جی بھر آیا

رشک کہتا ہے کہ قاصد کے ملا اُسنے عطر
کہ مرے نام کا خط اب کی معطر آیا

شب وعدہ نہ ہوا ایک جگہ مجکو قرار
صبح تک مین کبھی گھر مین کبھی باہر آیا

اسقدر شاد ہون گویا کہ ملی ہفت اقلیم
آئینہ ہاتھ مین آیا کہ سکندر آیا

اُسکے لکھے کو مٹا کر ہمین کچھ کہہ دیتے
کیا کرین سامنے اپنا نہ مقدر آیا

غیر نے آج کیا مہر و وفا کا دعوے
تمھین انصاف سے کہدو تمھین باور آیا

رنج اتنا نہین میرا جسے لکھے کوئی
یہ مرے نامۂ اعمال مین کیونکر آیا

وصل مین ہاے وہ اترا کے مرا بول اُٹھنا
اے فلک دیکھ تو یہ کون مرے گھر آیا

نالہ وہ نالہ مرا جس سے فلک کانپ گیا
خوف آیا نہین کیا اُن کو مقرر آیا

راہ مین وعدہ کرین جاؤ نہین گھر پر تو کہین
کون ہے کس نے بلایا اسے کیونکر آیا

داغ کے نام سے نفرت ہے وہ جلجاتے ہین
ذکر کمبخت کا آنے کو تو اکثر آیا
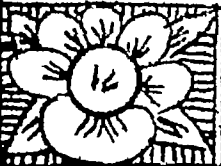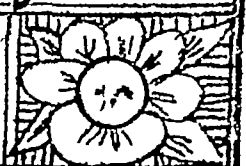
ہجر مین عیش گزشتہ جو مجھے یاد آیا
داد بیداد کو ہنگامۂ فریاد آیا

کبھی مسجد مین جو وہ شوخ پریزاد آیا
پھر نہ اللہ کے بندون کو خدا یاد آیا

اُنکی شہرت بھی مٹی جاتی ہے
کیا اُٹھا نام مری رسوائی کا

کیا تصور بھی نہ آنے دیگی
منھ تو دیکھو شب تنہائی کا

داغ کی قبر مٹا کر بولے
یہ نشان تھا اُسی سودائی کا

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا

دل لیکے مفت کہتے ہیں کچھ کام کا نہیں
اُلٹی شکایتیں ہوئیں احسان تو گیا

ڈرتا ہوں دیکھکر دلِ بے آرزو کو میں
سنسان گھر یہ کیوں نہ ہو مہمان تو گیا

کیا آئے راحت آئی جو کنجِ مزار میں
وہ ولولہ وہ شوق وہ ارمان تو گیا

دیکھا ہے بتکدے میں جو اے شیخ کچھ نہ پوچھ
ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا

افشائے رازِ عشق میں گو ذلتیں ہوئیں
لیکن اُسے جتا تو دیا جان تو گیا

گو نامہ بر سے خوش نہ ہوا پر ہزار شکر
مجھکو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا

بزمِ عدو میں صورتِ پروانہ دل مرا
گو رشک سے جلا ترے قربان تو گیا

ہوش و حواس تاب و تواں داغ جا چکے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

شکر کرتا ہوں کہ شکوہ نہیں لب پر آیا
دیکھ تو کون وہ اے داورِ محشر آیا

خواب میں بھی نہ کسی شب وہ ستمگر آیا
وہ گیا ایسا کوئی جانے مقرر آیا

مجھسے مسکین کو کہاں صبر کہاں کی توبہ
لے لیا دوڑ کے جب سامنے ساغر آیا

ناوکِ یار کی واجب ہے تواضع اے دل
پھر نہ جائے کہیں مہمان مرا گھر آیا

غیر کے روپ میں بھیجا ہے جلانے کو مجھے
نامہ بر اُن کا نیا بھیس بدل کر آیا

غمِ عشق میں مزا تھا جو اسے سمجھ کے کھاتے
یہ وہ زہر ہے کہ آخر مئے خوشگوار ہوتا

یہ مزا تھا دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی
نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا

نہ مزہ ہے دشمنی میں نہ ہے لطف دوستی میں
کوئی غیر غیر ہوتا کوئی یار یار ہوتا

ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے
اگر اپنی زندگی کا ہمیں اعتبار ہوتا

یہ وہ دردِ دل نہیں ہے کہ ہو چارہ ساز کوئی
اگر ایک بار مٹتا تو ہزار بار ہوتا

گئے ہوش تیرے زاہد جو وہ چشمِ مست دیکھی
مجھے کیا الٹ نہ دیتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

مجھے مانتے سب ایسا کہ عدو بھی سجدہ کرتے
درِ یار کعبہ بنتا جو مرا مزار ہوتا

۱۴

تمہیں ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہے داغ کا دل
یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ اختیار ہوتا

۶

جلوہ دیکھا تری رعنائی کا
کیا کلیجا ہے تماشائی کا

رہ گیا عرش سے آگے جا کر
ہائے عالم مری تنہائی کا

یوں نہ ہو برقِ تجلی بیتاب
دل گیا رنگ تماشائی کا

یاد آتا ہے وہ رسوا کرکے
رنج کرنا مری رسوائی کا

آئی شوخی میں کہاں سے تمکین
پڑ گیا صبر تمنائی کا

اے لبِ یار جلا دے دل کو
واسطہ اپنی مسیحائی کا

روزِ دیدار خدا خیر کرے
معرکہ ہے تری زیبائی کا

اب تصور سے بھی گھبراتا ہوں
کیا مزہ ہے مجھے تنہائی کا

منہ سے بولے تو کہا آئینہ
کھیل کھیلے تو خود آرائی کا

ضعف نے دل کو تڑپنے نہ دیا
ہو گیا نام شکیبائی کا

جہان میں کیا ڈھونڈھا کیا نہ پایا
مزاج اُنکا دماغ اُن کا نہ پایا

مزا کچھ ہم نے اے موسےٰ نہ پایا
وہ پایا اس طرح گویا نہ پایا

تری جانب ہی پھر جاتی خدائی
مگر کافر تجھے اتنا نہ پایا

چھپایا تھا تمھاری زلف نے دل
کھو ایمان سے پایا یا نہ پایا

خوشی ملتی تو کیا ملتی ازل میں
غنیمت ہے کہ غم تھوڑا نہ پایا

ملا مصر محبت میں جو ہمکو
زلیخا نے بھی وہ سودا نہ پایا

ترے دست حنائی میں بھی ہے چور
کسی کو ہاتھ کا سچا نہ پایا

گہر کی آبرو ہے جوہری سے
پڑا پایا تو مول اچھا نہ پایا

خزاں ہی خوب تھی بہر نشیمن
چمن میں ایک بھی تنکا نہ پایا

تصور میں مرے تیری کمر ہے
اُسے دنیا سے کچھ عنقا نہ پایا

ہم اُسکی بزم میں کھوئے گئے تھے
رقیبوں نے ہمیں پایا نہ پایا

اگرچہ قیس نے عشق و جنون کا
مزا پایا مگر ایسا نہ پایا

ہوے جس دن سے تم رشک مسیحا
زمانے میں کوئی اچھا نہ پایا

قیامت کا کیا ہے اُسنے وعدہ
قیامت ہے اگر تنہا نہ پایا

سفارش ہم تری کرتے بر اے داغ
کچھ ان کا تجھ سے رخ اچھا نہ پایا

۶۲

عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا
کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا

کوئی فتنہ تا قیامت نہ پھر آشکار ہوتا
ترے دل پہ کاش ظالم مجھے اختیار ہوتا

جو تمھاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا
تمھیں منصفی سے کہدو تمھیں اعتبار ہوتا

کب ہوئے بت بیگانہ منش تو اپنا
دل جو اپنا ہے نہیں اُس پہ بھی قابو اپنا

تمکو آشفتہ مزاجوں کی خبر سے کیا کام
تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا

ابتدائے رمضان میں ہے مہ عید کی دھوم
کسی کافر نے دکھایا نہ ہو ابرو اپنا

بعد میرے نہ رہا دیکھنے والا کوئی
تم زمانے کو دکھاؤ رُخِ نیکو اپنا

نہ بنا ہو یہ کہیں غیر کے سر کا تکیہ
مسکراتے ہیں وہ کیوں دیکھکے زانو اپنا

آتشِ دل ہی نہیں ہے سببِ فرقت میں
گرم رہتا ہے اسی آگ سے پہلو اپنا

حق میں عاشق کے بھلا ہو کہ بُرا ہو کچھ ہو
فائدہ دیکھ لیا کرتے ہیں خوش رو اپنا

وہی ہم تھے کہ جو راتوں کو ہنسا دیتے تھے
اب یہ ہے حال کہ تھمتا نہیں آنسو اپنا

۶۲ ۹

لگ گئی چپ تجھے اے داغ حزیں کیوں ایسی
مجھکو کچھ حال تو کمبخت بتا تو اپنا

دیکھنا حشر میں جب تم پہ مچل جاؤنگا
میں بھی کیا وعدہ تمھارا ہوں کہ ٹل جاؤنگا

آؤ دل جاؤ کہ یہ وقت نہ پاؤ گے کبھی
میں بھی ہمراہ زمانے کے بدل جاؤنگا

اسقدر خوف ہے تجکو ستم پنہاں کا
یک بیک لطف بھی کیجیے تو دہل جاؤنگا

ناوکِ یار سے یہ دل نے کہا مجھکو چھوڑ
سایے کے ساتھ ترے میں بھی نکل جاؤنگا

اُسنے پوچھونگا کسی پردے میں احوالِ رقیب
زہر کے گھونٹ نگلتے ہی نگل جاؤنگا

دل لگاتا نہ کبھی دارِ فنا میں ہرگز
کیا خبر تھی مجھے آج آؤنگا کل جاؤنگا

اپنے سر کوئی بھی لیتا ہے پرائی آفت
طور آگاہ نہ تھا اس سے کہ جل جاؤنگا

جلوہ یار ہے گو ہوش ربا اے ناصح
میں تجھے لیکے گرونگا تو سنبھل جاؤنگا

قبر میں حسرتِ دیدار نہیں ہے غنیمت اے داغ
رفتہ رفتہ اُٹھیں یاروں میں بہل جاؤنگا

زندگی مین پاس سے دم بھر نہوتے تھے جدا
قبر مین تنہا مجھے یارون نے کیونکر رکھدیا

دیکھیے اب ٹھوکرین کھاتی ہے کس کس کی نگاہ
روزن دیوار مین ظالم نے پتھر رکھدیا

شام ہی سے لوٹتا ہے مجکو انگارون پر آج
اسلیے مین نے الگ تہ کرکے بستر رکھدیا

تیرے مژگان کے تصور نے دل بیتاب مین
ایک ترکش رکھدیا اک گنج نشتر رکھدیا

کعبہ کیسا خلد مین لیجائین تیرا سنگ در
اتنی محنت ہے کہ یان سے وان اُٹھا کر رکھدیا

زلف خالی ہاتھ خالی کسجگہ ڈھونڈین اُسے
تم نے دل سے کر کہان اے بندہ پرور رکھدیا

۶۰

داغ کی شامت جو آئی اضطراب شوق مین
حال دل کمبخت نے سب اُنکے مُنھ پر رکھدیا

۱۱

یار کے غم مین پریشان ہی یار رہا
صید مرحوم کا اک دل تھا جو ادار رہا

تھی شب قدر سے بھی قدر شب عید ہوا
کیا بتاؤن کہ کس امید پہ بیدار رہا

یان بھی مشتاق کی قسمت مین کوئی جلوہ ہے
یا فقط حشر ہی پر وعدۂ دیدار رہا

سچ تو یہ ہے کہ مزا شوق کا انکار سے ہے
شوق سا شوق رہا جب اُنھین انکار رہا

کھینچیے عشق بتان مین بھی خدا کو شامل
کیا رہا خوف جب اللہ مددگار رہا

لطف فرما جو وہ رہتا تو ٹھکانا ہی نہ تھا
عین حکمت تھی وہ کافر جو دل آزار رہا

خاک مین دلکی صفائی نے ملایا مجکو
کہ مرا ایک جہان واقف اسرار رہا

شوق گرمی وحشت سے مین ٹھنڈا نہوا
دور ہی دور ترا سایۂ دیوار رہا

اسے سینے مین چھپایا اسے پہلو مین رکھا
اور اسیر دل بیتاب نہ زنہار رہا

چشم پر شوق مین مژگان ہین زبانکے کانٹے
مین جو از بسکہ ترا تشنۂ دیدار رہا

داغ دلکا نہ چھپا داغ ہوئی خاک
شمع بنکر مری مرقد پہ نمودار رہا

صبا آئی ہے اُس گم گشتہ کی لو آج کچھ مجھین
رہی ہے رات بھر تھم تھم کے رہ رہ کر چھپک دلمین

ہمارا نامہ بر پایا کہان پایا کدھر پایا
جگا پایا پیکے چٹکی درد لے جب نیشتر پایا

رئیس مصطفیٰ آباد کے نوکر ہوئے جب سے
کہین کیا داغ ہم آرام ہم نے کسقدر پایا

روکش اُس چین جبین سے خم گیسو نہ ہوا
نہ ہوا تا مقابل بجز ابرو نہ ہوا

عاشق چہرہ ہوا بندۂ گیسو نہ ہوا
دل تو کافر بھی کتابی ہوا ہندو نہ ہوا

کسی دشمن کو مرے صدمہ سر مو نہ ہوا
رنج کا دل نہ ہوا درد کا پہلو نہ ہوا

شوق بوسہ اسے کہتے ہین کہ میرے دلمین
لب معشوق ہوا تیر ترازو نہ ہوا

جب خیال اُنکو ہوا اسکے ہم آنسو پوچھین
وائے تقدیر مری آنکھ مین آنسو نہ ہوا

کرلیے جمع حسینون نے ہزارون فتنے
عرصۂ حشر ہوا گوشۂ ابرو نہ ہوا

شمع پر سینا کے تکیے بھی بغل مین دابے
گرم جب بھی تو شب ہجر مین پہلو نہ ہوا

لڑتی ہین کچھ عجب انداز سے نیچی نظرین
کوئی آئینہ ہوا آپ کا زانو نہ ہوا

ہڈیان گھل گئین سینے کی گداز غم سے
گھل کے پیکان ترے تیر کا آنسو نہ ہوا

نام رکھتے ہین مسیحا کو وہ یہ کہہ کہکر
لب یہ اعجاز ہوا آنکھ مین جادو نہ ہوا

درد بھی سینے سے اُٹھکر نہ بغل تک پہنچا
شب فرقت مین نصیب اسکو بھی پہلو نہ ہوا

کسی حلقے سے کمان کے نہ ہوا صید یہ دل
کھنچکے جبتک وہ کمان دار کا ابرو نہ ہوا

بزم اغیار کا مذکور ہے میرے آگے
وہ بھی اسطرح کہ افسوس وہان تو نہ ہوا

جبکہ موسیٰ کو غش آیا تھا یہ چھینٹا دیتا
شعلۂ برق تجلی مگر آنسو نہ ہوا

جب غل اُٹھے تُلینگے تو کہین سے عیکش
آج کو رطل گران سنگ ترازو نہ ہوا

محشر میں بھی عشاق کا سر اٹھنے نہ دیتا
دنیا میں بھلے کو ترا احسان نہ ہوا تھا

لخت دل صد چاک نے یہ رنگ دکھایا
ہیں صورت گل غنچۂ پیکان نہ ہوا تھا

کیسا ہی زمانہ ہو مگر دوست دل اپنا
ہوگا نہ ہوا ہے کسی عنوان نہ ہوا تھا

بیخود جو ہوا ہیں تو غضب ٹوٹ پڑا ہے
آئینہ تمہیں دیکھ کے حیران نہ ہوا تھا

اس وعدہ فراموش کا اللہ رے تغافل
گویا نہ کیا تھا کبھی پیمان نہ ہوا تھا

۵۷ ۱۵

دل داغ نے کیوں خاک کیا صبر ہی کرنا
اتنا نہ ہوا تھا کوئی خواہان نہ ہوا تھا

بشر نے خاک پایا لعل پایا یا گہر پایا
مزاج اچھا اگر پایا تو سب کچھ اس نے بھر پایا

ملا تو کیا ملا پایا کیا جب ڈھونڈھ کر پایا
مزا ہے دل کے کھونے کا ادھر کھویا ادھر پایا

مری فریاد میرے کان ہی تک کاش یہ کہدے
کہ کیجے جستجو لیجے مبارک ہو اثر پایا

نفس کے آنے جانے پر بشر کی زندگی ٹھہری
یہ پوچھو تو مسافر تو نے کیا لطف سفر پایا

جراحت کا مزا ہے چارہ گر ناسور ہو جائے
بندھا جس زخم کا انگور اس نے کیا ثمر پایا

کیا تھا دفن کشتے کو تمہارے قبلہ ولیکن
خدا جانے کہ منہ اسکا فرشتوں نے کدھر پایا

جو تم سے رنج بھی پہنچے کسیکو تو رہے قسمت
ہمیں دیکھو کہ اپنے حوصلے سے بیشتر پایا

دل گم گشتہ کے مذکور پر تم کھوئے جاتے ہو
بڑی چوری ملیگی زلف پر خم میں اگر پایا

ہمارا میکدہ بھی ایکدن بنجائے کا کعبہ
دکھائینگے تجھے اے شیخ و جنت گھر پایا

وہ میرا چھیڑنا آغاز الفت میں شکایت سے
وہ رکھکر ہاتھ کانوں پر ترا کہنا کہ بھر پایا

نہ کھایا تھا کبھی خون جگر ہم نے مگر کھانا
نہ پایا تھا کبھی آزار الفت میں مگر پایا

تمہاری رہگذر میں لوگ دیوانہ بناتے ہیں
کہا مجھ سے ترا دل ہے کسی نے کچھ اگر پایا

آتا جو یہاں روزِ جزا اے شبِ ہجران — بڑھکر تو کہاں تیرے برابر بھی نہ ہوتا

ظالم جو کہا اُسکو یہ ہے حسن کی خوبی — بہتر تو یہی تھا کہ وہ بہتر بھی نہ ہوتا

(۵۵) (۱۰)

غارت گرِ ایمان تو ہے اے داغ یہ کافر — گر عشق نہ ہوتا کوئی کافر بھی نہ ہوتا

مجھسے بہت مرا ملال رہا — کہ ترے دل میں مہ جمال رہا

لاگ نے دل کے کھو دیا سب سے — اسی کمبخت کا خیال رہا

دل چکے بس ملینگے خاک مین ہم — ہو چکا وصل تو وصال رہا

عشق کے زور شور تو دیکھو — جو بھلایا وہی خیال رہا

ذکرِ روزِ جزا یہ کہتے ہین — اور جو ہم پہ ہی انفصال رہا

تو نے آرام کچھ دیا اے مرگ — زندگی کیا رہی وبال رہا

شبِ غم بھی گزر ہی جائے گی — نہ رہے گا نہ ایک حال رہا

دل ہمارا وہ چیز ہے جس کا — لبِ معشوق پر سوال رہا

(۵۶) (۱۱)

داغ نے حالِ دل کہا اُن سے — کچھ بھی کمبخت کو خیال رہا

جبتک مرے گریہ سے طوفان نہوا تھا — الفت مین کوئی کار نمایان نہ ہوا تھا

دل مین نے دیا تھا اُسے کچھ سوچ کے اپنا — سودا تو مجھے ناصحِ نادان نہ ہوا تھا

شامت مری جو ملنے مسیحا اُنھین جانا — آتی تھی اجل درد کا درمان نہ ہوا تھا

فرہاد کے مرجانے کا مذکور نہ کیجیے — کچھ آپ کی تلوار کا احسان نہ ہوا تھا

تیزی نہ کر اتنی رگِ گردن یہ کہ ہم سے — کچھ تیرا گنہ خنجرِ بُران نہ ہوا تھا

مرے سوا تری محفل میں رات کو ظالم — وہ کون تھا کس و ناکس جو باریاب نہ تھا

۶۳

بغیر داغ کے جنت تمہاری بزم رہی
ہزار شکر کہ وہ خانماں خراب نہ تھا

۹

کیونکر اُسکی نگہ ناز سے جینا ہوگا — زہر دے اُسپہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا
تیر مژگان کی نہ تھی دست درازی مشہور — دل جھپٹ کر کسی رہگیر کا چھینا ہوگا
چاک دل تیغ تغافل سے کیا ہے تمنے — رشتۂ تار نظر سے تمھیں سینا ہوگا
حشر میں سر سے گذر جائیگا طوفان جسکا — وہ ہماری ہی خجالت کا پسینا ہوگا
خلد میں پھر کسی کافر کا دل بہلے گا — گر نہ معشوق وہ ساغر و مینا ہوگا
خاک کردیگی تری برق تجلی اک دن — طور سینا ترے مشتاق کا سینا ہوگا
امتحان کرکے ترا صاف پشیمان ہیں ہم — ہمنے جانا تھا رقیبوں سے بھی کینا ہوگا
ترا دو روز کا وعدہ بھی نہیں حشر سے کم — ایک اکدن مجھے ایک ایک مہینا ہوگا

۵۲

چین دیتے نہیں وہ داغ کسی طرح مجھے
میں جو مرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ جینا ہوگا

۹

بے عشق کے جینا مجھے دم بھر بھی نہوتا — سودا جو نہوتا تو مرا سر بھی نہ ہوتا
کیوں رنج دیے دلکو جو فریاد کا ڈر ہے — تھی آپکی مرضی کہ یہ مضطر بھی نہ ہوتا
عاشق نہ اگر اپنی جبین رکھتے تو کافر — کعبہ تری دہلیز کا پتھر بھی نہ ہوتا
جی کس سے لگاتے شب فرقت میں الٰہی — بہلانے کو دل گر غم دلبر بھی نہ ہوتا
ہوتا نہ اگر قتل کا عالم سے ارادہ — سفاک ترے ہاتھ میں خنجر بھی نہ ہوتا
ہے واسطے ہر کام کے اک روز مقرر — ہوتا جو نہ انصاف تو محشر بھی نہ ہوتا

مرے سوال کے معنی وہ مجھسے کہہ دیتے
مگر سوال کا میرے کوئی جواب نہ تھا

نگاہ شوق پر الزام بیقراری کا
تمھارے برق تجلی کو اضطراب نہ تھا

نہ پوچھیے مرے روز سیاہ کی ظلمت
چراغ لیکے بھی ڈھونڈھا تو آفتاب نہ تھا

وہ جب چلے تو قیامت بپا تھی چار طرف
ٹھہر گئے تو زمانے کو انقلاب نہ تھا

کہا اُنھون نے شب غم کا ماجرا سُن کر
ترے مزاج کی شوخی تھی اضطراب نہ تھا

لگی نہ آنکھ مری چشم پاسبان کی قسم
شب فراق کہین دیکھنے کو خواب نہ تھا

وہ پہنچے غیر کے گھر جان کر شب وعدہ
ہمارے روز سیہ مین جو آفتاب نہ تھا

پیامبر کی زبان بات بات پر جو رُکی
شریک حال مرے دل کا اضطراب نہ تھا

ہمارے حال کو جسنے سُنا کہا سب جھوٹ
کوئی زبان نہ تھی جسمین پیچ و تاب نہ تھا

ملا ہمین دل پُر داغ کا نشان اتنا
جلے کباب کی بو تھی مگر کباب نہ تھا

جوان ہوے تو قیامت ہوئی خدا کی پناہ
وہ جب ہی فتنہ تھے جب عالم شباب نہ تھا

ہزار پردو مین مشتاق دیکھ لیتے ہین
اُسے حجاب تھا موسیٰ کو تو حجاب نہ تھا

پیامبر تجھے لاکھون سوال کرتے تھے
نہ تھا ہزار مین اک بات کا جواب نہ تھا

کل اُس نگاہ مین شوخی تھی کس قیامت کی
لڑا ہوا تو مرے دل کا اضطراب نہ تھا

نہ پوچھ مجھسے مرے جرم داور محشر
مرے گناہون کا دنیا مین بھی حساب نہ تھا

اگرچہ بادہ کشی تھی گناہ اے زاہد
جو تجھسے چھین کے پیتا تو کچھ عذاب نہ تھا

ازل مین عشق کے بدلے ملا نہ کیون دوزخ
اگر عذاب ہی دینا تھا وان عذاب نہ تھا

ہزار شکر مرا چشم تر نے ساتھ دیا
بدِ عدم مین کہین ایک قطرہ آب نہ تھا

سُنا کلام جو رندون کا شیخ گھبرایا
وہان تو بات کا چھینٹا بھی بے شراب نہ تھا

منتوں سے بھی نہ وہ حور شمائل آیا
کس جگہ آنکھ لڑی ہائے کہاں دل آیا

ہم نہ کہتے تھے نہ کر عشق پشیماں ہوگا
جو کیا تو نے وہ آگے ترے اے دل آیا

قہقہے قلقل مینا نے لگائے کیا کیا
مجھکو مستی میں جو رونا سر محفل آیا

قتل کی سن کے خبر عید منائی تو نے
آج جس سے مجھے ملنا تھا گلے مل آیا

تا دم مرگ نہ ہو وہ مرے دشمن کو نصیب
جو مزا مجھکو الٰہی دم بسمل آیا

ہر قدم قیس پر اب تک بھی تو خار صحرا
انگلیوں سے یہ بتاتے ہیں وہ محمل آیا

گنج قارون کے سوا بھی ہے عدم میں کچھ
ہائے دنیا میں نہ اس ملک کا حاصل آیا

جسنے کچھ ہوش سنبھالا وہ جوان قتل ہوا
عہد پیری نہ ترے عہد میں قاتل آیا

(۵۰) دین و دنیا سے گیا تو یہ سمجھ لے اے داغ
غضب آیا اگر اس بت پہ ترا دل آیا (۱۵)

طور کیوں خاک ہوا نور ترا نار نہ تھا
نار تھا حضرت موسیٰ سے وہ دیدار نہ تھا

ہمیں چپ کے غم دل قابل اظہار نہ تھا
بات میں یار سے بگڑا کہ کبھی یار نہ تھا

آسمان پاؤں پڑا ہے کہ قیامت ظالم
یوں تو چلتا ہوا ہر فتنۂ رفتار نہ تھا

دل ہوا خاک تو اکسیر کسی نے جانا
تھا یہ جب تک دل تو کوئی بھی خریدار نہ تھا

ذکر مجنوں سے مجھے آگ لگی جاتی ہے
گرچہ ظاہر ہے تمہارا وہ طلبگار نہ تھا

یا نہ آئے تھے حسینوں کو وہ انداز جفا
یا کوئی اگلے زمانے میں خطاوار نہ تھا

شب کو کیونکر خلش دل نے دکھائی لذت
تیر ارمان تھا پیکان نہ تھا خار نہ تھا

غم جاوید کی لذت مرے دل سے پوچھو
مل گیا وہ مجھے میں جسکو سزاوار نہ تھا

بات کیا چاہیے جب مفت کی حجت ٹھہری
اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا

انکار وصل منھ سے نہ نکلا کسی طرح
اپنے دہن سے تنگ وہ غنچہ دہن ہوا

اے عشق سن لیے کہیں فرہاد یہ صدا
تیشہ پکارتا ہے کہ میں کوہ کن ہوا

تن تن کے دیکھتے ہیں مجھے غیر بار بار
میں انجمن میں آئینۂ انجمن ہوا

آئینہ دیکھ دیکھ کے دو مجھکو گالیاں
تمکو بھی تو یقین ہو کہ پیدا دہن ہوا

کوسوں تلک لیے پاؤں چلا آہ میں غریب
جب تک مری نظر سے نہ پنہاں وطن ہوا

اے عندلیب تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا
دل داغ کھا کے کچھ نہ ہوا تو چمن ہوا

آتی ستا بخیہ گر کو یہ قطع و برید کب
دست جنوں سے ٹھیک مرا پیرہن ہوا

جب وہ کلام کرتے ہیں منھ دیکھتی ہے خلق
اٹھتی ہیں انگلیاں کہ وہ پیدا دہن ہوا

جس لب کو حرف وعدہ نزاکت سے بار تھا
سنتا ہوں آج میں کہ وہ پیماں شکن ہوا

ہاتھوں سے جو بچے تری باتوں سے مر گئے
جنکی میں تھا جو تیز وہ لب پر سخن ہوا

وہ اور ہیں جو بیٹھے ہیں موسم کو دیکھ کر
آتی رہی بہار میں توبہ شکن ہوا

ایمان پھر درست تو نہیں ہے کہ ٹوٹ جائے
اے شیخ کیا ہوا جو میں توبہ شکن ہوا

مجنوں دل رمیدہ کی تاثیر دیکھ لے
وحشت سے تیری ناقۂ لیلیٰ ہرن ہوا

مسجد قریب بتکدہ کیا بے چراغ تھی
شب کو امام شیخ کا اک برہمن ہوا

تہمت نہ رکھ خدا کے لیے مجھ پہ زاہدا
کب میں نے توبہ کی تھی جو توبہ شکن ہوا

پیچھا چھڑا کے جنوں اسے تو نے تو جان لے
تیرے گلے کا ہار مرا پیرہن ہوا

کیا غم سے چھوٹتا نہیں انسان چارہ گر
جو استخوان گھلا وہ ہیں جزو بدن ہوا

۴۹

لکھا ہوا ہے پیر مغاں کی کتاب میں
لاکھوں میں داغ ایک ہی توبہ شکن ہوا

۹

نہ کبھی جیبِ خجالت سے یہان سر نکلا
قیس دیوانہ تھا جامے سے جو باہر نکلا

دادخواہون کا پھر ارمان مقرر نکلا
گر طرفدار ترا داورِ محشر نکلا
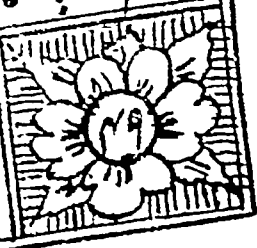
شانہ جب زلفِ معنبر سے اُلجھکر نکلا
ہم یہ سمجھے کہ ہمارا دلِ مضطر نکلا

زلف برہم عرق آلودہ جبین دامن چاک
کس کی آغوش سے تو جان چھڑا کر نکلا

جذب دل کا ہو برا کھینچ بلایا اُسکو
جو نہ در تک کبھی آیا تھا وہ باہر نکلا

وادیِ عشق کی سیرین کوئی ہم سے پوچھے
خضر کیا جانے کبھی گھر سے نہ باہر نکلا

عشق نے خوب کیا ظاہر و باطن یکسان
داغ جو سینے پہ دیکھا وہی دل پر نکلا

زلف ہے دامِ بلا گیسوے پیچان زنجیر
یہی پھندے ہین تو کیسے کوئی کیونکر نکلا

کند ہوتی ہے تو چل چل کے مری گردن پر
یہ نیا آپ کی تلوار کا جوہر نکلا

خاک سینے مین محبت نے اُڑائی کیا کیا
اشک بھی آنکھ سے نکلا تو مکدر نکلا

ہم تو بے نام و نشان آپکی الفت مین ہوے
آپ کا نام نکلنا تھا ستمگر نکلا

نام اُسکا تو مرے دلمین نہان تھا ناصح
ہاے کمبخت ترے منھ سے یہ کیونکر نکلا

۴۸

آفرین داغ تجھے خوب نباہی تو نے
مرحبا کوچۂ دلدار سے مر کر نکلا

۲۳

کن بیکسون کا پردہ یہ چرخِ کہن ہوا
جیتون کا پیرہن نہ مردون کا کفن ہوا
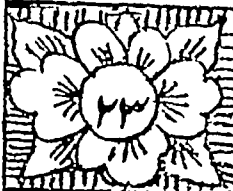
دلگیر ہو کے غنچہ بہارِ چمن ہوا
دل تنگ بھی ہوا تو اُس کا دہن ہوا

دل کو سنبھالیے کہ مین ناوک فگن ہوا
نالہ مرا رقیب کے منھ کا سخن ہوا

جوشِ جنون نے ساتھ دیا جوشِ حسن کا
ٹکڑے اُدھر نقاب اِدھر پیرہن ہوا

زخمِ کہن نے آج رلایا بہت لہو
اُتری ہوئی بہار سے تازہ چمن ہوا

تم اور مجمع اغیار و ذکر ناز و نیاز
خبر نہیں کوئی بیٹھا ہے دردمند ہوا

وفا نہیں نہ سہی شیوہ جفا ہی سہی
پسند آپ کی جو آپ کو پسند ہوا

ہوا جو درد کو آرام میں ہوا بیتاب
ملی جو عشق میں راحت مجھے گزند ہوا

مری زبان نہ تھکی رات کٹ گئی ساری
کھلا جو شکووں کا دفتر تو پھر نہ بند ہوا

نشان ہے یہ مرے صیاد خشم آگین کا
در قفس نہ اسیروں کا جس سے بند ہوا

لگی وہ آتش الفت کہ تاب ہی نہ رہی
جگر شرارہ ہوا اور دل سپند ہوا

نشان مٹا تو مٹا پر بے پستی قسمت
کہ نام بھی نہ ہمارا کبھی بلند ہوا

(۴۶)　علاج نشہ الفت کا دل سے ہو نہ سکا
گھڑی گھڑی میں دو بالا ہوا دو چند ہوا　(۹)

سینے میں اب کہاں ہے وہ جوش وہ بھی تھا کہ ابال سا
بیٹھ گیا کچھ اٹھتے ہی تھا چھوڑ گیا خیال سا

عرض وفا یہ دیکھنا اسکی ادائے دلفریب
دل میں کچھ اعتبار سا آنکھ میں کچھ ملال سا

تارے ہی گنگے کاٹتے رات فراق کی مگر
نکلا ستارہ بھی کہیں کوئی تو خال خال سا

اسکی پلک پہ دم فدا اسکی ادا پہ دل نثار
ہائے وہ شاخ سی کمر ہائے وہ قد نہال سا

فتنہ حشر کب اٹھا اسکی خرام ناز سے
وہ بھی پڑا ہے میری طرح راہ میں پائمال سا

باندھ دیا تھا ہم نے خود زلف میں اسکی اپنا جی
رکھ نہ سکے وہ اسکو بھی ٹال دیا وبال سا

جان لیا ہے ماہ عید اسکو مہ صیام میں
ابروئے یار بھی اگر دیکھ لیا ہلال سا

ہے دل گم شدہ مرا گیسوئے تابدار میں
ورنہ بتا دو جیب کیا یہ جو پڑا ہے جال سا

(۴۷)　پوچھتے کیا ہو کون تھا ہو نہ وہی داغ ہو
در پہ تمہارے تھا مگر کوئی شکستہ حال سا　(۱۲)

۳۵
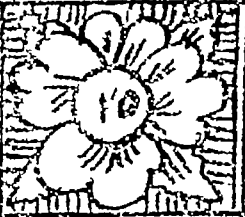
ہیں اے داغ کور باطن ہیں
ورنہ وہ کیا نظر نہیں آتا

۱۵

نہ دو تپہ سنائیں کہ صیاد دردمند ہوا
شب فراق جو دست دعا بلند ہوا
یہ دل تو وہ ہے کہ ان سے دردمند ہوا
مجھے تو شیوۂ آزاد کی کمند ہوا
سپہر صرف مرے درپئے گزند ہوا
چمن چمن کو تو کانٹا سا ناپسند ہوا
مزا تو یہ ہے کہ آزاد ہو کے سیر کرے
کسی کی نوک مژہ کی بھی یہ خلش تو نہ تھی
تمھاری لطف و عنایت کا واہ کیا کہنا
جواب روز جزا یہ ہے سن لو حضرت دل
وہ دل ہے جو ترے تلووں تلے ہوا پامال
وفور عجز پہ سو سو غرور مجکو ہوئے
ہزار شکر کہ دنیا نے قدردانی کی
فلک نے کینہ کیا تو نے ظلم بیئے وفا
کھلا یہ عقدہ تجھے دیکھکر عدو پہ خدا
رقیب کہتے ہیں اسکو کہ قید خانے میں
الٰہی اس بت مغرور سے یہ سنوادے

قفس میں بند ہوئے پر کبھی میں نہ بند ہوا
ندا میں آمین کہ باب قبول بند ہوا
یہ کیا پسند کیا تم کو کیا پسند ہوا
کہ دام قطع تعلق میں پا سے بند ہوا
غضب ہوا کہ زمانے کا کام بند ہوا
قفس قفس بھی تو گھٹ گھٹ کے مجھسے بند ہوا
خضر کو رشتۂ عمر ابد کمند ہوا
یقین ہے کوئی ارمان دل میں بند ہوا
کہ جسکا درد کیا وہ ہی دردمند ہوا
کہ بے نیاز کو ناز بتان پسند ہوا
وہ سر ہے جو ترے نیزے پہ سربلند ہوا
بڑا ہی ناز ہوا جب نیازمند ہوا
ہزار شکر کہ مردہ مرا پسند ہوا
وہی ازل میں ملا جسکو جو پسند ہوا
کہ جس نے ناز کیا وہ نیازمند ہوا
چھٹا نہ مجھسے جنون میرے ساتھ بند ہوا
نیازمند ہوا میں نیازمند ہوا

اک زمانہ مری نظر میں رہا
اک زمانہ نظر نہیں آتا

دل نے اس بزم میں بٹھا تو دیا
اٹھکے جانا نظر نہیں آتا

رہیے مشتاق جلوہ دیدار
ہم نے مانا نظر نہیں آتا

لے چلو مجھکو رہروان عدم
یاں ٹھکانا نظر نہیں آتا

دل پہ بیٹھا کہاں سے تیر نگاہ
یہ نشانا نظر نہیں آتا

تم ملاؤ گے خاک میں ہم کو
دل ملانا نظر نہیں آتا

آپ ہی دیکھتے ہیں ہم کو تو
دل کا آنا نظر نہیں آتا

دل پر آرزو لٹا اے داغ
وہ خزانہ نظر نہیں آتا

جلوہ اس کا نظر نہیں آتا
نہیں آتا نظر نہیں آتا

آنکھ کھلتے ہی خواب غفلت سے
ہائے کیا کیا نظر نہیں آتا

غیر کے ساتھ دل میں بھی دیکھا
کبھی تنہا نظر نہیں آتا

ہم تو کہنے کو حال دل کہدیں
سننے والا نظر نہیں آتا

ڈھونڈھتی ہیں جسے مری آنکھیں
وہ تماشا نظر نہیں آتا

تو نے جسدن سے کی مسیحائی
کوئی اچھا نظر نہیں آتا

کوئی دل تیرے عہد میں ظالم
بے تمنا نظر نہیں آتا

کاش ارمان ہی رہے دل میں
وہ بھی پورا نظر نہیں آتا

دل کا آئینہ دیکھنے کو بنا
پھر جو چاہا نظر نہیں آتا

کسکو رکھوں نظر میں میں اپنی
کوئی اتنا نظر نہیں آتا

تری الفت کی چنگاری نے ظالم اک جہان پھونکا
ادھر چمکی ادھر سلگی یہان پھونکا وہان پھونکا

مجھے کیونکر یقین ہو آگ ظالم کو جلائیگی
کسی دن آتش رنگ شفق نے آسمان پھونکا

بجھے کب عندلیب سوختہ دلکی لگی تجھ سے
چراغ گل کو کیا پھونکا جو آباد خزان پھونکا

پڑے دوزخ مین بھی گر عاشق تفتیدہ دل تیرا
جہنم بھی کہے تو نے مجھے اے تفتہ جان پھونکا

ہمارے حال زبون پر ہائے کس کس کو نہ رحم آیا
اجل نے بھی تو کچھ پڑھ پڑھ کے بہر حفظ جان پھونکا

کہان صیاد دیکھا باغبان کس پر گری بجلی
چمن مین آتش گل نے ہمارا آشیان پھونکا

تری دزد حنا نے مایۂ صبر و خرد لوٹے
تری برق نگہ نے خرمن تاب و توان پھونکا

مزاج عاشق پرسوز کو جو آگ کرنا تھا
کہ اس مٹی کے پتلے مین دم آتش فشان پھونکا

ہمارے دل کے ہوتے طور سینا کو جلانا تھا
تری برق تجلی نے کسے پھونکا کہان پھونکا

پڑھا جو میرے وقت ذبح تو نے منہ ہی منہ مین کچھ
پڑھی تکبیر یا کچھ پڑھکے افسون دستان پھونکا

رہا تھا کونسا ارمان جیتے جی جلانے کو
جو تو نے لاش کو میری بھی اے بدگمان پھونکا

بنی ہر گل کی چنگاری جلی بلبل کباب آسا
ہماری داغ سودا کی تپش نے دلستان پھونکا

کہون منہ سے نہ کو مین سوز نہان پر دم پرسش
اشارے کرتی ہین دلکی طرف آنکھین یہان پھونکا

جلاتے ہین جو دلکو اے جرس وہ میرے نالے ہین
فغان گرم نے تیرے نہ رخت کاروان پھونکا

۴۲ ۱۱

سنا جاتا نہین اے داغ تیرا سوز دل ہم سے
تری آتش بیانی نے تو اے آتش زبان پھونکا

وہ زمانہ نظر نہین آتا
کچھ ٹھکانا نظر نہین آتا

جان جاتی دکھائی دیتی ہے
اُٹھکا آنا نظر نہین آتا

عشق در پردہ پھونکتا ہے آگ
یہ جلانا نظر نہین آتا

دشت وحشت کو مرا ساتھ بے سر و سامان نکلا
تن عریان کا مرے سایہ بھی عریان نکلا

کب وہان مجھسے زبون حال کا ارمان نکلا
داور حشر بھی اچھون ہی کا خواہان نکلا

کیا مرے ہاتھ سے کھنچکر ترا دامان نکلا
تو بھی آغوش سے یان آ کے مری جان نکلا

دل سوزان سے مرے آگ نہ چھوٹی شب ہجر
صبح خورشید کے بدلے مہ تابان نکلا

مین نہ تڑپا جو دم ذبح تو وہ کہتے ہین
دم تو نکلا مرے کشتے کا پر آسان نکلا

لحد تنگ مین کس کس کی سمائی ہو گی
خاک نکلا جو پس از مرگ کچھ ارمان نکلا

قول پورا تھا پر اُس عہد شکن کے منہ سے
مکرر ہو کر سخن وعدہ و پیمان نکلا

ہم بھی دیکھین تو کہانتک ہے تری ہمراہی
قدم اپنا بھی اب اے گردش دوران نکلا

شرمگین چشم سے اُس برق نظر کا جلوہ
ایک شعلہ سا تہِ دامنِ مژگان نکلا

آدمی رہزن آدم ہے کہان راہ نما
وائے تقدیر مری خضر بھی انسان نکلا

ناتوانون کی گلوگیر تمنا ہو سب جھوٹ
ہم نے جب تار نکالا تو گریبان نکلا

سختی دل کا مزا تجھکو چکھاتا کافر
پر کرون کیا کہ خدا تیرا نگہبان نکلا

رونے والون کو بھی اب مجھپہ ہنسی آتی ہے
دیدۂ تر سے مرے اشک بھی خندان نکلا

خضر کیونکر نہ رہ عشق مین کترا کے چلین
طائر سدرہ بھی اُس رہ سے پرافشان نکلا

پاس خدام قیامت کے نہین جز انصاف
دینگے کیا گر کوئی بیداد کا خواہان نکلا

داغ دل چیر کے اُس بت کو دکھانا ہی نہ تھا
آرزو نکلے تو نکلے مگر ایمان نکلا

چراغ اُن کی دل جلون نے جیتے جی تو یہ خاکدان پھونکا
غضب ہے مثل ہو یہ تا راکھ اک استخوان پھونکا

زمین کیا آسمان پھونکا مکان کیا لامکان پھونکا
ہوئے خود خاک تو اپنا خاک لے سوز فغان پھونکا

۱۵ — ۴۰

پہلے کیوں اے داغ اتنی پی گئے فرمایئے
سر پکڑ کر اب جو ہے فریاد میرا سر گرا

جلے اس سوختہ قسمت سے کیا جلوہ شرارے کا
کہ خورشید قیامت عکس ہے میرے ستارے کا

یقین اہل نظر تو اسکے مژگاں کے اشارے کا
بھروسا کیا ہے اے نادان تنکے کے سہارے کا

نپایا کوئی بحر عشق مین رستہ گزارے کا
نہ پہنچا اُس کنارے تک پہنچا نہ اِس کنارے کا

ارے بیباک کیا کہنا ہے تیرے اِس اشارے کا
ٹھکانا ہے ٹھکانا تنکا سہارا ہے سہارے کا

تجھے کیوں دوں اُسی تیغ نظر کو دوں نہ بخشوں دل
کرے مژگاں یہ ٹکڑا ہے بڑے تلوار مارے کا

کیے اے خضر تم نے خوب نقد عمر کے گھیرے
خیال آیا نہ اے حضرت مگر آخر خسارے کا

الٰہی دیکھیے کافر نگاہیں کیا دکھاتی ہیں
برا لپکا پڑا ہے اُسکی آنکھوں کو اشارے کا

جگر لوٹے ہی جاتا ہے تو دل تڑپے ہی جاتا ہے
یہ سینہ ہے الٰہی یا کوئی معدن ہے پارے کا

تری شمشیر پرخم نے ہزاروں سر اُتارے ہیں
یہی تو ٹھاٹ ہے بحر محبت کے اُتارے کا

گنوں میں دانہ زنجیر کو تسبیح اے وحشت
ہمیں زنداں میں ہمکو ہوگیا استخارے کا

میرے اشکوں میں ہے یا تیرے دنداں میں صفا ہیں
گہر کی آب ہیرے کی تجلی نور تارے کا

ہمیشہ فیض ہے دریا دلوں سے خاکساروں کا
کہ موج بحر لب تر کرتی ہے کیا کیا لب کنارے کا

محبت عاشق بیتاب کو اکسیر کرتی ہے
مجھے مارا دل بیتاب نے کشتہ ہوں پارے کا

کرے کیا سالک گوہر روکشی اُس سالک دنداں سے
کہ ہر دنداں روشن ہے عالم قطب تارے کا

۴۱ — ۱۶

گزر جائیگی ہر صورت کروں کیا داغ اندیشہ
مرے مولا کو ہر دم فکر ہے میرے گزارے کا

ڈوب کر سینے میں اس ناوک سے پیکار نکلا
دل سے بیساختہ نکلا کہ وہ ارمان نکلا

سایہ مرے بخت سیہ کا ضرور
اے شبِ غم تیری سحر پہ گرا

زلفِ رسا کو دمِ تزئین سنبھال
بوجھ نہ یہ موئے کمر پہ گرا

شوق نے آوارہ کیا تھا مجھے
خیر ہوئی مین ترے در پر گرا

خوب اُٹھا جو تری رہ مین اُٹھا
خوب گرا جو ترے در پر گرا

صاعقہ اُسکی نگہ شوخ کا
دل جو بچا یا تو جگر پہ گرا

۳۹ ۱۳

بزم سے گلدستے سب اُٹھوا دیے
داغ کا نزلہ گلِ تر پہ گرا

چھوٹ کر سائے کے بھی یہ ناتوان لاغر گرا
جس جگہ سایہ گرا میرا مجھے لے کر گرا

دل سنبھالا پر نہ سنبھلا پاؤن اُٹھا سر گرا
اُنکے آگے آج مین اکثر اُٹھا اکثر گرا

اس نزاکت پر ہمارے قتل کا دعوی چہ خوش
دیکھیے لیجیے خبر وہ ہاتھ سے خنجر گرا

تھا بڑا موقع مگر اچھا رہا پاس ادب
آج لگکر پاؤن پر قاتل کے میرا سر گرا

وائے ناکامی کہ جسمین ہمنے باندھا خط شوق
وہ ہی مرغ نامہ بر کا ٹوٹ کر شہپر گرا

انتظار یار مین پتھرائین آنکھین اسقدر
اشک بھی بنکر ہماری آنکھ سے پتھر گرا

شوخیان اُس برق وش کی بزم مین دیکھی کوئی
صاعقے کا طور ہے اس پر گرا اُس پر گرا

چوٹ کھائی دل نے گر کر اُس صنم کے عشق مین
یا الٰہی خیر ہو یہ شیشہ پتھر پہ گرا

دل سا دانا خضر کو جو عشق مین رستہ بتائے
دیدہ و دانستہ تیری چاہ مین کیونکر گرا

نکلی بسم اللہ اُس کافر کے مُنھ سے بیدھڑک
آج اس انداز سے یہ عاشق مضطر گرا

کیا غضب توڑا نگاہ خانماں برباد نے
خانۂ دل کیا گرا گو یا خدا کا گھر گرا

کم نصیبی اسکو کہتے ہین کہ میرے وار پر
دست ساقی سے ادھر شیشہ اُدھر ساغر گرا

(۳۷) (۱۳)

بنے گا مہرِ قیامت بھی ایک خالِ سیاہ
جو چہرہ داغِ سیہ رو نے آشکار کیا

باقی جہان مین قیس نہ فرہاد رہ گیا
افسانہ عاشقون کا فقط یاد رہ گیا

یہ سخت جان تو قتل سے ناشاد رہ گیا
خنجر چلا تو بازوئے جلاد رہ گیا

پابندیون نے عشق کی بیکس رکھا مجھے
مین سو اسیریون مین بھی آزاد رہ گیا

چشمِ صنم نے یون تو بگاڑے ہزار گھر
اک کعبہ چند روز کو آباد رہ گیا

محشر مین جائے شکوہ کیا شکر یار کا
جو بھولنا تھا مجھکو وہی یاد رہ گیا

انکی تو بن پڑی کہ لگی جان مفت ہاتھ
تیری گرہ مین کیا دلِ ناشاد رہ گیا

پر نور ہو رہے گا یہ ظلمت کدہ اگر
دل مین بتون کا شوق خداداد رہ گیا

یون آنکھ انکی کر گئے اشارہ پلٹ گئی
گویا کہ لب سے ہوکے کچھ ارشاد رہ گیا

ناصح کا جی چلا تھا ہماری طرح مگر
الفت کی دیکھ دیکھ کے افتاد رہ گیا

ہین تیرے دلمین سب کے ٹھکانے برے بھلے
مین خانماں خراب ہی برباد رہ گیا

وہ دن گئے کہ تھی مرے سینے مین کچھ خراش
اب دل کہان ہے دل کا نشان یاد رہ گیا

صورت کو تیری دیکھ کے کھنچتی ہے جان خلق
دل اپنا تھام تھام کے بہزاد رہ گیا

(۳۸) (۹)

اے داغ دل ہی دل مین گھلے ضبطِ عشق سے
افسوس شوقِ نالہ و فریاد رہ گیا

جو ٹوٹ کے شہبازِ نظر پر گرا
ٹوٹ کے ہر خستہ جگر پر گرا

نالہ و فریاد و فغان اسقدر
آہ یہ لشکر نہ اثر پر گرا

چرخ سے جب کی ہوسِ سرزری
سنگِ مصیبت مرے سر پر گرا

تڑپ بھلا دے دل ناداں کہ غیر کہتے ہیں
اخیر کچھ نہ بنی صبر اختیار کیا

ملی جو یار کی شوخی سے اسکی بے چینی
تمام رات دل مضطرب کو پیار کیا

بھلا بھلا کے بتایا ہے انکو راز نہاں
چھپا چھپا کے محبت کو آشکار کیا

نہ اسکے دل سے مٹایا کہ صاف ہو جاتا
صبا نے خاک پریشاں مرا غبار کیا

ہم ایسے محو نظارہ نہ تھے جو ہوش آتا
مگر تمہارے تغافل نے ہوشیار کیا

ہمارے سینے میں کچھ رہ گئی تھی آتش ہجر
شب وصال بھی اسکو نہ ہمکنار کیا

رقیب و شیوۂ الفت خدا کی قدرت ہے
وہ اور عشق بھلا تم نے اعتبار کیا

زبان خار سے نکلی صدائے بسم اللہ
جنوں کو جب سر شوریدہ پر سوار کیا

تری نگہ کے تصور میں ہم نے اے قاتل
لگا لگا کے گلے سے چھری کو پیار کیا

غضب تھی کثرت محفل کہ میں نے دھوکے میں
ہزار بار رقیبوں کو ہمکنار کیا

ہوا ہے کوئی مگر اس کا چاہنے والا
کہ آسماں نے ترا شیوہ اختیار کیا

نہ پوچھ دل کی حقیقت مگر یہ کہتے ہیں
وہ بیقرار رہے جس نے بیقرار کیا

جب انکو طرز ستم آ گئے تو ہوش آیا
برا ہو دل کا برے وقت ہوشیار کیا

فسانۂ شب غم انکو اک کہانی تھی
کچھ اعتبار کیا کچھ نہ اعتبار کیا

اسیری دل آشفتہ رنگ لا کے رہی
تمام طرۂ طرار تار تار کیا

کچھ آ گئے داور محشر سے ہے امید مجھے
کچھ آپ نے مرے کہنے کا اعتبار کیا

کسی کے عشق نہاں میں یہ بدگمانی تھی
کہ ڈرتے ڈرتے خدا پر بھی آشکار کیا

فلک سے طور قیامت کے بن نہ پڑتے تھے
اخیر اب تجھے آشوب روزگار کیا

وہ بات کر جو کبھی آسماں سے ہو نہ سکے
ستم کیا تو بڑا تو نے افتخار کیا

حسرتیں معشوق کی غم آسمان پیر کا
اُنکی خاموشی میں تو عالم ہے اک تصویر کا
تفرقہ پرداز تھی کیا انکے [illegible] کی
دیکھ تو قاتل کہ جوش گریۂ بسمل نے کیا
آنکھ کے ملتے ہی باہم چھپا گئیں حیرانیاں
ہے تو یوں زندان پہ مہمان کی تواضع تھم ہے
ہائے وہ دن ہو کہ تو دل تھام کر مجھسے کہے
کہ شمار خار صحرا کہ وظیفہ نام قیس

پھیلیا دنیا سے میں جو تھا مری تقدیر کا
اور جب کی بات چھپا نہ رہ گیا تقریر کا
تجھ میں اور دل میں مرے پلا ہے سو سو تیر کا
ایک گر ڈالا لہو پانی تری شمشیر کا
آئینے کی شکل یاں عالم وہاں تصویر کا
حلقہ حلقہ پاؤں پڑتا ہے مری زنجیر کا
آہ ظالم تیرا نالہ بھی ہے کس تاثیر کا
سبحہ کا دانا ہے ہر دانہ مری زنجیر کا
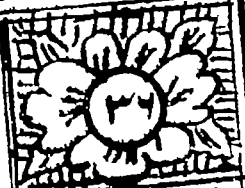
عشق اُس رعنا جوان کا داغ کرتا ہے ستم
نام ہے بدنام ناحق آسمان پیر کا

٣٦ ٢٩

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا
کسی طرح جو نہ اُس بت نے اعتبار کیا
ہنسا ہنسا کے شب وصل اشکبار کیا
یہ کس نے جلوہ ہمارے سر مزار کیا
سنا ہے تیغ کو قاتل نے آبدار کیا
نہ آئے راہ پہ وہ عجز بے شمار کیا
تجھے تو وعدۂ دیدار ہم سے کرنا تھا
یہ دل کو تاب کہاں ہے کہ ہو مآل اندیش
اُمان کا صبح کہ دم بھر ہے بنگی ظالم

تمام رات قیامت کا انتظار کیا
مری وفا نے مجھے خوب شرمسار کیا
تسلیاں مجھے دیدیکے بیقرار کیا
کہ دل سے شور اُٹھا ہائے بیقرار کیا
اگر یہ سچ ہے تو بے شبہ ہم پہ وار کیا
شب وصال بھی میں نے تو انتظار کیا
یہ کیا کیا کہ جہان کو امیدوار کیا
اُنھوں نے وعدہ کیا اُسنے اعتبار کیا
یہ تنگ آئے کہ حال دل آشکار کیا

ہم اب سے لین گے بوسۂ گل تر سا بانٹنے | کیا ایسا لعل شب ترے لب مین لگا ہوا
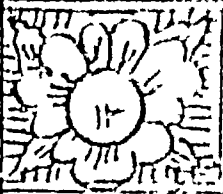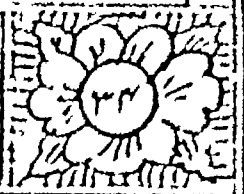
(۳۴) اے داغ بے قصور ہوئے قتل عشق مین
کوئی برائی ہم نے نہین کی بھلا ہوا (۱۳)

دلمین تو کفر ہے تجھپر غضب خدا کا | اے داغ سوے کعبہ پھر مانگنا دعا کا
وان غصہ ہے کہ ہم سے شکوہ کیا جفا کا | یان دل کہان ٹھکانے نام آگیا وفا کا
اب خاک مین ملا کر آتا ہے کون ہم تک | آئے نہ آئے کوئی جھونکا کبھی صبا کا
ہم ہی کیون یہ غصہ مرتے ہین بے اجل ہم | دشمن پہ یہ جوہر گر قائل نہین قضا کا
گر ذوق سیر ہے کچھ تو دیکھ میرے دل کو | یہ بھی ہے اک نمونہ جام جہان نما کا
گاہے فلک پہ پھینکا گاہے زمین پہ ٹپکا | مشت غبار اپنا بازیچہ ہے صبا کا
یہ تا در اجابت پہنچے تو خاک پہنچے | تاثیر نے گھٹایا رتبہ مری دعا کا
جس راہ سے وہ گزرے ڈالی بناے محشر | فتنہ بنا نگہبان ہر چشم نقش پا کا
ہے سرنوشت میری کیا نقش بے سروپا | تا حشر بھی نہ پایا اک حرف مدعا کا
اس پردے نے تمھارا نام اور بھی نکالا | یہ بھی کوئی حیا ہے جو نام ہو حیا کا
ہاتھون کے بل چلے ہم کانٹون پہ سوے صحرا | ہر خار اک عصا تھا اپنے شکستہ پا کا
دست ہوس ثریا کیون مرتبہ گھٹایا | سمجھی نہ یہ زلیخا دامن ہے پارسا کا
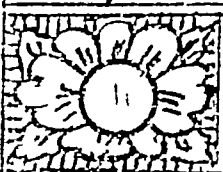
(۲۵) کم ہوگی داغ سا بھی مکار اب جہان مین
اس بت پہ شیفتہ ہو اور نام لے خدا کا (۱۱)

سرخی لب نے کیا ہے خون اس نخچیر کا | تیر سے ہے پیکان سے بھی سوفار اسکے تیر کا
عقدہ کھلتا ہی نہین اس عاشق دلگیر کا | تنگئی دل کی گرہ جو پیچ تھا تقدیر کا
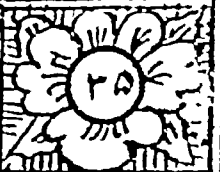
اے اہل بزم چشم مروت کو کیا ہوا
کیون دیکھتے نہین مری صورت کو کیا ہوا

تلوار بے تکان اُٹھاؤ نہ ہاتھ مین
خلقت کہے گی ناز و نزاکت کو کیا ہوا

یان فرط غم سے دل پہ بنی وان وہ تمکنت
پوچھا نہ جھوٹے مُنہ بھی طبیعت کو کیا ہوا

بسمل نہ رکھ ہلاک ہی کر ہم کو اے فلک
راحت اگر نہین تو جراحت کو کیا ہوا

بے جستجو ملے گا نہ اے دل سُراغ دوست
تو کچھ تو قصد کر تری ہمت کو کیا ہوا

یہ داد خواہ کیسے تماشے دکھائین گے
تم دیکھنا کہ روز قیامت کو کیا ہوا

منظور ذکر غیر سے تھا امتحان دل
دیکھین تو آپ اپنی طبیعت کو کیا ہوا

جاتا ہے کوے یار مین اے دل خدا حفظ
آتی ہوئی بلا و مصیبت کو کیا ہوا

موہوم کر دیے جو دہان و میان دوست
کیا جانے وہم صانع قدرت کو کیا ہوا

افسوس خاک مین نہ ملی کوئی آرزو
کیا جانے اب وہ دل کی کدورت کو کیا ہوا

۳۴　　۹

ٹھنڈا پڑا ہے داغ دل داغدار عشق
اس آفتاب حشر کی حدت کو کیا ہوا

جو عاشقی مین خاک ہوا کیمیا ہوا
کہتا تھا آج خاک مین کوئی ملا ہوا

گر میکدے مین عید منائی تو کیا ہوا
ایسا ہے شیخ تیرا دوگانہ قضا ہوا

اے عشق رخصت اے ہوس آرزو سلام
اپنا مقام آج سے دار البقا ہوا

کوچے مین اُسکے ہم تو قیامت اُٹھائینگے
انصاف اپنا یا نہ ہوا آج یا ہوا

لپٹا ہے آسمان کو بلا کی طرح سے آج
یہ نالہ رسا تری زلف رسا ہوا

لیتا ہون بوسہ ہاے خط سبز کے مزے
ہے زہر ان دنون مرے مُنہ کو لگا ہوا

کہدو سمجھ کے جائین وہ کوے رقیب مین
اک رشک آشنا کا ہے مردا پڑا ہوا

نہ آیا نامہ بر اب تک گیا تھا لوکے اب آیا
الٰہی کیا ستم ٹوٹا خدایا کیا غضب آیا

ہوا مقتل میں بھی محروم اب تیغ قاتل سے
یہ ناکامی کہ ہیں دریا پہ جا کے تشنہ لب آیا

غضب ہے پنجۂ دل آئے کہین انجان پکڑو
کہاں آیا کدھر آیا یہ کیون آیا یہ کب آیا

غرور عشق میں گستاخ تھے ایسے ہیں خوشامد گو
سلیقہ بات کرنے کا نہ جب آیا نہ اب آیا

نوشتہ میرا بھیجیں تو دل ہے مدعا میرا
مگر اس عالم اسباب میں میں بے سبب آیا

بسر ہو یکبار کر کے خلد میں ہم واعظ نادان
ہمارے جد امجد کو نہ وان رہنے کا ڈھب آیا

وہ ارمان حسرت دنیا جسکی آگ سے تو سب نکلا
وہ جلوہ خواہ نشین جسکی نظر آیا تو کب آیا

ابھی اپنی جفا کو کھیل ہی سمجھا ہے تو ظالم
کہ جینے پر نہ آیا میرے مرنے پر عجب آیا

۱۳۱
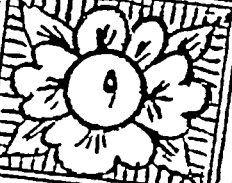
گیا جب داغ مقتل میں کہا خوش ہو کے قاتل نے
مرا آفت نصیب آیا مرا ایذا طلب آیا

۹
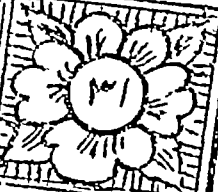
جال زلف سیاہ نے مارا
تیر کافر نگاہ نے مارا

کھا گیا مغز ناصح نادان
مجھکو اس خیر خواہ نے مارا

ضبط کر درد عشق کو اے دل
اس تری آہ آہ نے مارا

زیر خنجر بھی ضبط عشق رہا
دم نہ اس بیگناہ نے مارا

پھر گیا روز حشر دل مجھ سے
مجھکو مل کر گواہ نے مارا

خوش ہے کافر بھی اسکی رحمت پر
ہائے اس اشتباہ نے مارا

مر گئے ہم تو وضع داری میں
دوستی کی نباہ نے مارا

چرخ سے عمر خضر مانگی تھی
جان سے کینہ خواہ نے مارا

دیکھ اے داغ اہل دنیا کو
ہوس عز و جاہ نے مارا

۱۳۲

۱۱

غم کو مین عشق غمخوار دل و جان سمجھا
رنج کو راحت اور آزار کو درمان سمجھا

اور بھی آگ سوا عشق کی بھڑکی تہ خاک
مین صبا کو جو تری جنبش دامان سمجھا

منع مجھکو ہی کیا رات کو مجھسے ہی کہا
مین گدا بنکے گیا در پہ وہ دربان سمجھا

چاہتا ہون کہ نکل جائے کہین سینے سے
دلکو مین ہجر مین تیرے کوئی ارمان سمجھا

کچھ تو تھی بات کہ ناصح کی نہ مانی کچھ بات
کچھ تو سمجھا جو نہ کچھ یہ دل نادان سمجھا

سہل ہونا مری مشکل کا بہت مشکل ہے
کام دشوار وہ نکلا جسے آسان سمجھا

جان کر چاک کیے مین نے وہ دیوانہ ہون
جیب کو جیب گریبان کو گریبان سمجھا

وصل کا وعدہ اشارے سے کہین ہوتا ہے
مین ترے سر کی قسم کچھ نہ مری جان سمجھا

۲۹

نہین جانے کا بیان سے کہین ہرگز اے واعظ
کوچۂ یار کو مین روضۂ رضوان سمجھا

۹

ہے مجھکو خبر رات کو جو تیرے قرین تھا
مین گرچہ نہ تھا پاس مرا دل تو وہین تھا

زاہد مری تقدیر مین وہ دشمن دین تھا
مجبور ہون اللہ کو منظور یہ نہین تھا

اللہ ری تری بیخبری بل بے تغافل
اب بھی تو نہ آیا کہ دم بازپسین تھا

سب خاک ہوئین آج مرے دل کی امیدین
کل تک تو تری ذات سے کیا کیا نہ یقین تھا

اب دل مین ہوا تیری جگہ درد کا مسکن
یہ وہی مکان ہے کبھی تو جسمین مکین تھا

روپوش ہوا سنتے ہی پیغام ہمارا
ڈھونڈھے ہے کوئی قاصد کو ابھی تک تو یہین تھا

یہ سیر عجب صیدگہ عشق مین دیکھی
ہشیار وہی تھا جو ترے زیر زمین تھا

زندہ نہ مسیحا سے ہوا کشتۂ الفت
مردون کو جلانا تو ترے اعجاز نہین تھا

۳۰

ہم رہین رکھے آدمی اپنی بھی کدورت
انسان ہی تھا داغ بھی جو خاک نشین تھا

۹

اٹھانا ظلم عادت ہے مری الفت نہیں تیری
کبھی تو اس بھلاوے میں نہ اے بیداد گر رہنا

برائی اور بھلائی جبکہ تیرے ہاتھ ہے اپنی
تو چھوڑا ہم نے راضی آج سے تقدیر پر رہنا

گزاری ہیں جنے ساری یہ کہکر وہ اب آئے
ذرا اے چشم تر تھمنا ذرا اے دل جگر رہنا

لگاؤ تو ذرا اے حضرت ناصح کہیں دل کو
مزا دو مہ محبت سے نہ ڈرنا بے خطر رہنا

ہماری سخت جانی بس نہ ٹھہری کھیل ہی ٹھہرا
قسم ہے تمکو گردن پر چھری تم پھیر کر رہنا

تجھے وہ جان کر بیخود کہیں گے غیر سے دل کی
خبردار اے دل اُنکی بزم میں تو بیخبر رہنا

گیا تھا کہکے اب آتا ہوں قاصد کو موت آئی
دل بیتاب واں جا کر کہیں تو بھی نہ مر رہنا

۹ — ۲۷
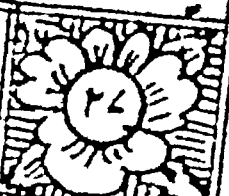
ڈرو اللہ سے اے داغ دیکھو ہوش میں آؤ
بتوں کی یاد میں غافل خدا سے اسقدر رہنا

ترے خرام سے برپا ہے شور شر کیسا
اُٹھا یہ فتنہ قیامت سے پیشتر کیسا

تری تو برش تیغ نظر کا کیا کہنا
ہمیں تو دیکھ کہ کٹتے ہیں ہم جگر کیسا

سنبھل سنبھل کے بگڑتا ہے کچھ دل بیتاب
الٰہی آج یہ صدمہ ہے جان پر کیسا

شفق کھلی ہے زمیں پر بھی اشک خوں سے مرے
یہ رنگ تو نے دکھایا ہے چشم تر کیسا

یقین تھا کہ پس مرگ چین آئے گا
قرار اس دل بیتاب کو مگر کیسا

نکل سکی نہ مرے منہ سے آہ بھی پوری
اثر کی کس کو توقع ہے یاں اثر کیسا

ہم اپنے دل کی حقیقت تمہیں سے پوچھتے ہیں
اب اسکا حال ہی کیا تھا یہ پیشتر کیسا

وہ پا شکستہ ہوں گم کردہ راہ خانہ خراب
کہ دشت بھی نہیں مجکو نصیب گھر کیسا

۹ — ۲۸
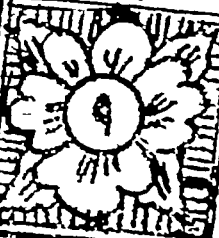
کمال عشق ہے اے داغ محو ہو جانا
مجھے خبر ہی نہیں نفع کیا ضرر کیسا

کچھ تو آرام اُس کوچے مین جو ہم جا رہے
ورنہ کیا رہنے کو اپنا کاشانہ نہ تھا

پیش تھی حُسن جاناں کی کہ اُسکی بزم مین
شمع کے نزدیک شب کو کوئی پروانہ نہ تھا

اسپہ تو کرتا عمل تو دیکھتا کیفیتین
قطرۂ مے زاہدا تسبیح کا دانہ نہ تھا

تمسے کیا شکوہ کہ دل بھی دشمن جان ہوگیا
یہ تو اپنا دوست ہی تھا کوئی بیگانہ نہ تھا

کیون نہ کرتے ہجر مین ہم لمبی باتین صبح تک
کان رکھکر کوئی سنتا یہ وہ افسانہ نہ تھا

تم اگر ہوتے تو لاتے سبکو اے ناصح ہمین
ہمنشین تمسا کوئی ہشیار فرزانہ نہ تھا

تم تو اُسکو پیچ مین سو سو طرح لاے مگر
مفت دیتا دل تمھین داغ ایسا دیوانہ نہ تھا

زندہ عیسیٰ کا نام کرنا تھا
اسطرف بھی خرام کرنا تھا

ولے غفلت کہ اب کیا ہم نے
جو ہمین پہلے کام کرنا تھا

نہ میسر ہوئی کہین خلوت
کچھ ہمین بھی کلام کرنا تھا

جا چکی دل کی اب پریشانی
پیشتر انتظام کرنا تھا

کیون کسی کی نگاہ نے تیری
کام میرا تمام کرنا تھا

تھی نہ تاب ستم تو حضرتِ دل
عاشقی کو سلام کرنا تھا

دشمنون کو امان نہ دینی تھی
جو تمھین قتل عام کرنا تھا

کیون کیا غیر پر ستم تو نے
یہ ہمین پر تمام کرنا تھا

داغ مہمان سرائے دنیا مین
اور چندے قیام کرنا تھا

بلا سے اضطراب و درد ہی بنکر ٹھہر رہنا
کسی صورت سے تم رہنا مرے دل مین مگر رہنا

وہ بت کرے خدائی کی باتیں خدا کی شان
جو حرف پڑھ سکے نہ کلام مجید کا

زاہد کمال پیر مغان تجھ سے کیا کہوں
مرشد وہاں خطاب ہے ادنیٰ مرید کا

اس دل کا کوئی نقش وفا میں نہیں جواب
بیٹھا ہوا ہے سکہ ترے زر خرید کا

کھینچی انھوں نے لاش مری جب سمجھ لیا
حوروں کو انتظار ہے میرے شہید کا

لایا ہے میرے قتل کا محضر پیامبر
ہاں انتظار تھا مجھے خط کی رسید کا

دل میرا آپ کا نہیں ملنے کا فرق ہے
یہ نگ عقیق کا وہ نگینہ حدید کا

پھر سہو ہو گئیں تری وعدہ خلافیاں
پھر اعتبار ہے مجھے عہد جدید کا

کیا رنگ خون بھی کاٹ دیا تیغ یار نے
پانی ہوا ہے آج لہو ہر شہید کا

بلبل کی داستان سنیں گوش گل کہاں
انسان ہی کو لطف ہے گفت و شنید کا

اے شیخ فیض پیر خرابات دیکھنا
جو حال پیر کا ہے وہی ہے مرید کا

قاصد مرے سوال کا کوئی نہیں جواب
کاغذ بدل گیا نہ ہو خط کی رسید کا

ہم ایک کہہ کے سنتے ہیں منہ سے ترے ہزار
لپکا پڑا ہوا ہے یہ گفت و شنید کا

حوران خلد لوٹتے ہیں بڑھ کے بولیاں
نیلام ہو رہا ہے تمھارے شہید کا

رکھنا وہ روک روک کے اڑتی نگاہ کو
رہتا وہ تھام تھام کے دل محو دید کا

چلنا ہمارے ساتھ ذرا اے شب فراق
دوزخ میں قحط ہو نہ عذاب شدید کا

۲۴

اے داغ کیوں نہ مجھ کو شفاعت کی ہو امید
میں ہوں محب حسین کا دشمن یزید کا

۹

حلقۂ زنجیر سے کم دور پیمانہ نہ تھا
قید خانہ تھا ہمیں بے یار میخانہ نہ تھا

اسقدر خانہ خرابی اے دل خانہ خراب
خاک اڑانے کے لیے اپنا یہ کاشانہ نہ تھا

مرا دشمن بظاہر چار دن کو دوست ہے میرا
کسی کا ہو رہے یہ پھر کسی سے ہو نہیں سکتا

دمِ پرسش کہو گے کیا وہاں جب آن پہنچو گے
ادا اک حرفِ مدعا نازکی سے ہو نہیں سکتا

نہ کہیے گو کہ حالِ دل مگر رنگ آشنا ہیں ہم
یہ ظاہر آپ کی کیا خامشی سے ہو نہیں سکتا

کیا جو تم نے ظالم کیا کرے گا غیر منہ کیا ہے
کرے تو صبر ایسا آدمی سے ہو نہیں سکتا

چمن میں نازِ بلبل نے کیا جب اپنے نالے پر
چٹک کر غنچہ بولا کیا کسی سے ہو نہیں سکتا

نہیں گر تجھ پہ قابو دل ہی پر کچھ زور ہو اپنا
کروں کیا یہ بھی تو ناطاقتی سے ہو نہیں سکتا

نہ رونا ہے طریقے کا نہ ہنسنا ہے سلیقے کا
پریشانی میں کوئی کام جی سے ہو نہیں سکتا

ہوا ہوں اسقدر محجوب عرضِ مدعا کر کے
کہا تو عذر بھی شرمندگی سے ہو نہیں سکتا

غضب میں جان ہے کیا کیجیے بدلہ رنج و فرقت کا
بدی سے کر نہیں سکتے خوشی سے ہو نہیں سکتا

مزا جو اضطرابِ شوق سے عاشق کو حاصل ہے
وہ تسلیم و رضا و بندگی سے ہو نہیں سکتا

۲۲

خدا جب دوست ہے اے داغ کیا دشمن سے اندیشہ
ہمارا کچھ کسی کی دشمنی سے ہو نہیں سکتا

۲۳

کب سے شبِ فراق ہوں مشتاق دید کا
خورشید ہو گیا ہے مجھے چاند عید کا

ساقی عرق پلا مجھے اسگلے کشید کا
سمجھا ہے صیام کو میں چاند عید کا

خالی ہے شیشہ تو مجھے دے ڈال محتسب
مل جائے کوئی جوڑ دلِ ناامید کا

واعظ کی بات کے تو ہزاروں جواب تھے
پر کیا کریں کہ منہ ہے کلامِ مجید کا

کیا قتل حسرتیں ہوئیں دل میں کہ بیکسی
لے لیکے نام روتی ہے اک اک شہید کا

روزِ الست ہم سے بڑی چال رہ گئی
پھر ایسا دن ملے گا نہ گفت و شنید کا

جھوٹا ہے قفلِ میکدہ اے مے کشو نوید
رہنے دو محتسب کو محافظ کلید کا

اثر دیکھو زبان بخیہ گر کے ہو گئے ٹکڑے
لیا تھا نام بھولے سے مرے چاک گریبان کا

فرشتون کو بچانا یا الٰہی ایسے تیرون سے
کہ رخ ہے آسمان کی سمت اُس برگشتہ مژگان کا

وہ ناکام تمنا ہون جو اپنا قتل ہی چاہون
اثر ہو جائے آب تیغ مین بھی آب حیوان کا

بہت آنکھین ہین فرش راہ چلنا دیکھکر ظالم
کف نازک مین کانٹا چبھ نجائے کوئی مژگان کا

رہی اُنکے ہمارے دل ہی دل مین گفتگو جبتک
مزا آتا رہا کیا کیا تکلف تھا نہ مہمان کا

عدم مین لیگیا مجھکو فرشتہ مین یہ سمجھا تھا
بلانے کو مرے آیا ہے کوئی آدمی وان کا

مکین سے ہر مکان کی زیب ہے گو قید خانہ ہو
نصیبا کھل گیا تھا حضرت یوسف سے زندان کا

گرہ کیسی لگی تھی کھل پڑے کس راہ مین فتنے
نظر آتا ہے خالی آج گوشہ تیرے دامان کا

ہوئی تھین دیدۂ مشتاق سے گستاخیان کیا کیا
بھلے کو رخ نہ تھا میری طرف اُنکے نگہبان کا

کہے دیتا ہون جو گزری ہے پراے داور محشر
نہ آئے تذکرہ مجھسے کسی کے عشق پنہان کا

کھلا ہے جوہر آئینہ کیا کیا صورت غنچہ
لیا ہے جبسے بوسہ تونے اپنے روے جانان کا

١٧

ہمارے داغ عصیان داغ کیا کیا رنگ لائینگے
گمان کریگا دوزخ پر بھی جنت کے گلستان کا

٢٢

جو ہو سکتا ہے اس سے وہ کسی سے ہو نہیں سکتا
مگر دیکھو تو پھر کچھ آدمی سے ہو نہیں سکتا

محبت مین کرے کیا کچھ کسی سے ہو نہیں سکتا
مرا مرنا بھی تو میری خوشی سے ہو نہیں سکتا

الگ کرنا رقیبون کا الٰہی تجکو آسان ہے
مجھے مشکل کہ میری بیکسی سے ہو نہیں سکتا

کیا ہے وعدۂ فردا انھون نے دیکھیے کیا ہو
یہان صبر و تحمل آج ہی سے ہو نہیں سکتا

یہ مشتاق شہادت کسلیے گھبرائین کیسے ڈھونڈتے ہین
کہ تیرا کام قاتل جب تجھی سے ہو نہیں سکتا

لگا کر تیغ قصہ پاک کیجیے داد خواہون کا
کسی کا فیصلہ گر منصفی سے ہو نہیں سکتا

کوئی یہ استراحت چھوڑ کر کیوں جائے اے قاتل — دل بیتاب گہوارہ بنا ہے تیرے پیکان کا
بناتا ہے وہ ظالم تو وہ تیرِ ستم سے ہے — کہاں اُڑ جائے لیکر قبر کو مردہ مسلمان کا
تمہارا گھر تمہارا گھر نہیں مہمان ہو گویا — کہیں ہے دخل دشمن کا کہیں قبضہ ہے دربان کا
فلک پردہ بنا اہلِ زمین کی پردہ پوشی کو — مگر اس دشمنِ جاں نے [illegible] کا
سرشکِ تلخ کی تلخی گوارا ہے تو ہم کو ہے — زمین پہ بھی نہیں آنسو ہماری چشمِ گریان کا
بنا کر اپنا دیوانہ الگ بچ کر چلے جاتا — ترے دامن سے لینا ہی نہیں بدلہ گریبان کا
کسی کی شرم آلودہ نگاہوں میں یہ شوخی ہے — اسے دیکھا اسے دیکھا ادھر تاکا ادھر جھانکا
غش آ جاتا ہے اسکو آنکھ سے جب آنکھ ملتی ہے — نگہبان اور پیدا کیجیے اپنے نگہبان کا

٢١
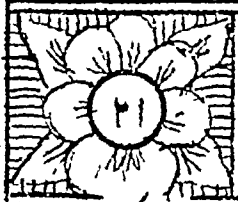
تری آتش بیانی داغ روشن ہے زمانے پر
پگھل جاتا ہے مثلِ شمع دل ہر اک سخندان کا
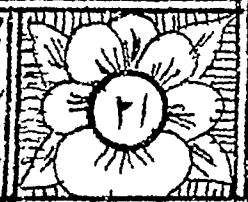
بنا کس دن تری مجنون میں یہ نشتر رگِ جان کا — جنون تیرے ہی سر سہرا رہا تارِ گریبان کا
یہ تو نکلے دستِ قدرت میں تمہیں کو کر دل ہوا انسان کا — کہ ہر ناخن نگینہ بن گیا مُہرِ سلیمان کا
بنا لیے بخیہ گر پردہ قبائے جسمِ جانان کا — ٹھکانے سے لگا دے کوئی ٹکڑا اس گریبان کا
فلک نے خوب خدمت لی ہمارے دیدۂ تر سے — کہ ہر آنسو سے منہ دھویا شبِ مہتاب ہجران کا
کیا ہے ایک دستِ آرزو نے وار دو جانب — زلیخا کے جگر تک چاک ہے یوسف کے دامان کا
دو چشمِ آبلہ بھی دید کے قابل ہے اے وحشت — نظر میں جسکے پہلے چبھ گیا کانٹا بیابان کا
مریض جان بلب دیکھے ہیں پر ایسے نہیں دیکھے — خدا حافظ نہیں ہوتا ترے بیمارِ ہجران کا
دلِ آشفتہ ذکرِ زلف سے کیا کیا الجھتا ہے — سُنا جاتا نہیں قصہ پریشان سے پریشان کا
سرِ محفل مجھی سے تجکو ظالم پردہ کرنا تھا — پھر اسپر یہ قیامت غیر کے دامن سے منھ ڈھانکا

کرین کیا بات تجھسے فتنہ گر اک کھیل ہے تجھکو
او جھڑنا بگڑنا رنج کرنا غصہ ہو جانا

نہیں آگاہ تھے اس آپکے دلکی کدورت سے
بظاہر صاف باطن آپکو عالم نے گو جانا

بلا سے جانتا یہ رحم دل وہ خوش تو ہو جاتے
برا ہو دل کا کیا جانا کہ انکو تند خو جانا

لگے ہے ہو جسطرح دلمین ہو نظر دشمن بھی یونہی
کہانکی ایسی گھبراہٹ ہے ٹھیر دم تو لو جانا

بظاہر ہے دوئی پر اصل مین وحدت ہی وحدت ہے
نجانا ایک تم نے ہائے غافل تمکو دو جانا

عدو شان کی آپ سنتے ہین وہ کہتا ہے
کہ جب آتا اسے کانٹے ہمارے حق مین بو جانا

اٹھائے غیر نے جو ناز بیجا اسکو وہ جانے
مجھے بھی تم نے وہ سمجھا مجھے بھی تمنے دو جانا
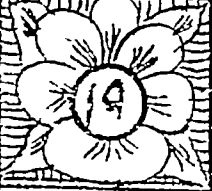
بہت باغ جہان مین سیر کی اے داغ کیا کہیے
نہ دیکھا ہم نے جو دیکھا نہ جانا ہم نے جو جانا
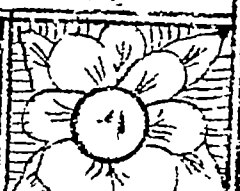
ہوا ہے جب سے شہرہ اس عدوئے دین و ایمان کا
کوئی دل پھیر کر دیکھے عقیدہ ہر مسلمان کا

مزا ہے ہر ایک کو ملتا نہ ملا ہے عشق جانان کا
نگہ کو دید کا لب کو فغان کا دلکو ارمان کا

نہیں معلوم اک مدت سے قاصد حال کچھ انکا
مزاج اچھا تو ہے پادش بخیر اس آفت جان کا

مری تقدیر کی برگشتگی سب مین بری ٹھہری
حسینون نے لیے اک حسن ہے برگشتہ مژگان کا

اگا ہے سبزہ کیسا حوض مے کے گرد اے ساقی
خضر آئے نہون چشمہ سمجھکر آب حیوان کا

ہوا ارمان سے دل خالی کہان اب تک بھی ملتی ہے
خزینہ شوق ارمان کا دفینہ یاس و حرمان کا

اڑا یا جیسے تو نے چٹکیون مین اسکو اے قاتل
یہ زخم دل بھی ہنسکر منہ چڑھاتا ہے نمکدان کا

خوشامد اسقدر کی ہو گیا بدنام عالم مین
زمانہ جانتا ہے مجکو یہ عاشق ہے دربان کا

جنون مین خامہ فرسائی سے توڑے ہین قلم اتنے
ہمارا گھر نہین ہے اک نمونہ ہے نیستان کا

یہ کیا ہے آج غیر و نسے مری تعریف ہوتی ہے
یہ کیا ہے خود بیان ہوتا ہے اپنے جور پنہان کا

نہیں ہے آسان قتل انکا یہ سخت جان ہیں بڑی بلا کے

قضا کو پہلے شریک کرنا

ہلاک انداز وصل کرنا یہ کام اپنی خوشی نہ کرنا

غم جدائی میں خاک کر کے کہ پردہ رہ جائے کچھ ہمارا

مری تو ہے بات زہر انکو وہ اُنکے مطلب ہی کی نہ کیوں ہو کہیں عدو کی خوشی نہ کرنا

کہ اُن سے جو التجا ہے کہنا

ہوا ہے گر شوق آئینے سے تو رخ رہے اُس کی جانب غضب ہے اُنکو وہی نہ کرنا

مثال عارض صفائی رکھنا

وہ اک ہمارا طریق الفت کہ دشمنوں سے بھی مل کے چلنا بہ رنگ کاکل کجی نہ کرنا

یہ ایک شیوہ ترا ستمگر

ہم ایک رستہ گلی کا اُسکی دکھا کے دل کو ہوئے پشیمان کہ دوست سے دوستی نہ کرنا

یہ حضرت خضر کو جتا دو

بیان درد فراق کیسا کہ ہے وہاں اپنی یہ حقیقت کسی کی تم رہبری نہ کرنا

جو بات کرنی تو نالہ کرنا

ہمارے ناصح تمہیں پر یہ تمام اب اُس کی منصفی کا نہیں تو وہ بھی کبھی نہ کرنا

ذرا تو کہنا خدا لگی بھی

بری بلا ہے داغ راہ الفت خدا نہ لیجائے ایسے رستے فقط سخن پروری نہ کرنا

۲۰

جو اپنی تم خیر چاہتے ہو تو بھول کر دل لگی نہ کرنا

۹

نہ جانا جان کا ایسا کسی نے جلد کھو جانا

تمہارا دو قدم چلنا یہ ان پامال ہو جانا

یقین ہے ٹھوکرین کھا کھا کے کچھ سنبھل جاے
کہ اُسکی راہ مین ہمنے تو دل کو ڈال دیا

جہان مین آئے تھے کیا رنج ہی اُٹھانیکو
الٰہی تو نے ہمین کس بلا مین ڈال دیا

خدا کریم ہے یون تو مگر ہے اتنا رشک
کہ میرے عشق سے پہلے تجھے جمال دیا

تمھین کہو کہ کہان تھی یہ وضع یہ ترکیب
ہمارے عشق نے سانچے مین تمکو ڈھال دیا

بتون کے دین مین ہے یوٹنا تو اب ایسا
کہ جیسے راہ خدا مفلسون کو مال دیا

پیام وصل ہے کیون اب رقیب کے ہاتھون
نکالنا تھا مجھے آپ نے نکال دیا

بتائین لفظ تمنا کے تم کو سمجھے کیا
تمھارے کان مین اک حرف ہمنے ڈال دیا

سر عدالت محشر جواب کیا دوگے
جو داد خواہون نے تمپر کوئی سوال دیا

نہین عدو تو خیال عدو ہے خلوت مین
کسی بہانے سے اسکو نہ تم نے ٹال دیا

۱۹
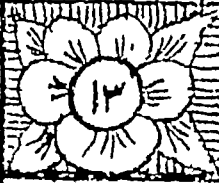
ہمین خدا نے بہت رنج و غم دیا اے داغ
بتون کے دل مین نہ تھوڑا سا رحم ڈال دیا

۱۳
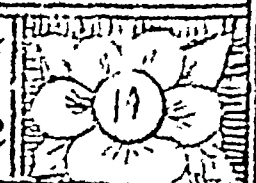
ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہ الفت کبھی نہ کرنا
تمھین قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق مین کمی نہ کرنا
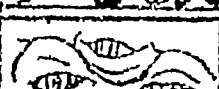
ہماری میت پہ تم جو آنا تو چار آنسو بہا کے جانا
ذرا رہے پاس آبرو بھی کہین ہماری ہنسی نہ کرنا
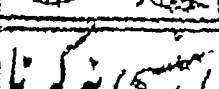
کہان کا آنا کہان کا جانا وہ جانتے ہی نہین رسمین
وہان ہے وعدے کی بھی یہ صورت کبھی تو کرنا کبھی نہ کرنا
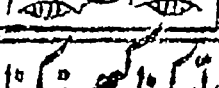
لیے تو چلتے ہین حضرت دل تمھین بھی اس انجمن مین لیکن
ہمارے پہلو مین بیٹھکر تم ہمین سے پہلو تہی نہ کرنا

کچھ ہو گا مجھکو نالۂ شبگیر سے حصول
کچھ مدعا دعا سے سحر سے نکل گیا

کاہیدگی نے پھینک دیا دور اسقدر
کوسون مین آپ اپنی نظر سے نکل گیا

نکلا جدھر وہ شوخ ہوا شور دیکھنا
دل کو چھپا کے کوئی ادھر سے نکل گیا

دل بے گداز عشق کہ پیکان دلنشین
اک اشک بنکے دیدۂ تر سے نکل گیا

جس دلپہ وہ نگاہ پڑی دل کے پار تھی
پہنچی ہزار سپر سے نکل گیا

اللہ رے جوش گریہ کہ اس جلی پہ ضبط پر
دریا ہمارے دیدۂ تر سے نکل گیا

١٧ — ٩

وہ دل سے بیوفا تو نہ ہو آج دھوم سے
کوئی غلام آپ کے گھر سے نکل گیا

سو حسرتین تو آئین گیا ایک دل گیا
ملنا تھا جو مجھے مری قسمت کا مل گیا

مین مرگیا جو وہ لب جان بخش ہل گیا
یارب قُم مسیح مین کیا زہر مل گیا

اُس نے لیا جو آئینہ مین بوسہ اپنا آپ
اللہ ری نازکی لب گلفام ہل گیا

اللہ رے جامہ زیب تری جامہ زیبیان
پہنا جو تو نے رنگ ہی رنگ کھل گیا

جنت اسی کا نام اگر ہے تو بس سلام
محفل مین تیری جو کوئی آیا خجل گیا

ہوتے ہی صبح کاش نہ مرتا شب وصال
افسوس ہے کہ یار بہت منفعل گیا

مین تفتہ جان آگ تو سیماب ہے وہ شوخ
اے دل بڑا غضب ہے جو تو متصل گیا

مین نے تو اپنے واسطے کی تھی دعائے وصل
الٹا اثر ہوا وہ رقیبون سے مل گیا

١٨ — ١١

ہستی مین ہین عدم کے مزے عاشقون کو داغ
قالب مین جان آتے ہی پہلو سے ہل گیا

جو سر مین زلف کا سودا تھا سب نکال دیا
بلا ہون مین بھی کہ آئی بلا کو ٹال دیا

عشق کیا شے ہے وہ یہ شے ہے کہ دل میں شوق وصل
خون ہو کر آ گیا غم بن گیا ہم ہو گیا

بجھ گیا گلرو کے آگے شمع اور گل کا چراغ
بلبلوں میں شور پروانوں میں ماتم ہو گیا

کیوں تغافل ہمسے ہے چشم عداوت ہی سہی
کیا نگاہ ناز میں اب قہر بھی کم ہو گیا

(۱۵)

رات بھر کہتے رہے ہم داغ اپنے دل کا حال
ایک شب میں اسقدر اخلاص باہم ہو گیا

(۹)

کی ترک مے تو مائل پندار ہو گیا
میں توبہ کر کے اور گنہگار ہو گیا

اسکی طرف سے دل نہ پھریگا کہ ناصحو
اب ہو گیا یہ جسکا طرفدار ہو گیا

کس کسکی چاہ کیجیے کس کسکی آرزو
اک دل ہزار غم میں گرفتار ہو گیا

محشر میں کون ہوگا کرم کا ترے گواہ
گر غیر بھی ہمارا طرفدار ہو گیا

وہ فتنہ جسکا حشر پہ اٹھنا ہے منحصر
ہر بار تیری چال سے بیدار ہو گیا

اک حرف آرزو پہ وہ مجھسے خفا ہوے
اتنی ہی بات کہکے گنہگار ہو گیا

اے دل لطف خیال میں تیرا ہے مدعا
تو اے رقیب کب سے مرا یار ہو گیا

جسکی بغل میں شکوہ وہ ہو اسکو دیکھیے
جس وقت آنکھ کھل گئی بیدار ہو گیا

(۱۶)

اے داغ کیا بتائیں محبت میں کیا ہوا
بیٹھے بٹھائے جان کو آزار ہو گیا

(۱۱)

نالہ ہر اک بشر کے جگر سے نکل گیا
جی ہی نکل گیا تو جدھر سے نکل گیا

عالم میں ایک تو نظر آیا نظر فریب
عالم تمام اپنی نظر سے نکل گیا

اللہ رے اسکا حسن ترقی بلا کی ہے
ہر موے زلف موے کمر سے نکل گیا

تاثیر سرزمیں سے بنا فتنہ غبار
جو مل کے تیری راہ گزر سے نکل گیا

نہ تو صحبت ہے نہ راحت ہے غزل اے داغ کیونکر ہو
مگر کیا کیجیے مجبور ہو ارشاد یارون کا

ہائے مہمان کہان یہ غم جانان ہوگا — خانۂ دل تو کوئی روز مین ویران ہوگا
ہو کے ظاہر جو کیا عشق نے اک حشر بپا — حسرت اُس دل پہ کہ جس دل مین یہ پنہان ہوگا
مختصر دل ہی پہ رکھتا نہ محبت تیری — مین نہ سمجھا تھا یہ کمبخت پشیمان ہوگا
کوستا ہون جو نصیبون کو تو کہتا ہے وہ شوخ — پھر محبت نہ کرے گا اگر انسان ہوگا
جسقدر آج ستاتا ہے ستالے ہم کو — روز محشر بھی تو کل اے شب ہجران ہوگا
دم مری آنکھون مین اٹکا ہے کہ دیکھون تو سہی — کیا مسیحا سے مرے درد کا درمان ہوگا
زندگی عشق مین مشکل ہے تو مر جائینگے — اب یہ وہ کام کرینگے کہ جو آسان ہوگا
اب کہان لخت جگر سینے مین اے دیدۂ تر — اور ہوگا تو سر گوشۂ دامان ہوگا

آپ کے سر کی قسم داغؔ کو پروا بھی نہین
آپ کے ملنے کا ہوگا جسے ارمان ہوگا

کیا کہون اس سخت جان کا عشق مین جو ہم ہوا — چاٹتے ہی خنجر خونخوار بے دم ہو گیا
روتے روتے چشم تر کو دل کا ماتم ہو گیا — روز کا مہمان اپنے گھر کا محرم ہو گیا
دیکھ تو کیا تشنگی سے سارا عالم ہو گیا — قطرۂ مے ساقیا کیا جان آدم ہو گیا
جان کے جاتے ہی اچھے ہو گئے سب داغ زخم — شعلہ پنبہ ہو گیا ناسور مرہم ہو گیا
حسن مین انکے آتے ہی نخوت ہو گئی — زلف مین پڑتے ہی بل ابرو بھی پُرخم ہو گیا
ہے نسیم صبح کیا کیا عطر افشان مشک بیز — رات کسکا طرۂ طرار برہم ہو گیا
بن گئی فرقت مین جو کچھ اپنے جی پر بن گئی — ہو گیا جو کچھ ہمارے دل کا عالم ہو گیا

سلے ہی تو آئیں گے اُسے ہمدم
میرے ہی نام سے تو آئے گا

مرغ دل سے امید ہے یہ اسیر
چھٹ گیا دام سے تو آئے گا

ساقیا مجھ سے بادہ کش کو سرور
ایک ہی جام سے تو آئے گا

چھپ رہینگے حیا سے وہ کبتک
غصہ الزام سے تو آئے گا

دل کا آنا ہے کام سے جانا
جائے گا کام سے تو آئے گا
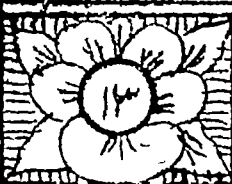
(۱۲) کبھی اپنا بھی روز خوش اے داغ
دور ایام سے تو آئے گا (۱۳)
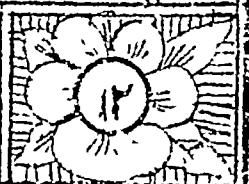
کرے انصاف دنیا مین اگر آفت کے ماروں کا
بنے خود آسمان پھاہا تمھارے دلفگاروں کا

ستم وہ چشم کافر سے ترے چلنا اشاروں کا
غضب وہ دل پکڑ کر بیٹھ جانا بیقراروں کا

خدا جانے ہوئی ہین دفن کیا کیا حسرتین دلمین
پھپھولوں سے مرے سینہ پہ عالم ہے مزاروں کا

تمھین چاہا اگر چاہا خطا الفت پرستوں کی
تمھین دیکھا اگر دیکھا گنہ امیدواروں کا

توں سی عفو جرم عشق بھی چاہین تو کہتے ہین
خدا تو ہم نہین بخشین گنہ تقصیرواروں کا

دکھاتا ہے فلک یہ خندۂ دندان نما اپنا
وگرنہ اس شب فرقت مین یہ جلوہ ستاروں کا

نگہ پٹکے ہی دیتی ہے تو دل پھینکے ہی دیتا ہے
تمھارے گھر ٹھکانا کونسا ہم بے سہاروں کا

بڑے اہل یقین ہمسے جفا کو جو وفا سمجھین
بھلے ہین بدگمان ہی دل ہے اور بے اعتباروں کا

ترا اک وعدۂ دیدار اور وہ بھی قیامت پر
یہ اُسیر صبر اٹھتا ہائے دل امیدواروں کا

قسم ہے تجکو زاہد کیا کرے گر آنکھ سے دیکھے
چھلکنا ساغر مے کا چھلکنا بادہ خواروں کا

سنو افسانۂ فرہاد دیکھو قصۂ مجنون
غرض کیا تمکو پوچھو حال ہم حسرت کے ماروں کا

کبھی بیٹھے کبھی اٹھے کبھی لوٹے کبھی تڑپے
تماشا دید کے قابل ہے تیرے بیقراروں کا

حسرت کسی طرف ہے تمنا کسی طرف
مجموعہ اپنے دل کا پریشان ہوگیا

حاصل ہوے مزے ترے خنجر کے غیر کو
سر پر ہمارے مفت کا احسان ہوگیا

کیا حال دل کہیں کہ دم عرض مدعا
تیر عتاب حلق کا دربان ہوگیا

امید ہے کہ بہر عیادت وہ آئیں گے
آزار میری جان کو ارمان ہوگیا

لوائے بتو سنو کہ وہ داغ صنم پرست
مسجد میں جا کے آج مسلمان ہوگیا

اس بزم میں شریک تو جایا نہ جائیگا
میں جاؤنگا اگر مرا سایا نجائے گا

دل لیکے اسکی بزم میں جایا نجائے گا
یہ مدعی بغل میں چھپایا نہ جائے گا

اے حشر امتیاز کہ ہم ہیں شہید ناز
مردوں کی طرح ہمکو اٹھایا نہ جائے گا

دل کیا ملاؤگے کہ ہمیں ہوگیا یقین
تمسے تو خاک میں بھی ملایا نجائے گا

جو دل دکھا رہا ہے مزہ ہر گھڑی مجھے
آنکھوں سے سو برس بھی دکھایا نجائے گا

دشمن کے آگے سر نہ جھکیگا کسی طرح
یہ آسمان زمین سے ملایا نہ جائے گا

فتنہ نہیں ہوں جسکو اٹھایا کرے فلک
مجھسے گرے ہوے کو اٹھایا نجائے گا

زلفیں نہیں کہ شانے سے آراستہ کیا
بگڑا ہوا مزاج بنایا نہ جائے گا

اے داغ تجھکو رزق کی خواہش ہے چرخ سے
اتنا یہ غم کھلائے گا کھایا نہ جائے گا

یوں وہ پیغام سے تو آئیگا
غیر کے نام سے تو آئیگا

شب ہجران سے موت بہتر ہے
خواب آرام سے تو آئیگا

یوں نہ آئے گا ہاتھ گر وہ صنم
ترک اسلام سے تو آئیگا

ہماری آنکھوں نے بھی تماشا عجب عجب انتخاب دیکھا
برائی دیکھی بھلائی دیکھی عذاب دیکھا ثواب دیکھا

نہ دل ہی ٹھہرا نہ آنکھ جھپکی نہ چین پایا نہ خواب آیا
خدا دکھائے نہ دشمنوں کو جو دوستی میں عذاب دیکھا

طرب میں جس سے کہی جان محزوں اسی کو گردش میں ہم نے پایا
کبھی جو زریں مثل دور گردوں ملا ہمیں جام شراب دیکھا

نظر میں تیری کبریائی سما گئی تیری خود نمائی
اگرچہ دیکھی بہت خدائی مگر نہ تیرا جواب دیکھا

پڑے ہوئے تھے ہزاروں پردے کلیم دیکھو تو جب بھی غش تھے
ہم اسکی آنکھوں کے صدقے جسنے وہ جلوہ یوں بے حجاب دیکھا

جو راہ میں تیری کے بیٹھے وہ فکر دیر و حرم سے چھوٹے
کہ تیرے کوچے کے ساکنوں نے بہشت میں بھی عذاب دیکھا

یہ دل تو اے عشق گھر ہی تیرا کہ جسکو تو نے بگاڑ ڈالا
مکاں سے تا لامکاں جو دیکھا تجھی کو خانہ خراب دیکھا

سرور عیش و نشاط کیسی بدل گئے رنگ سب ہی جہاں کے
سنا نہ کانوں نے تھا جو ہمنے وہ آنکھ سے انقلاب دیکھا

جو تجھکو پایا تو کچھ نہ پایا یہ خاندان ہمنے خاک پایا
جو تجھکو دیکھا تو کچھ نہ دیکھا تمام عالم خراب دیکھا

۹ شراب غفلت سے داغ غش تھے دکھائے غفلت نے کیا تماشے
کہ سوتے سوتے جو چونک اٹھے اگر کوئی تھے خواب دیکھا ۱۲

آخر کو عشق کفر سے ایمان ہو گیا
میں بت پرستیوں سے مسلمان ہو گیا

کیوں صرفۂ نگاہ مری جان ہو گیا
اک تیر اور میں ترے قربان ہو گیا

کیا جانے چپ ہوں کیوں تری صورت کو دیکھکر
آئینہ میں نہیں ہوں کہ حیران ہو گیا

قاتل نہ روک ہاتھ کہ رکتی ہے مر کے جان
خنجر تو اور دم کا نگہبان ہو گیا

مے تو حلال ہی جو پیے ڈھب سے بادہ نوش
میں توبہ کر کے اور پشیمان ہو گیا

رندان بے ریا کی ہے صحبت کسے نصیب
زاہد بھی ہم میں بیٹھکے انسان ہو گیا

اس غنچے میں سمائی ہے وحشت برنگ بو
دل کتنی تنگیوں پہ بیابان ہو گیا

گر دل پھٹا ہے مجھسے ترا سہل ہے علاج
یا یہ بھی چاک جیب و گریبان ہو گیا

کیا تماشا ہے جب آیا ہے اُسے نرگس سے رشک
اُسنے دل ڈالے ہین میرے دیدۂ تر زیر پا

دونون دشمن ہین بشر کے آسمان ہو یا زمین
فتنۂ کربلا لئے سر ہے تو ستمگر زیر پا

خوف ہے اُسکو نہ دامنگیر ہو وقتِ ذبح
ہاتھ بسمل کا دبا لیتا ہے اکثر زیر پا

(۷) وہ صراطِ عشق پر اے داغ ہو ثابت قدم
مشق کی ہو جسے رکھکر تیغ و خنجر زیر پا (۲)

آج راہی جہان سے داغ ہوا
خانۂ عشق بے چراغ ہوا

کیا نشان وفا بھی اے ظالم
دل گم گشتہ کا سراغ ہوا

ایسی کیا ہو سما گئے تم کو
ہم سے جو اس قدر دماغ ہوا

نہ مٹا نقش غیر جی سے ترے
یہ بھی میرے ہی دل کا داغ ہوا

دل پر خون تلر ہے جام طلسم
کبھی خالی نہ یہہ ایاغ ہوا

کیا اثر ہے کہ غنچۂ تصویر
اُسکے ہنسنے سے باغ باغ ہوا

صبح وہ داغ دے گئے مجھکو
دن کو روشن مرا چراغ ہوا

عمر جاوید تو خضر کو ملے
عیش جاوید سے فراغ ہوا

ہرزہ گردیمین ٹھوکروں سے مری
چاک دامان کوہ و راغ ہوا

آسمان گر گیا نظر سے مری
عرش پر جب ترا دماغ ہوا

حال فردوس سُن لیا زاہد
وہ بھی کیا بے نظیر باغ ہوا

(۸) بعد اوستاد ذوق کے کیا کیا
شہرت افزا کلام داغ ہوا (۱۱)

ثبات بحر جہان مین اپنا فقط مثال حباب دیکھا
نہ جوش دیکھا نہ شور دیکھا نہ موج دیکھی خواب دیکھا

(۶)

اتنا تو بتا دے مجھے اے ناصح مشفق
دیکھا ہے کہ اس ماہ لقا کو نہین دیکھا

ایسی نظر شوخ مین تمکین نہین دیکھی
اسطرح تغافل مین حیا کو نہین دیکھا

اغیار کے نالے تو بہت تمنے سُنے ہین
مظلوم کی تاثیر دعا کو نہین دیکھا

پھر اُسکو ہی خاک نشینون سے کدورت
اپنے بھی تو نقش کف پا کو نہین دیکھا

افسوس فرصت مین کبھی غور سے تم نے
افسانۂ ارباب وفا کو نہین دیکھا

جب داغ کو ڈھونڈھا کسی بتخانہ مین پایا
گھر مین کبھی اس مرد خدا کو نہین دیکھا

(۱۶)

ہو گئے پُرخون دل عشاق ہو کر زیر پا
کیا لگا رکھا ہے ظالم تو نے خنجر زیر پا

مانع رفتار ہو کیا اُسکو پتھر زیر پا
جسنے لاکھون روند ڈالے کاسہ سر زیر پا

دامن دل کیا بچے اُسکی خرام ناز سے
چاک ہو جائے اگر دامان محشر زیر پا

تیرے ہاتھون سے ہوا ہے اک زمانہ پائمال
پیس ڈالون تجھکو اے چرخ ستمگر زیر پا

آرزو کمبخت نے کی تھی خرام ناز کی
دیدیا اُسنے مجھے دل کو مسلکر زیر پا

مثل ماہی تیر جاتا ہون راہ شوق مین
چشم گریان کی بدولت ہے سمندر زیر پا

پائمالی سے نشان قبر کے آیا نہ چین
رکھ لیا ظالم نے میرا نام لکھکر زیر پا

بزم دشمن مین لگی ایسی مرے تلوونسے آگ
فرش گل کو مین نے سمجھا فرش اخگر زیر پا

مین وہ ہون آتش قدم جس سے پگھلتے ہین پہاڑ
موم ہو جاتا ہے جو آتا ہے پتھر زیر پا

عاشقون سے ہوتے ہین معشوق سرکش پائمال
رکھتی ہے قمری سر سرو صنوبر زیر پا

قوت رفتار جب اُس فتنہ گر کو مل گئی
آگیا روز اجل میرا مقدر زیر پا

توڑ کر اے محتسب میخانے سے باہر نہ پھینک
آنہ جاوین ریزۂ مینا و ساغر زیر پا

اے داغ شعر ڈھل گئے نعت شریف مین
ہے فکر قافیہ نہ تردد ردیف کا۔

صبر ہے زاہد نافہم نہ میخوارون کا
بخشنے والا ابھی دیکھا ہے گنہگارون کا

سر شوریدہ کی تسکین وہین ہوتی ہے
مجھپر احسان ہی اُس کوچے کی دیوارون کا

ڈر گئے نام شفا سُنکے زہے خواہش مرگ
مُنھ ذرا سا نکل آیا ترے بیمارون کا

دوش پر اپنے جو صیاد نے زلفین چھوڑین
اور جی چھوٹ گیا آج گرفتارون کا

لائیگا کعبے سے تو مفت ثواب اے زاہد
حصہ پہلے سے ٹھہر جائے یہین یارون کا

اشک خون آنکھ سے چلتے ہوے اتنے ٹپکے
کہ جہان ہو نہین وہان فرش ہی انگارون کا

زندہ درگور زمانے مین نہ ہوسنگے ایسے
مرثیہ کہتے ہین شاعر ترے بیمارون کا

اہل اُلفت کے لیے چاہیئے شہرت اے دل
نام بکتا ہے محبت کے خریدارون کا

خیر گذری کہ رہا تا بہ مژہ سیل سرشک
رہگیا پردہ ترے کوچے کی دیوارون کا

چوس لیتے ہین مرے زخم زبان پیکان
چھوڑ دیتے ہین یہ مُنھ چوم کے سوفارون کا

صبر ایوب کی اے داغ نکرنا خواہش
کہ محبت مین تو یہ کام ہے بیکارون کا

گر میرے بت ہوش رُبا کو نہین دیکھا
اُس دیکھنے والے نے خدا کو نہین دیکھا

رہبر سے غرض کیا ہے جو منزل نظر آئے
کعبے مین کبھی قبلہ نما کو نہین دیکھا

سمجھا ہے شب ہجر عدو کو وہ قیامت
ظالم نے ابھی روز جزا کو نہین دیکھا

جنت ہے مگر خانہ دشمن بھی الٰہی
آتے ہوے اس گھر مین قضا کو نہین دیکھا

جس شکل سے ہنستے ہین مرے حال پہ احباب
روتے ہوے یون اہل عزا کو نہین دیکھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

عدوے سامری فن دیکھے اعجاز رقم میرا
عصائے موسوی ہے حمد خالق مین قلم میرا

برنگ بوے گل ہے ہر نفس یاد الٰہی مین
قیامت تک بھرے گی دم نسیم صبحدم میرا

سلامت منزل مقصود تک اللہ پہونچاوے
مجھے آنکھین دکھاتا ہے ہر اک نقش قدم میرا

یہ دود شمع دل راتون کو لیتا ہے تعلی کی
خجل کرتا ہے زلف حور کو بھی پیچ و خم میرا

کہین سودائیان عشق کو تفریح ہوتی ہے
بہت چھانا ہوا ہے باغ فردوس ارم میرا

الٰہی کعبۂ تسلیم مین یون باریابی ہو
بڑھے لبیک کہکر پیشتر سب سے قدم میرا

مجھے آباد کرتا ہے مجھے برباد کرتا ہے
خدایا دین و دنیا مین کرم تیرا ستم میرا

تری بندہ نوازی ہفت کشور بخش دیتی ہے
جو تو میرا جہان میرا عرب میرا عجم میرا

فنا فی اللہ ہو کر پاؤن عمر جاودان ایسی
مسیح و خضر کی ہستی سے بڑھکر ہو عدم میرا

سُنا جبسے یہ دولت آدمی کو تونے بخشی ہے
نہین پھولا سماتا خاطر غمگین مین غم میرا

الٰہی نقش ہو کلمہ رسول اللہ کا دل پر
چلے کونین مین نام محمد سے درم میرا

اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً

تعویذ جادو طلسم اعجاز آتشکدہ عشق صنم خانہ ناز بلبل ہندوستان مقرب
خاقان زمن استاد نظام دکن جناب نواب مرزا خان صاحب داغ دہلوی

گلزار داغ
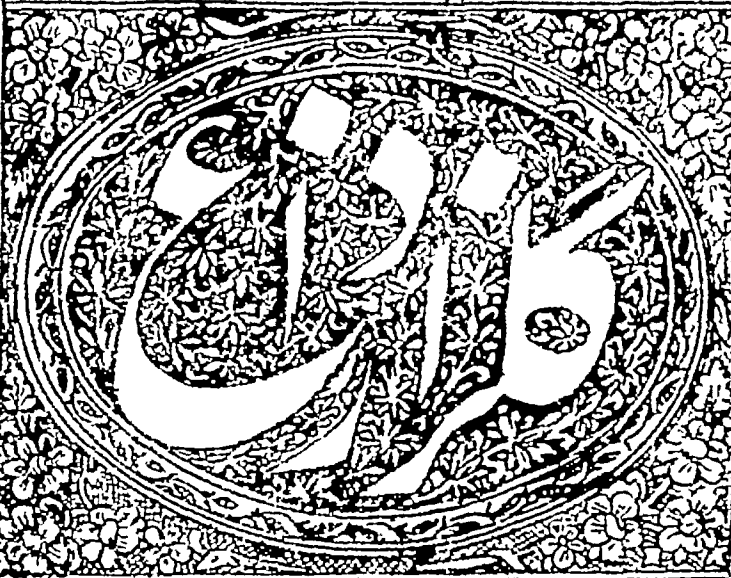
بکمال صحت و صفا و آئین خوشنما بحفظ جملہ حقوق طبع و تالیف و
انتخاب وغیرہ حسب فرمایش و باہتمام نور احمد مالک مطبع -

محمدی تیغ بہادر لکھنؤ میں چھپا